سہ روزہ

الفضل انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ

جلد 27 | 18/ تا27/ فروری 2020ء | 23/ جمادی الثانی تا2/ رجب 1441 ہجری قمری | 18/ تا27/ تبلیغ 1399 ہجری شمسی | شمارہ 14-16

☆... فَیَتَزَوَّجُ وَیُوۡلَدُ لَہٗ۔ (جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے) تو وہ شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہو گی۔ (الحدیث)

☆... ’’آج ۱۲/ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹/ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالےٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔...

تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔‘‘ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

☆... ’’میں خدا کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے کشفی حالت میں کہا

اَنَا الۡمَسِیۡحُ الۡمَوۡعُوۡدُ مَثِیۡلُہٗ وَ خَلِیۡفَتُہٗ

...پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔‘‘

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اے فخرِ رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ٔزراہِ دُور آمدہ ٔ

(اشاعتِ خصوصی بر موقع یوم مصلح موعودؓ)

اداریہ

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک درد بھری دعا

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی اپنے اعداء پر برتری اور حقیقی فتح یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقاصدِ عالیہ میں کامیاب و کامران ٹھہرتے ہیں اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام۔ نبی کا ہر کام، ہر پیشگوئی ہر قول اور ہر فعل مخلوق کو ان کے خالق کی ذات کا تعارف کروانے، ان کی اصلاح کے سامان پیدا کرنے اور ان کو ان کے ربّ سے ملانے کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ تاریخ انبیاء کا مطالعہ کر لیجیے، جب بھی کسی نبی نے آئندہ زمانے میں مبعوث ہونے والے مصلح کی خبر دی تو اس پیشگوئی میں مخاطبین کی اصلاح مضمر ہوتی۔ دنیا بھر کے احمدی مسلمان 'مصلح موعود' کی بابت متعدّد صحائف سماویہ، اقوالِ رسول ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں مذکور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی خوشی میں بیس فروری کا دن خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں گزارتے ہیں۔ حضورؓ بلا شبہ اسم بامسمّٰی یعنی ایک عظیم الشان مصلح تھے۔ آپؓ نے جہاں جماعت احمدیہ کی انتظامی اصلاحات فرمائیں وہاں روحانی ترقیات کے ہر پہلو کو دنیا کے سامنے کھول کھول کر بیان فرمایا۔ گویا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ہر لمحہ نبی اکرم ﷺ اور حضورؑ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور اعداء پر برتری اور فتح کا زندہ نشان ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود خلیفہ صرف بیس سال کی عمر میں ہی اپنی جماعت کے لیے کتنا درد رکھتے تھے، ہماری شخصیات میں کیسی 'اصلاح' کرنے کے خواہاں تھے، حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ الودود بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ فروری 2019ء میں مذکور حضرت مصلح موعودؓ کی نوجوانی کی ایک دعا سے اس کا اندازا لگایا جا سکتا ہے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے 'تشحیذ الاذہان' میں اپنی ایک دعا کا ذکر کیا ہے جو 1909ء میں آپؓ نے لکھا۔ اس مضمون میں رمضان کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ نے لکھا کہ:

''میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے اپنی میز میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی۔ مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں۔ نامعلوم کس کی دعا سنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا دردِ دل ظاہر کرنے کے لئے اس دعا کو یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لئے اور جماعت احمدیہ کے لئے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

''اے میرے مالک میرے قادر خدا۔ میرے پیارے مولیٰ میرے رہنما۔ اے خالق ارض و سماء۔ اے متصرفِ آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے، اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور میں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ مَیں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لئے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کے لئے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا۔ تو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا، اس لئے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لئے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گناہگار تھا تو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطا کار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تُو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تُو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تُو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تُو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تُو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تُو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دل ہوا تو تُو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تُو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہوگا جو فراق میں تڑپتا ہو، مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تُو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کئے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے مگر تُو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تُو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔'' اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہیں ''تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ جب میں ......باقی صفحہ 11 پر......

فہرست مضامین

کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ و السلام

”وہ بیوی کرے گا اور اُس کی اولاد ہو گی“

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

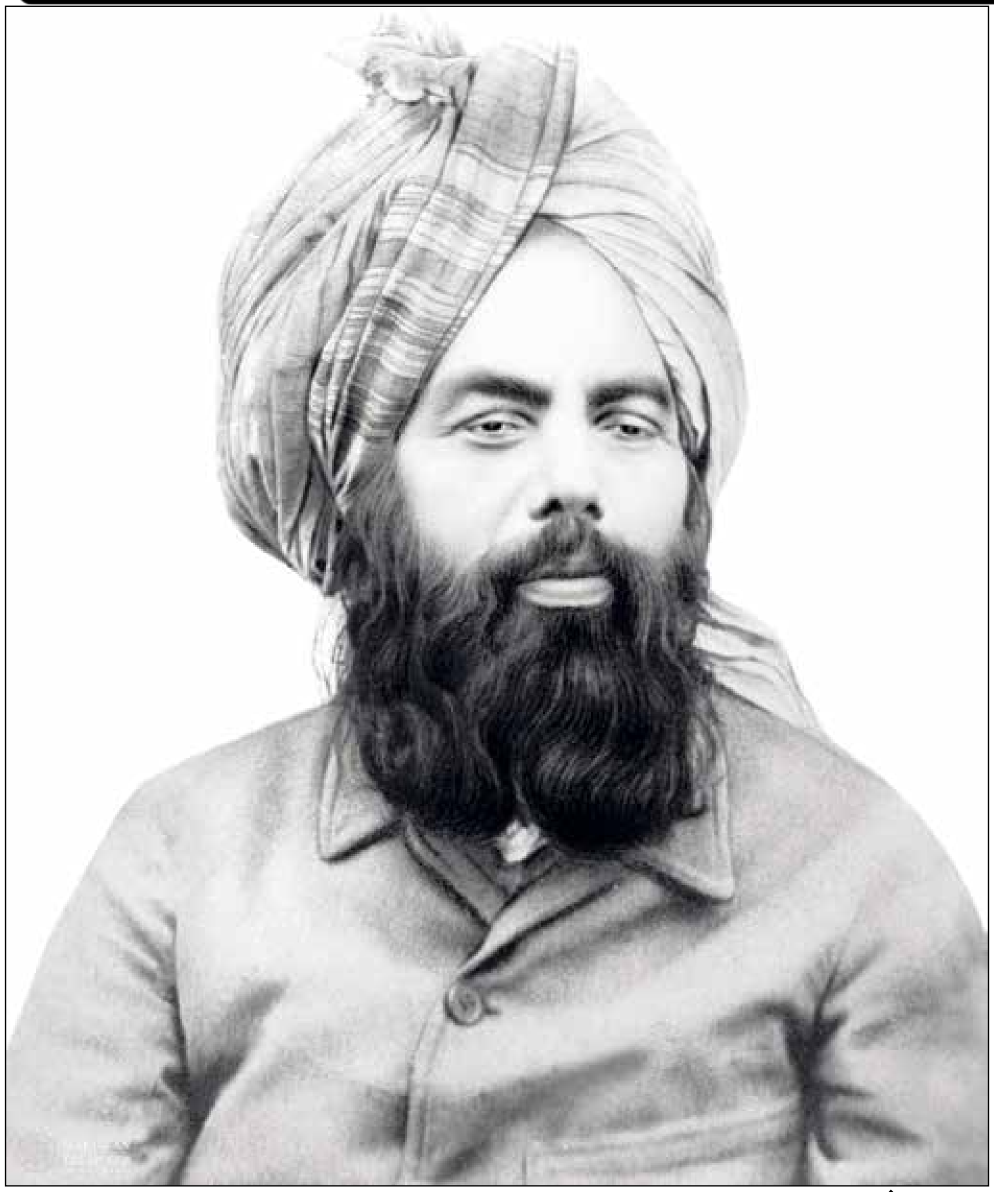
یادرہے کہ مسیح موعود کی خاص علامتوں میں سے یہ لکھا ہے کہ (۱) وہ دو زرد چادروں کے ساتھ اُترے گا (۲) اور نیز یہ کہ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا (۳) اور نیز یہ کہ کافر اُس کے دم سے مریں گے (۴) اور نیز یہ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا غسل کر کے حمام میں سے نکلا ہے اور پانی کے قطرے اُس کے سر پر سے موتیوں کے دانوں کی طرح ٹپکتے نظر آئیں گے (۵) اور نیز یہ کہ وہ دجّال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا (۶) اور نیز یہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا (۷) اور نیز یہ کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا (۸) **اور نیز یہ کہ وہ بیوی کرے گا اور اُس کی اولاد ہو گی** (۹) اور نیز یہ کہ وہی ہے جو دجّال کا قاتل ہو گا (۱۰) اور نیز یہ کہ مسیح موعود قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل کیا جائے گا۔

وتلك عشرة كاملة۔

پس دو زرد چادروں کی نسبت ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ دو بیماریاں ہیں جو بطور علامت کے مسیح موعود کے جسم کو اُن کا روزِ ازل سے لاحق ہونا مقدر کیا گیا تھا۔ تا اس کی غیر معمولی صحت بھی ایک نشان ہو۔

اور دو فرشتوں سے مُراد اس کے لیے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر ان کی اتمام حجت موقوف ہے (۱) ایک وَہبی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب کے اُس کو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجت نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُس کا اُترنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ترقی کے لیے غیب سے سامان میسر ہوں گے اور اُن کے سہارے سے کام چلے گا۔ اور میں اس سے پہلے ایک خواب بیان کر چکا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے جس کا قبضہ تو میرے ہاتھ میں ہے اور نوک اُس کی آسمان میں ہے اور میں دونوں طرف اُس کو چلاتا ہوں اور ہر ایک طرف چلانے سے صدہا انسان قتل ہوتے جاتے ہیں جس کی تعبیر خواب ہی میں ایک بندہ صالح نے یہ بیان کی کہ یہ اتمامِ حجت کی تلوار ہے اور دہنی طرف سے مُراد وہ اتمام حجت ہے جو بذریعہ نشانوں کے ہو گا اور بائیں طرف سے وہ اتمام حجت مُراد ہے جو بذریعہ عقل اور نقل کے ہو گا اور یہ دونوں طور کا اتمام حجت بغیر انسانی کسب اور کوشش کے ظہور میں آئے گا۔

اور کافروں کو اپنے دم سے مارنا اِس سے یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود کے نفس سے یعنی اُس کی توجہ سے کافر ہلاک ہوں گے اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آبِ غسل کے قطرے اُس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں اس کشف کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرّع سے اپنے اس تعلق کو جو اس کو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اُس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اس میں کوئی خارق عادت امر ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا لوگوں نے اِس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ بن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا جس نے کروڑہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا تو کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اُترے، فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے مُنہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اُس کے بدن سے ٹپکتے ہوں۔ غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنے جو مَیں نے لکھے ہیں وہ صحیح ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے تھے تو کیا اِس سے کڑے ہی مُراد تھے؟ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتے دیکھیں تو اس سے گائیاں ہی مُراد تھیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اِن کے اور معانی تھے۔ پس اِسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ گویا وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہو گا اور ہمیشہ اُس کا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور پاک رجوع کے پاک قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اُس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو غسل سے مشابہت دی ہے جیسا کہ نماز کی خوبیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کے دروازے کے آگے نہر ہو اور وہ پانچ وقت اُس نہر میں غسل کرے تو کیا اُس کے بدن پر مَیل رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ



اِسی طرح جو شخص پانچ وقت نماز پڑھتا ہے (جو جامع توبہ اور استغفار اور دعا اور تضرّع اور نیاز اور تحمید اور تسبیح ہے) اُس کے نفس پر بھی گناہوں کی مَیل نہیں رہ سکتی گویا وہ پانچ وقت غسل کرتا ہے۔ اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے غسل کے بھی یہی معنے ہیں ورنہ جسمانی غسل میں کونسی کوئی خاص خوبی ہے۔ اِس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں۔ افسوس کہ جسمانی خیال کے آدمی ہر ایک روحانی امر کو جسمانی امور کی طرف ہی کھینچ کر لے جاتے ہیں اور یہود کی طرح اسرار اور حقائق سے نا آشنا ہیں۔

اور یہ امر کہ مسیح موعود دجّال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا یعنی دجّال بھی خانہ کعبہ کا طواف کرے گا اور مسیح موعود بھی۔ اس کے معنی خود ظاہر ہیں کہ اس طواف سے ظاہری طواف مراد نہیں ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ دجّال خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا یا یہ کہ مسلمان ہو جائے گا۔ یہ دونوں باتیں خلاف نصوص حدیثیہ ہیں۔ پس بہرحال یہ حدیث قابلِ تاویل ہے اور اس کی وہ تاویل جو خدا نے میرے پر ظاہر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک گروہ پیدا ہو گا جس کا نام دجّال ہے وہ اسلام کا سخت دشمن ہو گا اور وہ اسلام کو نابود کرنے کے لیے جس کا مرکز خانہ کعبہ ہے چور کی طرح اُس کے گرد طواف کرے گا تا اسلام کی عمارت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ دے اور اس کے مقابل پر مسیح موعود بھی مرکز اسلام کا طواف کرے گا جس کی تمثیلی صورت خانہ کعبہ ہے اور اس طواف سے مسیح موعود کی غرض یہ ہو گی کہ اس چور کو پکڑے جس کا نام دجّال ہے اور اس کی دست درازیوں سے مرکز اسلام کو محفوظ رکھے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ رات کے وقت چور بھی گھروں کا طواف کرتا ہے اور چوکیدار بھی۔ چور کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ نقب لگاوے اور گھر والوں کو تباہ کرے اور چوکیدار کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ چور کو پکڑے اور اُس کو سخت عقوبت کے زندان میں داخل کراوے تا اس کی بدی سے لوگ امن میں آجاویں۔ پس اِس حدیث میں اسی مقابلہ کی طرف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں وہ چور جس کو دجّال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ......باقی صفحہ 11 پر......

ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے

از: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

(قسط نمبر 02)

خدا کیونکر رب العالمین ہے

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کی حمد کرو۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ بہت لوگ نہیں جانتے کہ خدا سب کا رب کس طرح ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کا خیال رکھتا اور اس کی پرورش کر کے اسے بڑھاتا ہے۔ یہی نہیں کہ وہ انسان کا خیال رکھتا ہے بلکہ انسان کے علاوہ جو بھی چیز ہے اس کا اسے خیال رہتا ہے نہ کہ اسے انسانوں پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اگر دیگر چیزوں کی ربوبیت انسان کے سپرد کی جاتی تو وہ کبھی اسے سرانجام نہ دے سکتا کیونکہ وہ اپنے ہی نفع اور فائدہ کا خیال رکھتا ہے۔ دیکھئے انسان غلہ بوتا ہے لیکن اگر کھیت میں تمام غلہ ہی غلہ پیدا ہوتا تو بہت کم لوگ ایسے ہوتے جو دوسرے جانوروں کو کھانے کے لیے غلہ دیتے لیکن خدا تعالیٰ چونکہ ان کا بھی رب ہے اس لیے اس نے جہاں انسانوں کے لیے ان کی محنت اور کوشش کے مطابق غلہ پیدا کیا ہے۔ وہاں اس نے چارپاؤں کے لیے اسی مقدار سے جس سے انہوں نے محنت کی اور مشقت اٹھائی ہے تُوڑی بھی پیدا کر دی اور وہ صرف چارپاؤں کے کھانے کے لیے مخصوص کر دی ہے لیکن اگر تُوڑی ایسی ہوتی کہ انسان اسے کھا سکتا تو پھر امید نہ تھی کہ چارپاؤں کو دیتا۔ بلکہ خود ہی کھالیتا مگر خدا چونکہ رب العالمین ہے وہ جانتا ہے کہ جس طرح انسان میری مخلوق ہے۔ اسی طرح بیل وغیرہ بھی میری ہی مخلوق ہے۔ اس لیے گیہوں کے ساتھ اس نے توڑی بھی پیدا کر دی۔

اسی طرح اَور چیزوں کو دیکھو۔ قسم قسم کے پھل اور میوے ہیں ان کا ایک حصہ اگر انسانوں کے کھانے کے لیے بنایا گیا ہے تو دوسرا حصہ باریک اور کمزور کیڑوں اور چیونٹیوں کے لیے رکھ دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسانوں کی ربوبیت کا انتظام کیا ہوا ہے وہاں حیوانوں اور ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑوں مکوڑوں کا بھی کیا ہوا ہے۔

جب ہم غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو ساتھ ہی اس طرف بھی توجہ ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے اور اس کا اپنی مخلوق سے پیار و محبت ماں باپ سے بھی بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے تو جب اس نے اپنی ہر ایک مخلوق کے جسم کے لیے ایسا انتظام کیا ہے تو روح کے لیے کیا کچھ نہ کیا ہوگا جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی چیز ہے۔

روح کی ربوبیت کے سامان

یہ ایک موٹی بات ہے کہ جو باپ ایک دن کے لیے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجنے کی خاطر جس قدر تیاری کرنے کی محنت اٹھاتا ہے وہ اگر دس دن کے لیے سفر پر بھیجے گا تو اس سے بہت زیادہ سامان کرے گا۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر سوچنا چاہیے کہ وہ خدا جس نے ہمارے ان جسموں کے لیے ایسا انتظام کیا ہوا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد فنا ہو جاتے ہیں کہ ان کی کوئی ضرورت ایسی نہیں جو مہیا نہیں کی گئی۔ سننے کے لیے ہوا، روشنی کے لیے سورج، جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑے، بیماریوں کے لیے دوائیاں غرضیکہ ہر ایک ضرورت کے سامان پیدا کیے ہوئے ہیں۔ تو پھر کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے روحانی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے کچھ نہیں پیدا کیا ہوگا۔ کبھی کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ جس خدا نے جسم کی حفاظت کے لیے اس قدر سامان پیدا کیے ہیں اس نے روح کے لیے کچھ نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا اس بات کے ماننے پر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس نے ہماری روحوں کی زندگی کے لیے بھی کوئی سامان کیا ہو ورنہ وہ رب العالمین نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے دنیا چلی آتی ہے اسی وقت سے ایسے لوگ ہوتے چلے آئے ہیں جنہوں نے خدا سے کلام پا کر دنیا کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ بتائی۔

قرآن کریم کی صداقت

قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (فاطر:25) کہ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے نبی نہیں بھیجا۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے جو کسی قسم کا تعصب پیدا کرنے کی بجائے نہایت وسعت پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر عیسائی کو کہا جائے کہ ایران اور ہندوستان یا اور کسی ملک میں بھی نبی ہوئے ہیں تو اس کے لیے مشکل کا سامنا ہوگا کیونکہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت بنی اسرائیل تک ہی محدود ہے اس کے علاوہ اور کسی قوم سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب ہندوؤں کو کہا جائے کہ تمہارے ملک کے علاوہ اَور ممالک میں بھی نبی آئے ہیں تو وہ حیران ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے ان کے مذہب کی تردید ہوتی ہے لیکن ایک مسلمان کی خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی جب اسے بتایا جاتا ہے کہ فلاں ملک میں بھی نبی آیا ہے اور فلاں میں بھی۔ یہ سن کر وہ کہتا ہے سبحان اللہ! کیسی اعلیٰ کتاب ہمیں دی گئی جس نے پہلے ہی بتا دیا ہوا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں نبی نہ آیا ہو اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ خدا رب العالمین ہے۔ کسی ایک قوم کا رب نہیں ہے۔ وہ ہر ایک انسان کو خواہ وہ کافر ہو یا مومن، افریقہ میں ہو یا امریکہ میں، ایشیا میں ہو یا یورپ میں خوراک پہنچاتا ہے۔ آنکھیں اور دیگر اعضاء دیتا ہے۔ اس کا سورج سب کو برابر روشنی پہنچاتا ہے۔ اس کا مینہ سب جگہ برستا ہے۔ اس کا پانی سب کی پیاس بجھاتا ہے پھر کیونکر ممکن ہے جو خدا جسمانی طور پر سب کی ربوبیت کرتا ہے وہ روحانی طور پر ایسا بخیل ہو کہ کسی ایک قوم اور ملک میں تو رسول اور نبی اور اوتار بھیجے مگر دوسرے میں نہ بھیجے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی انسانوں کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ کیوں نہ انہیں گھوڑے گدھے بنا دیا کیونکہ جب انسان پیدا کیا تھا تو یہ بھی ضروری تھا کہ اس کی روحانی ضروریات کے سامان بھی پیدا کرتا اور جس طرح اس نے آنکھیں دے کر ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے سورج پیدا کیا تھا اسی طرح جب اس نے دماغ دیا تھا تو اس کے لیے مذہب بھی بتاتا۔

> **اسلام خدا تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں ربّ العالمین مانتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت ہمیشہ سے تمام اقوام کے لیے رہی ہے اور کسی زمانہ سے مخصوص نہیں**

ہر قوم میں نبی

قرآن کریم کی تعلیم بتاتی ہے اور واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ تمام دنیا میں نبی آئے ہیں لِکُلِّ قَوۡمٍ ہَادٍ (الرعد: 8) اور اس وقت تک کہ ایک ایسا مذہب نہ آیا جو تمام جہان کو تعلیم دے سکتا تھا۔ مختلف ممالک اور اقوام میں نبی آتے رہے کیوں؟ اس لیے کہ ہر قوم کے نبی صرف اپنی ہی قوم کے لیے آتے تھے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیاء صرف اپنی ہی قوم کے لیے آئے اور ان کے سپرد اپنی ہی قوم کی تربیت کی گئی۔ جیسا کہ بائبل سے پتہ لگتا ہے کہ جب حضرت مسیح کے پاس ایک غیر قوم کی عورت نے آ کر کہا کہ ”اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر“ تو انہوں نے کہا کہ ”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔“ پھر اس نے کہا ”اے خداوند میری مدد کر“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔“ (متی باب 15 آیت 22 تا 26 برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ 1922ء) یہاں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ میں بنی اسرائیل کے سوا اَور کسی کو ہدایت دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ اسی طرح دیگر اقوام میں بھی ایسی ایسی باتیں ملتی ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں جو نبی بھیجے گئے وہ صرف ان ہی کے لیے تھے۔

تمام دنیا کے لیے نبی

اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی اپنی قوم کو ہی تعلیم دیتے حتی کہ وہ نبی آجائے جس نے کہا کہ میں تمام دنیا کے لیے بھیجا گیا ہوں اور یہ دعویٰ اگر کسی نبی نے کیا ہے تو وہ ہمارے آنحضرتؐ ہی ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ مجھے دوسرے نبیوں کی نسبت پانچ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ مگر میں تمام جہانوں کے لیے ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی جعلت لی الارض مسجداً و طھوراً) یہ دعویٰ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کیا کہ میں ساری دنیا کے لیے ہوں اور کسی قوم کا یہ کہنا کہ ہمارا نبی تمام دنیا کے لیے آیا تھا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ اس طرح تو مدعی سست گواہ چست والی مثل صادق آئے گی۔ اب بے شک عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت مسیح تمام دنیا کے لیے بھیجے گئے تھے لیکن ان کے اپنے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجے گئے تھے اور ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بعثت سارے جہان کے لیے نہ تھی۔ پس یہ بعد کی بنائی ہوئی بات ہرگز سند نہیں ہو سکتی کہ وہ سارے جہان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح کسی نبی کا ایسا دعویٰ کسی اَور مذہبی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن کے سوا اَور کوئی کتاب خدا کی طرف سے نہیں آئی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت جتنے مذہب سچے اور خدا کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں ان کی ابتدا خدا کی طرف سے ہوئی ہے اور ان میں جو کتابیں بھیجی گئیں وہ بھی ابتدا میں سچی تھیں لیکن موجودہ صورت میں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے اور نہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ہمیشہ کے واسطے ہیں۔ یہ دعویٰ صرف قرآن کریم کا ہی ہے اور یہ ایسا دعویٰ ہے جو ربّ العالمین خدا کی شان کے شایان ہے اور جو لوگ اس کے خلاف تعلیم پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اگر وہ اس صفت کو مدنظر رکھتے تو کبھی حق سے دور نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں متوجہ کرتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر پہلے فضل اور انعام کیا کرتا تھا اب بھی کرے۔ جو سامان ان کی ربوبیت کے پہلے پیدا کرتا تھا اب بھی پیدا کرے۔

خدا تعالیٰ رب العالمین یعنی سب جہانوں کا رب ہے۔ ان جہانوں میں ہم لوگ بھی جو اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں شامل ہیں۔ پس ضروری ہے کہ جس طرح پہلے زمانوں میں انسان کی روحانی ترقی کے لیے خدا تعالیٰ سامان کیا کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرے۔

قرآن کے بعد کوئی شریعت نہیں آسکتی

لیکن اب چونکہ اس نے ایک کامل اور مکمل کتاب بھیج دی ہے اس لیے یہ ضروری نہ تھا کہ اس کے بعد کوئی اَور کتاب بھی نازل کرے۔ دیکھیے ایک ڈاکٹر کسی مریض کو نسخہ دے اور پھر اس میں کوئی نقص دیکھے یا مریض کے مناسب حال نہ ہو تو اس کو بدل دے گا اور اس کی بجائے اور تجویز کرے گا لیکن اگر وہ نسخہ کامل ہو اور اس سے بیمار کو صحت بھی حاصل ہو تو پھر اس کو تبدیل نہیں کرے گا بلکہ بڑے زور سے تاکید کرے گا کہ اسے اچھی طرح استعمال کیا جائے۔ قرآن کریم سے پہلے جو کتابیں آئیں وہ چونکہ سارے جہان کے لیے نہ تھیں اور نہ ہی ہمیشہ کے لیے تھیں بلکہ وقتی اور قومی طور پر آئی تھیں اس لیے ان کے بعد اور کتابیں بھی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں لیکن جب ایک کامل کتاب سارے جہانوں کے لیے اور ہمیشہ کے لیے نازل ہو گئی تو پھر کسی اَور کتاب کے نازل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ پس جہاں ربّ العالمین کی صفت سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہر زمانہ میں ایسے انسان آتے رہے ہیں جو لوگوں کی روحانی اصلاح کرتے تھے وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اب بھی دنیا کی اصلاح کے لیے اس قسم کے آدمی آتے رہنے چاہئیں اور جو لوگ روحانی ترقی کے لیے کوشش کریں ان کی ترقی کے لیے دروازے کھلے رہنے چاہئیں گو اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدہ:4) کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا

......باقی صفحہ 09 پر......

خطبہ جمعہ

اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشیں تذکرہ

اپنے کام کے ماہر، سلیقہ اور انہماک کے ساتھ باسٹھ سال کے قریب وقفِ زندگی کی روح کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق پانے والے، سابق اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری (ربوہ) مکرم باؤ محمد لطیف صاحب کی وفات، مرحوم کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31/ جنوری 2020ء بمطابق 31/ صلح 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، ٹلفورڈ، (سرے) یو کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج جن صحابی کا مَیں ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت ابوطلحہؓ۔ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا اصل نام زید تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا اور یہ قبیلے کے نقیب تھے۔ آپؓ اپنی کنیت ابوطلحہ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ کے والد کا نام سہل بن اسود اور والدہ کا نام عبادہ بنت مالک تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ آپؓ غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت ابوطلحہؓ کا رنگ گندمی اور قد متوسط تھا، درمیانہ تھا۔ آپؓ نے کبھی سر اور داڑھی کے بالوں پر خضاب نہیں لگایا۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴ ابو طلحہؓ انصاری، جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ زید بن سہلؓ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء) جس طرح بال تھے ویسے ہی رکھے۔

حضرت انسؓ حضرت ابوطلحہؓ کے ربیب یعنی بیوی کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے۔ حضرت اُمِ سُلَیمؓ کے پہلے خاوند مالک بن نَضر تھے۔ ان کے فوت ہونے کے بعد حضرت ابوطلحہؓ سے ان کی شادی ہوئی جن سے ان کے ہاں عبداللہ اور ابوعمیر کی ولادت ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 124 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 383 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلاۃ جِلد 4 صفحہ 124 مطبوعہ دار الکتبِ العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے اُمِ سُلَیم کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اُمِ سُلَیمؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے آپ جیسے آدمی سے نکاح کا انکار نہ ہوتا لیکن آپ مشرک ہیں اور مَیں مسلمان۔ یہ سنن نسائی کی روایت ہے اَور مَیں مسلمان عورت ہوں۔ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ مَیں آپ سے نکاح کروں۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں تو یہی میرا مہر ہو گا اور مَیں اس کے سوا کچھ نہیں مانگوں گی۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اسلام قبول کر لیا اور یہی ان کا مہر مقرر ہوا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ مَیں نے اسلام میں آج تک کسی عورت کے بارے میں نہیں سنا کہ اس کا مہر ایسا قابلِ عزت ہو جیسا کہ اُمِ سُلَیمؓ کا مہر تھا۔

(سنن النسائی کتاب النکاح باب التزویج علی الاسلام حدیث: 3341)

حضرت ابوطلحہؓ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن سردارانِ قریش میں سے چوبیس آدمیوں کی نسبت حکم دیا اور انہیں بدر کے کنووں میں سے ایک ناپاک کنویں میں ڈال دیا گیا اور آپؐ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان میں تین راتیں قیام فرماتے۔ جب آپؐ بدر میں ٹھہرے اور تیسرا دن ہوا تو آپؐ نے اپنی اونٹنی پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا چنانچہ اس پر کجاوہ باندھا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور آپؐ کے صحابہ بھی آپؐ کے ساتھ چلے اور کہنے لگے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپؐ کسی غرض کے لیے چلے تھے۔ آپؐ اسی کنویں کی منڈیر پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے جہاں ان چوبیس آدمیوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں۔ بند کنواں تھا۔ آپؐ ان کے اور ان کے باپوں کے نام لے کر پکارنے لگے کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے! اے فلاں، فلاں کے بیٹے! کیا اب تم کو اس بات سے خوشی ہو گی کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی کیونکہ ہم نے تو سچ سچ پا لیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ آیا تم نے بھی واقعی وہ پا لیا ہے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ ابوطلحہؓ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ ان لاشوں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں جان نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! کہ تم ان سے زیادہ ان باتوں کو نہیں سن رہے جو مَیں کہہ رہا ہوں یعنی یہ باتیں اب اللہ تعالیٰ آگے ان تک پہنچا بھی رہا ہے کہ کیا تمہارا بد انجام ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث: 3976)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب احد کی جنگ ہوئی تو لوگ شکست کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے اور حضرت ابوطلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپؐ کو اپنی ڈھال سے آڑ میں لیے کھڑے رہے۔ اور حضرت ابوطلحہؓ ایسے تیر انداز تھے کہ زور سے کمان کھینچا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں۔ یعنی اتنی زور سے کھینچتے تھے کہ کمان ٹوٹ جاتی تھی اور جو کوئی آدمی تیروں کا ترکش اپنے ساتھ لیے گزرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے کہ ابوطلحہؓ کے لیے پھینک دو یعنی کہ دوسروں کو بھی نصیحت کرتے کہ یہ بہت تیر انداز ہیں۔ اپنے تیر بھی انہی کو دے دو۔ یہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر لوگوں کو دیکھتے تو حضرت ابوطلحہؓ کہتے

> **مَیں نے اسلام میں آج تک کسی عورت کے بارے میں نہیں سنا کہ اس کا مہر ایسا قابلِ عزت ہو جیسا کہ اُمِ سُلَیمؓ کا مہر تھا**

بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا يُصِيْبُكَ سَهْمٌ، نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! سر اٹھا کر نہ دیکھیں۔ مبادا ان لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے سامنے ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا ... الخ حدیث 4064)

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 384-385 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ ایک ہی ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور حضرت ابوطلحہؓ اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھانکتے اور ان کے تیر پڑنے کی جگہ کو دیکھتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ پہلی بھی بخاری کی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب المجن ومن یترس بترس صاحبہ حدیث: 2902)

غزوۂ احد میں حضرت ابوطلحہؓ کے اس شعر کے پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے کہ

وَجْهِيْ	لِوَجْهِكَ	الْوِقَاءُ
وَنَفْسِيْ	لِنَفْسِكَ	الْفِدَاءُ

میرا چہرا آپؐ کے چہرے کو بچانے کے لیے ہے اور میری جان آپؐ کی جان پر قربان ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 4 مسند انس بن مالك حدیث: 13781 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے کوئی لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے تا مَیں خیبر کا سفر کروں۔ حضرت

ابوطلحہؓ سواری پر مجھے یعنی حضرت انسؓ کو پیچھے بٹھا کر لے گئے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں مَیں اس وقت لڑکا تھا اور بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جب آپؐ اترتے مَیں اکثر آپؐ کو یہ دعا مانگتے سنا کرتا تھا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ کہ اے میرے اللہ !مَیں تیری پناہ لیتا ہوں غم واندوہ سے درماندگی اور سستی سے اور بخل اور بزدلی سے اور قرض داری کے بوجھ سے اور لوگوں کی سختی سے۔

(صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر باب من غزا بصبی للخدمۃ حدیث 2893)

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ یہ حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ پہلی بھی بخاری کی تھی اور یہ بھی بخاری کی ہی ہے۔حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے۔ آپؐ کا کوئی خادم نہ تھا۔حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! انس سمجھ دار لڑکا ہے۔ یہ آپؐ کی خدمت کرے گا۔حضرت انسؓ کہتے تھے چنانچہ مَیں نے سفر میں بھی آپؐ کی خدمت کی اور حضر میں بھی۔ جو کام بھی مَیں کرتا آپؐ مجھے کبھی نہ فرماتے تُو نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور جو کام مَیں نے نہ کیا ہوتا اس کی نسبت آپؐ مجھے کبھی نہ فرماتے کہ تم نے اس کو اس طرح کیوں نہیں کیا یعنی کبھی کوئی روک ٹوک نہیں کی۔

حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! انس سمجھ دار لڑکا ہے۔ یہ آپؐ کی خدمت کرے گا

(صحیح بخاری کتاب الوصایا باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر ...الخ حدیث 2768)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپؐ عُسفان (عُسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔) وہاں سے لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ نے حضرت صفیہ بنت حُیَی کو پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ کی اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور دونوں گر پڑے۔حضرت ابوطلحہؓ یہ دیکھ کر فوراً اونٹ سے کُودے اور بولے یا رسول اللہؐ! مَیں آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور وہ کپڑا ان پر ڈالا یعنی ان کو پردے کا اتنا لحاظ تھا اور ان دونوں کی سواری درست کی جس پر وہ سوار ہو گئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ بنالیا۔ جب ہم مدینے کی بلندی پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیِبُوْنَ تَاۤئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ ہم لوٹ کر آنے والے ہیں۔ ہم اپنے رب کے حضور توبہ کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی ستائش کرنے والے ہیں۔

آپؐ اس وقت تک کہ مدینے میں داخل ہوئے یہی کلمات فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر باب ما یقول اذا رجع من الغزو حدیث:3085)

(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 172 از علامہ وحید الزمان نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ جبکہ آپؐ غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے اور آپؐ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ تھیں تو راستے میں اونٹ بدک گیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ دونوں گر گئے۔حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا اونٹ آپؐ کے پیچھے ہی تھا۔ وہ فوراً اپنے اونٹ سے کود کر آپؐ کی طرف گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میری جان آپؐ پر قربان آپؐ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟ جب ابوطلحہؓ آپؐ کے پاس پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطلحہ! پہلے عورت کی طرف، پہلے عورت کی طرف۔'' دو دفعہ فرمایا ''وہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے'' جب آپؐ کی جان کا سوال ہو تو اس وقت انہیں کوئی اَور کیسے نظر آسکتا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور پہلے عورت کو اٹھاؤ۔''

(اسوۂ حسنہ، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 126،127)

یہ واقعہ آپؓ نے اس وقت بیان فرمایا جب آپ عورت کے حقوق کے بارے میں بیان فرما رہے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا اور ہم نے اس کے قریب جا کر صبح کی نماز پڑھی جبکہ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابوطلحہؓ بھی سوار ہوئے اور مَیں حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ پیچھے سوار تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلی میں گھوڑا دوڑایا اور میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کے ساتھ چُھو رہا تھا۔ دونوں اتنے قریب قریب تھے اور پھر آپؐ نے گرمی کی وجہ سے یا ویسے آرام کی وجہ سے اپنی ران سے اپنا تہ بند ہٹایا یعنی ٹانگ سے، گھٹنے سے ذرا اوپر کیا تو کہتے ہیں یہاں تک کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھی۔ ران سے مراد یہاں گھٹنے سے اوپر کا حصہ ہے۔ جب آپ گاؤں میں داخل ہوئے اور فرمایا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّآ اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ ڈالتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے جن کو قبل از وقت عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا ہو۔

یہ آپؐ نے تین بار فرمایا۔

حضرت انسؓ کہتے تھے کہ لوگ اپنے کاموں کے لیے باہر نکلے تو انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور عبدالعزیز کہتے تھے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے محمدؐ کے ساتھ خمیس کا لفظ بھی کہا تھا یعنی فوج۔حضرت انسؓ کہتے تھے کہ ہم نے اسے لڑ کر فتح کیا اور قیدیوں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت دحیہ کلبیؓ آئے اور کہا اے اللہ کے نبیؐ! مجھے ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور ایک لڑکی لے لو۔ انہوں نے حُیَی کی بیٹی صفیہ لی۔ اس پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ نے دحیہ کو قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حُیَی دی ہے۔ وہ تو صرف آپؐ ہی کے لائق ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے مع صفیہؓ بلا لاؤ۔ وہ صفیہؓ کو لے آئے اور حضرت دحیہؓ بھی ساتھ تھے۔ آپؐ نے حضرت دحیہؓ کو فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے کوئی اَور تم لے لو۔حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور پھر ان سے شادی کی۔ اس پر حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ابوحمزہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مہر دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر تھا۔ آخر جب آپؐ ابھی راستے میں ہی تھے تو حضرت ام سُلیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو آپؐ کی خاطر آراستہ کیا اور پھر وہاں شادی ہوئی۔ وہاں آپؐ کے پاس بھیج دیا اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے لے آئے اور آپؐ نے چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا۔ کوئی شخص کھجوریں لانے لگا، کوئی گھی۔عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ستو کا بھی ذکر کیا تھا۔ کہتے تھے پھر انہوں نے ان سب کو آپس میں ملا کر گوندھ دیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے کی دعوت تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفخذ حدیث 371)

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آتا ہے کہ قلعہ کی فتح کے بعد حضرت صفیہؓ دحیہؓ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرامؓ نے، بہت سارے صحابی، ایک صحابی نہیں کافی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان کی تعریف و توصیف کرنی شروع کی اور یہ بھی کہا کہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت صفیہؓ کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ آپؐ اپنے لیے انہیں منتخب فرمالیں۔ آپؐ ان سے شادی کریں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کے پاس پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض حضرت صفیہؓ کو خرید کر انہیں اُمِ سُلیمؓ کے حوالے کیا تا کہ وہ انہیں اپنے ساتھ رکھیں۔ پھر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپؐ نے پھر ان سے شادی کر لی۔

اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔خیبر ویران ہو گیا
ہم جب کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ ڈالتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے جن کو قبل از وقت عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا ہو

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 8 صفحہ 97-98 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا تو اس کافر کا مال و اسباب اسی شخص کو ملے گا۔ اس دن حضرت ابوطلحہؓ نے بیس کافروں کو قتل کیا اور ان کا سامانِ بھی لیا اور حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت اُمِ سُلیمؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ انہوں نے پوچھا اے اُمِ سُلیمؓ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر میرے قریب آئے تو مَیں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ یہ سنن ابو داؤد کی روایت ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجھاد باب فی السلب یعطی القاتل حدیث 2718)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لشکر میں تنہا ابوطلحہؓ کی آواز ایک جماعت پر بھاری ہوتی ہے۔ بعض دوسری روایات میں ایک جماعت کی بجائے مِأَةَ رَجُل یعنی ایک سو آدمیوں اور أَلْف

رَجُل یعنی ایک ہزار آدمی کا بھی ذکر ملتا ہے کہ ان کی اتنی بلند آواز تھی۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 4 صفحہ 286 مسند انس بن مالک حدیث: 12119 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 4 صفحہ 261 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2010ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 383 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت ابوطلحہؓ 34 ہجری میں مدینے میں فوت ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت آپؓ کی عمر ستر سال تھی جبکہ اہل بصرہ کے نزدیک آپؓ کی وفات ایک سمندری سفر کے دوران ہوئی اور ایک جزیرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 385 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کی وجہ سے نفلی روزہ نہیں رکھا کرتے تھے تا کہ طاقت کم نہ ہو جائے اور حضرت انسؓ مزید فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مَیں نے سوائے عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن کے کبھی ان کو بے روزہ نہیں دیکھا۔ اس کے بعد پھر باقاعدگی سے روزے رکھنے لگ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب من اختار الغزو علی الصوم حدیث: 2828)

حضرت ابوطلحہؓ کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے اپنی ازواج کی طرف کسی کو بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا ہمارے پاس سوائے پانی کے اَور کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مہمان کو کون اپنے ساتھ رکھے گا یا فرمایا اسے کون مہمان ٹھہرائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص بولا مَیں۔ چنانچہ وہ اسے اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی نہایت اچھی خاطر تواضع کرو۔ وہ بولی ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں مگر اتنا ہی کھانا ہے جو میرے بچوں کے لیے مشکل سے کافی ہو۔ اس نے کہا اپنے اس کھانے کو تیار کر لو اور چراغ بھی جلاؤ اور اپنے بچوں کو جب وہ شام کا کھانا مانگیں سلا دینا۔ چنانچہ اُس نے اپنا کھانا تیار کیا اور چراغ کو جلایا۔ پھر اپنے بچوں کو سلا دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھی جیسے چراغ درست کرتے ہیں تو اس نے اس کو بجھا دیا۔ وہ دونوں اس مہمان پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں مگر ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپؐ نے فرمایا آج رات اللہ ہنس پڑا یا فرمایا تمہارے دونوں کے کام سے بہت خوش ہوا اور اللہ نے یہ وحی نازل کی کہ

حضرت ابوطلحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد کی وجہ سے نفلی روزہ نہیں رکھا کرتے تھے تا کہ طاقت کم نہ ہو جائے اور حضرت انسؓ مزید فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مَیں نے سوائے عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن کے کبھی ان کو بے روزہ نہیں دیکھا

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔
(الحشر: 10)

اور وہ خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قول اللہ ویؤثرون علی انفسھم ...... الخ حدیث 3798)(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار جلد 16 صفحہ 364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جب بال اتروائے تو حضرت ابوطلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لیے۔

(صحیح البخاری کتاب الوضوء باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان حدیث: 171)

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت ام سُلیمؓ سے کہا۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کمزور سنی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ آپؐ کو بھوک ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ حضرت اُمِ سُلیمؓ نے کہا ہاں۔ یہ کہہ کر جَو کی کچھ روٹیاں نکال لائیں۔ پھر انہوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکالی۔ انہوں نے روٹیوں کو اس کے ایک کنارے میں لپیٹ دیا اور وہ میرے ہاتھ میں دے دیں اور اوڑھنی کا کچھ حصہ میرے بدن پر لپیٹ دیا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجھے بھیجا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ مَیں وہ لے کر چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا۔ آپؐ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ مَیں پاس کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا ابوطلحہؓ نے تجھے بھیجا ہے؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ مَیں نے کہا جی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا جو آپؐ کے پاس تھے کہ چلو اٹھو۔ بجائے وہ کھانا لینے کے آپؐ نے ان کو بھی ساتھ لیا۔ وہ کھانا لے کر ہی آپؐ چل پڑے اور مَیں آپؐ کے آگے ہی چل پڑا اور حضرت ابوطلحہؓ کے پاس پہنچا اور ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ادھر ہی آ رہے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ کہنے لگے کہ اُمِ سُلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے آئے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو اُن کو کھلائیں۔ چند روٹیاں تھیں وہ تو بھیج دی تھیں۔ وہی واپس آ رہی ہیں۔ وہ بولیں اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ گئے اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ پھر آپ جلدی جلدی گھر سے گئے۔ حضرت انسؓ پہلے پہنچ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ حضرت ابوطلحہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمِ سُلیم! جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ وہ روٹیاں لے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا توڑو ان کو۔ وہ توڑی گئیں۔ حضرت اُمِ سُلیمؓ نے گھی کی ایک کُپی نچوڑی اور اس کو بطور سالن ان کے سامنے پیش کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں پر دعا کی جو دعا اللہ نے چاہی کہ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور پھر باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور انہوں نے اتنا کھایا کہ ان کے پیٹ بھر گئے۔ وہ باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس اَور آدمیوں کو اجازت دو۔ ان کو اجازت دی اور لوگوں نے اتنا کھانا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے اور باہر چلے گئے۔ غرض ان سب لوگوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا اور وہ لوگ ستّر یا اسّی آدمی تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث: 3578)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکات کا بھی یہاں ذکر ملتا ہے۔ یہی وہ روایت ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ مدینے میں تمام انصاریوں سے کھجوروں کے زیادہ باغ رکھتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ پیاری جائیداد بیرحاء کا باغ تھا جو مسجد کے سامنے تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آیا کرتے تھے اور وہاں کا صاف ستھرا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ جب یہ آیت اتری کہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (آل عمران: ۹۳)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور میری جائیداد میں سے مجھے سب سے پیارا باغ بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ اب مَیں اللہ کے لیے صدقہ دیتا ہوں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ کے ہاں مقبول نیکی ہو گی اور بطور ذخیرے کے ہو گی۔ اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو سمجھائے وہاں اسے خرچ کریں۔ آپؐ نے فرمایا شاباش یہ فائدہ دینے والا مال ہے یا فرمایا ہمیشہ رہنے والا مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے مَیں نے سن لیا ہے۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے قریبیوں میں ہی بانٹ دو۔ ابوطلحہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں ایسے ہی کیے دیتا ہوں۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے اس باغ کو اپنے قریبیوں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الوصایا باب اذا وقف ارضا لم یبین الحدود فھو جائز ...... الخ حدیث 2769)

حضرت ابوطلحہؓ کو یہ اعزاز اور سعادت بھی حاصل ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اس کی قبر میں اترے اور حضورؐ کی صاحبزادی کی نعشِ مبارک کو قبر میں اتارا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض...... الخ حدیث 1285)

وہ دونوں اس مہمان پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں مگر ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپؐ نے فرمایا آج رات اللہ ہنس پڑا

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مدینہ والے یکا یک گھبرا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو آہستہ چلتا تھا یا یہ کہا کہ جس کی رفتار سست تھی۔ جب آپؐ لَوٹے تو آپؐ نے حضرت ابوطلحہؓ کو فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے گھوڑے کو ایک دریا پایا ہے۔ بہت تیز چلتا ہے۔ اس کے بعد اس گھوڑے کا چلنے میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب الفرس القطوف حدیث 2867)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مل جل جاتے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی سے مزاحاً فرماتے کہ اے ابوعمیر! نُغَیر نے کیا کِیا؟ ابو عمیر نے ایک چڑیا پالی ہوئی تھی۔ نُغَیر چڑیا کو کہتے ہیں۔ وہ مر گئی تو ان کو اس کا بڑا صدمہ تھا۔ وہ یا اڑ گئی یا مر گئی۔ تو بہر حال مذاقاً اسے یہ فرماتے تھے۔ اس کی وجہ سے اس بچے کو چھیڑتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہوتے تو آپؐ اس بستر کو بچھانے کا حکم فرماتے جس پر آپؐ تشریف فرما ہوتے۔ چنانچہ ہم اس کو بچھاتے اور صاف کرتے۔ پھر آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور ہم آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح حدیث **3720**)

(صحیح البخاری کتاب الادب باب الکنیة للصبی وقبل ان یولد للرجل حدیث **6203**)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابوطلحہ انصاریؓ کی ولادت ہوئی۔ ان کے بھائی کی، ابوطلحہؓ کے بیٹے کی جو ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھے تو مَیں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عباء اوڑھے ہوئے تھے اور اپنے اونٹ کو تارکول لگا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ مَیں نے عرض کیا جی ہاں۔ مَیں نے چند کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں جنہیں آپؐ نے منہ میں ڈالا اور پھر انہیں اچھی طرح چبایا۔ پھر بچے کا منہ کھولا اور اسے بچے کے منہ میں ڈالا تو وہ بچہ اسے چوسنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کی کھجور سے محبت۔ یعنی بچے کو بھی یہ پسند آئی اور آپؐ نے اس بچے کا نام عبد اللہ رکھا۔

(صحیح مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته وحمله...الخ حدیث **(2144)**)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ باہر گئے تو بچے کی وفات ہوگئی۔ جب حضرت ابوطلحہؓ واپس لوٹے تو انہوں نے بیوی سے پوچھا: بیٹے کا کیا حال ہے؟ حضرت اُمِ سُلیمؓ نے کہا کہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر انہوں نے رات کا کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھایا۔ رات گزاری اور پھر بتایا کہ بچے کی وفات ہوگئی ہے اس کو جا کے دفنا آؤ۔ چنانچہ صبح حضرت ابوطلحہؓ نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اولاد کی دعا دی اور اس کے بعد پھر ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔

(صحیح مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته وحمله...الخ حدیث **(2144)**)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعے کا یوں تذکرہ فرمایا ہے کہ مومن کے لیے جان کی قربانی پیش کرنا درحقیقت چیز ہی کوئی نہیں ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ غالب کے متعلق لوگ بحثیں کرتے ہیں کہ وہ شراب پیا کرتا تھا یا نہیں پیا کرتا تھا مگر آپؓ فرماتے ہیں میرا تو وہ رشتے دار ہے اور مَیں نے اپنی نانیوں اور پھوپھیوں سے سنا ہوا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا۔ تو ایسا شخص جو شراب کا عادی تھا وہ بھی کہتا ہے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتے ہیں تو کیا ہوا۔ یہ جان بھی تو اسی کی دی ہوئی تھی۔ پس خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اگر کوئی شخص جان بھی دے دیتا ہے تو وہ کوئی بڑی قربانی نہیں کرتا کیونکہ وہ جان بھی اسی کی چیز ہے اور کسی کی امانت کو واپس کر دینا بڑی قربانی نہیں ہوتا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایک صحابیہ ام سلیمؓ کا ہی یہ قصہ آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر ابوطلحہؓ کو کسی اسلامی خدمت کے سلسلہ میں باہر بھیجا۔ ان کا بچہ بیمار تھا اور ان کو اپنے بچے کی بیماری کا قدرتی طور پر فکر تھا۔ وہ صحابیؓ جب واپس آئے تو ان کی غیر حاضری میں ان کا بچہ فوت ہو چکا تھا۔ ماں نے اپنے مردہ بچے پر کپڑا ڈال دیا۔ وہ نہائی، دھوئی اور خوشبو لگائی اور بڑے حوصلے کے ساتھ اس نے اپنے خاوند کا استقبال کیا۔ وہ صحابیؓ جب گھر آئے تو انہوں نے آتے ہی سوال کیا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ اس صحابیہؓ نے جواب دیا بالکل آرام سے ہے۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر تسلی کے ساتھ آرام سے لیٹ گئے اور تعلقات زوجیت بھی پورے کیے۔ جب وہ اپنی بیوی سے مل چکے تو بیوی نے کہا کہ مَیں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ خاوند نے جواب دیا کیا؟ بیوی نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس امانت رکھ جائے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ چیز واپس لینا چاہے تو کیا وہ چیز اسے واپس کی جائے یا نہ کی جائے؟ انہوں نے جواب دیا وہ کون بیوقوف ہوگا جو کسی کی امانت کو واپس نہیں کرے گا۔ بیوی نے کہا آخر اسے افسوس تو ہوگا کہ مَیں امانت واپس کر رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا افسوس کس بات کا؟ وہ چیز اس کی اپنی نہیں تھی۔ اگر وہ اسے واپس کر دے تو اسے کیا افسوس ہو سکتا ہے۔ بیوی نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے تو ہمارا بچہ جو خدا تعالیٰ کی ایک امانت تھی اسے خدا تعالیٰ نے ہم سے واپس لے لیا۔ اور یہ حوصلہ تھا جو اس وقت کی عورتوں میں پایا جاتا تھا۔ پس جان کا دینا تو کوئی چیز ہی نہیں خصوصاً مومن کے لیے تو یہ ایک معمولی بات ہوتی ہے۔

(ماخوذ از تقریر جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ لاہور 1948ء، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 53-54)

ہم نے تو تمہارے گھوڑے کو ایک دریا پایا ہے

پھر جو حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا دی بعد میں ان کے بچے پیدا ہوئے۔ فوری طور پر کچھ عرصے بعد ان کا بیٹا پیدا ہوا اور پھر اتنا نوازا اللہ تعالیٰ نے کہ انصار میں سے ایک شخص نے روایت کی ہے کہ مَیں نے حضرت ابوطلحہ کے نو بچے دیکھے اور وہ سب نو لڑکے قرآن کے قاری تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة حدیث: **1301**)

عاصم احول بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ حضرت انسؓ کے پاس دیکھا۔ اس میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ حضرت انسؓ نے اسے چاندی سے جوڑ دیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت چوڑا اور عمدہ لکڑی کا بنا ہوا پیالہ تھا۔ حضرت انسؓ نے بتایا کہ مَیں نے اس پیالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ وہ پیالہ لوہے کی تار سے جڑا ہوا تھا۔ حضرت انس نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی سے جڑوا دیں لیکن حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے کہا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے ارادہ چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الاشربه باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآنیته حدیث: **5638**)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آنے والے شخص نے آ کر خبر دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس شخص کی خبر سنتے ہی کہا کہ اے انس! ان مٹکوں کو توڑ دو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے مٹکوں کے نچلے حصوں پہ ایک پتھر سے مار کے انہیں توڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب اخبار الاحاد باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق فی الاذان حدیث: **7253**)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینے میں ایک شخص تھا جو لحد بناتا تھا اور ایک اَور تھا جو سیدھی قبر بناتا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کو بلا بھیجتے ہیں۔ دونوں میں سے جو بعد میں آئے گا اس کو ہم چھوڑ دیں گے۔ یعنی جو پہلے آئے گا اس سے کام کروالیں گے۔ چنانچہ دونوں کی طرف پیغام بھیجا گیا تو لحد والا پہلے آیا اس پر صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد بنائی۔ اس کی شرح میں علامہ بُوصیری نے لکھا ہے کہ لحد والی قبر بنانے والے حضرت ابوطلحہؓ تھے اور سیدھی قبر بنانے والے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الشق حدیث ۱۵۵۷)

(شرح سنن ابن ماجہ جزء ۱ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الشق صفحہ ۶۱۷ بیت الافکار الدولیہ اردن ۲۰۰۷ء) یہ ان کا مکمل ذکر ہے۔

اب ایک مختصر ذکر مَیں ایک مرحوم کا کروں گا اور نماز کے بعد ان کا جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ مکرم باؤ محمد لطیف صاحب امرتسری ابن حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ان کی وفات 26/ جنوری 2020ء کو ربوہ میں نوّے سال کی عمر میں ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ آپ سلسلے کے معروف مبلغ محترم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ باؤ لطیف صاحب کے والد محترم میاں نور محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ وہ اوائلِ جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں باؤ لطیف صاحب کو لے کر گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں جوانی میں ہی وقف کے لیے پیش کیا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے انہیں کہا کہ آپ کے دو بیٹے ہیں۔ پہلے ایک بیٹا مربی ہو کے وقفِ زندگی ہے۔ یہ بھی ساری عمر وقفِ زندگی کی طرح ہی کام کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے وقف کی طرح ہی کام کیا۔ آپ کو ساڑھے چار سال بطور کلرک محکمہ ریلوے میں ملازمت کے بعد اکتوبر 1952ء میں آپ نے اپنے آپ کو بطورِ کارکن سلسلے کی خدمت کے لیے پیش کیا۔ 1952ء سے خدمتِ سلسلہ کی توفیق ملی اور ابتدائی تقرر نظارت بیت المال میں ہوا۔ پھر 1954ء میں دفتر روزنامہ الفضل میں تبادلہ ہوا۔ 61ء میں آپ کی ڈیوٹی بطور محرر پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دورِ خلافت کے آخری تین سال پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد بھی ربوہ میں دفتر پی۔ ایس

قائم رہا اور ابھی تک وہاں قائم ہے۔ 2014ء تک یہاں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اور 85ء میں ان کو اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کی خدمت دی گئی اور بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے اپنے یہ فرائض سرانجام دیے۔ ان کا کل عرصہ خدمت باسٹھ سال بنتا ہے جس میں سے تقریباً ترپن سال ان کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں مختلف حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔

اپنے کام کے بہت ماہر تھے۔ بڑے سلیقہ اور انہماک سے کام کیا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ دینی مطالعہ کا

مختلف وقتوں میں یہی مَیں نے اُن کو کرتے دیکھا ہے۔ بڑی محنت سے دفتر میں آتے تھے اور مغرب کے وقت بھی نماز پڑھنے دفتر سے آرہے ہیں، عشاء کے وقت بھی وہیں سے آرہے ہیں۔ بعض دفعہ فجر کے وقت بھی آرہے ہیں۔ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے۔ کبھی یہ پروا نہیں کی کہ گھر جانا ہے یا دفتر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اصل غرض تھی کام کہ جماعت کا کام کرنا ہے

بھی شوق تھا۔ سلسلہ کی کتب کا گہرا مطالعہ تھا۔ شوریٰ کے انتظامات کے سلسلہ میں ان کو خاص طور پر خلافتِ ثالثہ کے دور میں بھی اور بعد میں بھی بہت زیادہ خدمت کی توفیق ملی۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے ذمہ مختلف کاموں کی سرانجام دہی کے سلسلے میں خرید و فروخت کے حوالے سے بھی بڑی باریکی سے اور بڑی محنت سے جماعتی اموال کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے ہوئے چیزیں خریدا کرتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کو حفاظت مرکز قادیان کی بھی توفیق ملی۔ کچھ عرصہ یہ وہاں رہے۔ ان کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ ان کی وفات سے چند دن پہلے ان کی ایک بیٹی بھی وفات پا گئی تھیں جو ظریف احمد قمر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ ان کا ایک بیٹا ہے جو مربی بھی ہے۔ لندن میں ہی تین بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا عتیق احمد وہ بھی یہیں کام کر رہا ہے۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے کارکن رانا مبارک صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے بتیس سال ان کے ساتھ کام کیا اور عرصہ دراز تک مجلسِ مشاورت کے انتظامات کے سلسلہ میں بہت سا دفتری کام اکیلے ہی سرانجام دیتے رہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب بھی دنیاوی مشکلات اور پریشانیاں لاحق ہوں تو دعا کے ساتھ ساتھ اپنے دفتری کام میں زیادہ محو ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ کارکنوں سے بھی غلطی ہو جاتی تو بڑے پیار سے سمجھا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے کارکنان نے بھی یہی لکھا ہے کہ بہت محنت سے کام کرنے والے تھے۔ کارکنوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ انجمن کے قواعد پر آپ کو بڑی دسترس تھی۔ تحریر بھی بہت عمدہ تھی۔ لفظوں کا انتخاب بھی بڑا اچھا کیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نیا قلم لیتے تو پہلے اس سے بسم اللہ لکھا کرتے تھے پھر کام شروع کرتے اور وقت پر دفتر آنے کے بہت پابند تھے لیکن دفتر سے واپسی یہ نہیں کہ جب وقت ختم ہوا تو دفتر سے چلے گئے بلکہ جب تک کام نہیں ختم ہوتا تھا بیٹھے رہتے تھے اور بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے رہتے تھے اور اگلے دن صبح گھر جاتے تھے۔ جب مَیں وہاں ربوہ میں تھا تو مختلف وقتوں میں یہی مَیں نے اُن کو کرتے دیکھا ہے۔ بڑی محنت سے دفتر میں آتے تھے اور مغرب کے وقت بھی نماز پڑھنے دفتر سے آرہے ہیں، عشاء کے وقت بھی وہیں سے آرہے ہیں۔ بعض دفعہ فجر کے وقت بھی آرہے ہیں۔ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے۔ کبھی یہ پروا نہیں کی کہ گھر جانا ہے یا دفتر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اصل غرض تھی کام، کہ جماعت کا کام کرنا ہے۔ اور ایک بہت بڑی خصوصیت ان کی یہ بھی تھی کہ کبھی دوسروں سے کوئی معاملہ ڈسکس (discuss) نہیں کرتے تھے۔ جو خط ہوتا وہ بصیغۂ راز ہوتا اور ہمیشہ راز رکھا کرتے۔ اسی طرح ناصر سعید صاحب نے لکھا ہے کہ 74ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اسلام آباد قومی اسمبلی میں پیش ہوتے تھے تو یہ بھی اس میں پرائیویٹ سیکرٹری کے عملے کے طور پر وہاں تھے اور دفتری کام کے علاوہ یہ دوسروں کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ کارکنوں کے ساتھ مل کے برتن بھی دھو دیا کرتے تھے۔ غرض کہ بے نفس انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی اور نسل کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم کرے۔

☆...☆...☆

بقیہ: ربوبیت باری تعالیٰ......از صفحہ نمبر 4

از صفحہ نمبر 4

کی خبر کے ماتحت آئندہ کے لیے کسی شریعت جدیدہ کا دروازہ بند مانا جاوے گا۔

خدا کا اپنے بندوں سے کلام کرنا

مگر ضروری ہے کہ ایسے انسان ہوتے رہیں جو خدا تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کے سامان پیدا کرنے کا ثبوت ہوں ورنہ جس طرح یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہندوستان کے لوگوں کی پرورش کے تو سامان پیدا کیے تھے مگر ایران کے رہنے والوں کو یونہی چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی قابل قبول نہیں کہ آج سے ہزار دو ہزار سال پہلے تو خدا تعالیٰ انسانوں کی روحانیت کے سامان پیدا کرتا تھا مگر آج نہیں کرتا۔ پس خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی زمانہ میں بھی اپنے بندوں سے کلام کرنا بند نہیں کرتا لیکن اگر یہ مانا جائے کہ کبھی کلام الٰہی کا سلسلہ بند بھی ہو جاتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہم سے پہلے لوگوں کا جو خدا تھا وہ ہمارا خدا نہیں ہے مگر نہیں ہمارا ابھی وہی خدا ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو انعامات اس نے پہلے لوگوں پر کیے وہی ہم پر کرے اور جس طرح ان کو اپنے قرب کا شرف بخشا اسی طرح ہمیں بھی بخشے۔ پس الحمد للہ رب العالمین سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مذہب ہو سکتا ہے جو یہ تعلیم دے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کی روحانی تربیت کرتا ہے اور اسی طرح کرتا ہے جیسے پہلے کرتا تھا۔ ہاں اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کامل ہو چکی ہے البتہ یہ ضرورت ہے کہ اس پر عمل کرانے والے لوگ آتے رہیں اور جو زائد باتیں اس میں مل گئی ہوں ان کو دور کر کے اصل شریعت کو لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ یہی ایک ایسی بات ہے کہ جو تمام مذاہب کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ دیگر مذاہب خدا تعالیٰ کو رب العالمین کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے سوا باقی سب کو بالکل جھوٹا کہتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی روحانی ربوبیت مکان کے علاوہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ایسی محدود ہے کہ اب وہ بھی اس سے محروم ہیں مگر اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ اسلام خدا تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں رب العالمین مانتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت ہمیشہ سے تمام اقوام کے لیے رہی ہے اور کسی زمانہ سے مخصوص نہیں۔ ہاں وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اس وقت سوائے اس کے دیگر مذاہب خدا تک نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ اب اپنی اصلی حالت سے بگڑ گئے ہیں اور زمانہ حال کی ضروریات کے بھی مطابق نہیں اور اس بات کا تو خود ان کو بھی اقرار ہے کہ اس وقت ان پر چل کر فی الواقع کوئی شخص خدا تعالیٰ سے ملاقی نہیں ہو سکتا۔ پس خدا تعالیٰ کی صفت رب العالمین جس کے مخالفینِ اسلام بھی قائل ہیں اسلام کے دعویٰ کی تائید کرتی ہے۔

(...........باقی آئندہ)



امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ 13/ تا 18/ فروری 2020ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات میں سے چند ایک کی جھلک ہدیۂ قارئین ہے:

☆...**13/ فروری بروز جمعرات:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نمازِ ظہر سے واپسی پر اسلام آباد کی انتظامیہ کی جانب سے خریدی جانے والی ایک مشین کا معائنہ فرمایا۔

☆...**14/ فروری بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الفتوح، مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ کا دلنشین تذکرہ فرمایا نیز مکرم تاج دین صاحب ابن مکرم صدر دین صاحب (یوکے) کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر فرمایا اور ان کی نمازِ جنازہ حاضر پڑھائی۔

☆...**15/ فروری بروز ہفتہ:** نمازِ ظہر سے قبل کمرہ ملاقات عثمان چاؤ بلاک اسلام آباد میں سوئٹزرلینڈ سے آنے والے اطفال و خدام الاحمدیہ کے ایک وفد نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ دورانِ ملاقات ان اطفال و خدام نے اپنے پیارے آقا سے مختلف امور کے بارے میں سوالات پیش کر کے رہنمائی حاصل کی۔ بعد ازاں ممبرانِ وفد کا حضورِ انور کے ساتھ گروپ فوٹو ہوا۔

☆...**16/ فروری بروز اتوار:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نمازِ ظہر سے قبل ایوان مسرور، اسلام آباد میں منعقدہ گلشنِ وقفِ نَو (لجنہ) میں رونق افروز ہوئے۔ واقفاتِ نَو کے ساتھ ہونے والی یہ دلچسپ نشست نمازِ ظہر سے پہلے اختتام پذیر ہوئی۔

☆...**17/ فروری بروز سوموار:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نمازِ عصر کے بعد مکرم ثمر محمود احمد صاحب (پٹنی جماعت) کی موٹر کو متبرک فرمایا۔

ملاقات حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضورِ انور نے مورخہ 10/ تا 16/ فروری 2020ء کے دوران پانچ روز دفتری اور چھ روز ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ متعدد افسرانِ صیغہ جات، مربیانِ سلسلہ اور دیگر احباب نے حضورِ انور سے اپنی دفتری ملاقاتوں میں ہدایات اور رہ نمائی حاصل کی۔

ان ایّام میں 98/ فیملیز اور 64/ احباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ اس لحاظ سے ذاتی ملاقاتوں کی کل تعداد 162/ تھی۔ اپنے آقا سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے ان احبابِ جماعت کا تعلق درج ذیل 13/ ممالک سے تھا: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جرمنی، ناروے، بیلجیم، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، گوئٹے مالا، تنزانیہ، پاکستان، یوکے اور ایک عرب ملک۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

☆...☆...☆



(12/ فروری 2020ء) امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ سوئٹزرلینڈ کے ایک پادری Michael Fischer صاحب کی ملاقات ہوئی



(15/ فروری 2020ء) امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت معیت میں سوئٹزرلینڈ کے اطفال و خدام



(16/ فروری 2020ء) امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یوکے کی واقفاتِ نو (لجنہ) کی کلاس

بقیہ: کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام ....از صفحہ 03

ناخنوں تک زور لگائے گا کہ اسلام کی عمارت کو منہدم کر دے۔☆ اور مسیح موعود بھی اسلام کی ہمدردی میں اپنے نعرے آسمان تک پہنچائے گا اور تمام فرشتے اس کے ساتھ ہو جائیں گے تا اِس آخری جنگ میں اُس کی فتح ہو۔ وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہو گا اور نہ سُست ہو گا اور ناخنوں تک زور لگائے گا کہ تا اُس چور کو پکڑے اور جب اُس کی تضرّعات انتہا تک پہنچ جائیں گی تب خدا اس کے دل کو دیکھے گا کہ کہاں تک وہ اسلام کے لیے پگھل گیا تب وہ کام جو زمین نہیں کرسکتی آسمان کرے گا اور وہ فتح جو انسانی ہاتھوں سے نہیں ہوسکتی وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے میسر آجائے گی۔

اس مسیح کے آخری دنوں میں سخت بلائیں نازل ہوں گی اور سخت زلزلے آئیں گے اور تمام دنیا سے امن جاتا رہے گا۔ یہ بلائیں صرف اس مسیح کی دعا سے نازل ہوں گی تب اِن نشانوں کے بعد اُس کی فتح ہو گی۔ وہی فرشتے ہیں جو استعارہ کے لباس میں لکھا گیا ہے کہ مسیح موعود اُن کے کاندھوں پر نزول کرے گا۔ آج کون خیال کرسکتا ہے کہ یہ دجّالی فتنہ جس سے مراد آخری زمانہ کے ضلالت پیشہ پادریوں کے منصوبے ہیں انسانی کوششوں سے فرو ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ آسمان کا خدا خود اس فتنہ کو فرو کرے گا۔ وہ بجلی کی طرح گرے گا اور طوفان کی طرح آئے گا اور ایک سخت آندھی کی طرح دنیا کو ہلا دے گا کیونکہ اس کے غضب کا وقت آ گیا مگر وہ بے نیاز ہے۔ قدرت کی پتھر کی آگ انسانی تضرعات کی ضرب کی محتاج ہے آہ کیا مشکل کام ہے۔ آہ کیا مشکل کام ہے۔ ہم نے ایک قربانی دینا ہے جب تک ہم وہ قربانی ادا نہ کریں کسرِ صلیب نہیں ہو گا ایسی قربانی کو جب تک کسی نبی نے ادا نہیں کیا اس کی فتح نہیں ہوئی اور اُسی قربانی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ (ابراہیم:16) یعنی نبیوں نے اپنے تئیں مجاہدہ کی آگ میں ڈال کر فتح چاہی پھر کیا تھا ہر ایک ظالم سرکش تباہ ہو گیا اور اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رُسوا نکرد

اور صلیب کے توڑنے سے یہ سمجھنا کہ صلیب کی لکڑی یا سونے چاندی کی صلیبیں توڑی جائیں گی یہ سخت غلطی ہے اس قسم کی صلیبیں تو ہمیشہ اسلامی جنگوں میں ٹوٹتی رہی ہیں بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو و نما نہیں ہو گا ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہو گا۔ انسانی ہاتھ اس کو نہیں توڑیں گے بلکہ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ جس طرح اُس نے اس فتنہ کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو نابود کرے گا۔ اس کی آنکھ ہر ایک کو دیکھتی ہے اور ہر ایک صادق اور کاذب اس کی نظر کے سامنے ہے وہ غیر کو یہ عزت نہیں دے گا مگر اس کے ہاتھ کا بنایا ہوا مسیح یہ شرف پائے گا جس کو خدا عزت دے کوئی نہیں جو اس کو ذلیل کر سکے وہ مسیح ایک بڑے کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے سو وہ کام اس کے ہاتھ پر فتح ہو گا اُس کا اقبال صلیب کے زوال کا موجب ہو گا۔ اور صلیبی عقیدہ کی عمر اس کے ظہور سے پوری ہو جائے گی اور خود بخود لوگوں کے خیالات صلیبی عقیدہ سے بیزار ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ آج کل یورپ میں ہو رہا ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ ان دنوں میں عیسائیت کا کام صرف تنخواہ دار پادری چلا رہے ہیں اور اہل علم اس عقیدہ کو چھوڑتے جاتے ہیں پس یہ ایک ہوا ہے جو صلیبی عقیدہ کے برخلاف یورپ میں چل پڑی ہے اور ہر روز تُند اور تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہی مسیح موعود کے ظہور کے آثار ہیں کیونکہ وہی دو فرشتے جو مسیح موعود کے ساتھ نازل ہونے والے تھے صلیبی عقیدہ کے برخلاف کام کر رہے ہیں اور دنیا ظلمت سے روشنی کی طرف آتی جاتی ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ دجّالی طلسم کھلے کھلے طور پر ٹوٹ جائے کیونکہ عمر پوری ہو گئی ہے۔

اور یہ پیشگوئی کہ خنزیر کو قتل کرے گا یہ ایک نجس اور بدزبان دشمن کو مغلوب کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا دشمن مسیح موعود کی دعا سے ہلاک کیا جائے گا۔

اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہو گی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔

اور یہ پیشگوئی کہ وہ دجّال کو قتل کرے گا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ظہور سے دجّالی فتنہ روبزوال ہو جائے گا اور خود بخود کم ہوتا جائے گا اور دانشمندوں کے دل توحید کی طرف پلٹا کھا جائیں گے۔ واضح ہو کہ دجّال کے لفظ کی دو تعبیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ دجّال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو جھوٹ کا حامی ہو اور مکر اور فریب سے کام چلاوے۔ دوسری یہ کہ دجّال شیطان کا نام ہے جو ہر ایک جھوٹ اور فساد کا باپ ہے پس قتل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اُس شیطانی فتنہ کا ایسا استیصال ہو گا کہ پھر قیامت تک کبھی اس کا نشو و نما نہیں ہو گا گویا اس آخری لڑائی میں شیطان قتل کیا جائے گا۔

اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل ہو گا اس کے یہ معنی کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی جائے گی یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں جو گستاخی اور بے ادبی سے بھری ہوئی ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر ہو گا کہ موت کے بعد وہ اس رُتبہ کو پائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا۔ اور اس کی روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے جا ملے گی۔ گویا ایک قبر میں ہیں۔ اصل معنے یہی ہیں جس کا جی چاہے دوسرے معنے کرے۔ اِس بات کو روحانی لوگ جانتے ہیں کہ موت کے بعد جسمانی قرب کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی قرب رکھتا ہے اس کی روح آپ کی روح سے نزدیک کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ۔ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (الفجر:۳۰-۳۱)

اور یہ پیشگوئی کہ وہ قتل نہیں کیا جائے گا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خاتم الخلفاء کا قتل ہونا موجب ہتکِ اسلام ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل سے بچائے گئے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 320 تا 326)

☆...☆...☆

☆ حاشیہ۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ وہ دجال جس سے ڈرایا گیا ہے وہ آخری زمانہ کے گمراہ پادری ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کا طریق چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس نے سورۂ ممدوحہ میں یہی دعا سکھلائی ہے کہ ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ایسے یہودی نہ بن جائیں جن پر حضرت عیسیٰ کی نافرمانی اور عداوت سے غضب نازل ہوا تھا اور نہ ایسے عیسائی بن جائیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم کو چھوڑ کر اس کو خدا بنا دیا تھا اور ایک ایسا جھوٹ اختیار کیا جو تمام جھوٹوں سے بڑھ کر ہے اور اس کی تائید میں حد سے زیادہ فریب اور مکر استعمال میں لائے۔ اس لیے آسمان پر ان کا نام دجال رکھا گیا اگر کوئی اور دجال ہوتا تو اس آیت میں اس سے پناہ مانگنی ضروری تھی یعنی سورۂ فاتحہ میں بجائے وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کے وَلَا الدَّجَّال ہونا چاہیے تھا اور یہی معنی واقعات نے ظاہر کیے ہیں کیونکہ جس آخری فتنہ سے ڈرایا گیا تھا زمانہ نے اسی فتنہ کو پیش کیا ہے جو تثلیث پر غلو کرنے کا فتنہ ہے۔ منہ

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کی ایک دعا......از صفحہ 02

تیرے حضور میں آ کر گڑگڑایا اور زاری کی تُو نے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تُو نے کبھی میری اضطرار کی دعا ردّ کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض؟ سوائے میرے ربّ! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے۔ صحابہ کا سا جوش و خروش ان میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بے قرار ہو جائیں، ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریمؐ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا! میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تُو نے پسند کر لی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تُو ...اپنے لئے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔‘‘

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 309 تا 312)

یہ دعا جیسا کہ میں نے کہا 1909ء کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خلافت کے وقت میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 20 سال تھی، اس وقت بھی آپؓ کے دل میں دین کے لئے اور قوم کے لئے ایک درد تھا۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے آپ کی روح پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے اور آپؐ کے غلام صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے رات دن ایک کر کے اور اپنے عہد کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئی اور ہمیں آپ کی اس درد بھری دعا کو سمجھنے اور کرنے اور احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ فروری 2019ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ مارچ 2019ء صفحہ 8-9)

یومِ مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(انیس احمد خلیل۔ مربی سلسلہ)

20؍ فروری کا دن جماعت احمدیہ میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی جو دین کا خادم ہو گا۔ لمبی عمر پائے گا اور بے شمار دوسری خصوصیات کا حامل ہو گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کی ’’مصلح موعود‘‘ کے دور میں غیر معمولی ترقیات کی پیشگوئی بھی تھی۔ یہ پیشگوئی بعینہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے 52 سالہ دَورِ خلافت میں اس پیشگوئی کی تمام جزئیات لفظاً لفظاً پوری ہوئیں۔ لہٰذا 20؍ فروری کا دن جماعت احمدیہ اس عظیم الشان پیشگوئی کی یاد میں مناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجالاتی ہے تا ہمیشہ اس کے فضلوں کی وارث بنتی چلی جائے۔

بعض کم علم لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟ یا باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے؟

اس مضمون میں ایسے لوگوں کی تسلی و تشفی کے لیے ان کے سوالات کے جوابات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20؍ فروری 2009ء میں فرماتے ہیں:

’’… مجھے امید ہے کہ اب بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍ فروری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13؍ مارچ 2009ء)

اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18؍ فروری 2011ء میں فرماتے ہیں:

’’پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11؍ مارچ 2011ء صفحہ 9)

مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17؍ فروری 2012ء میں فرماتے ہیں:

’’اس پیشگوئی کے مصداق تو جیسا کہ مَیں نے کہا یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے۔ اس کا آپ نے 1944ء میں خود بھی اعلان فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی میں یومِ مصلح موعود کے جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا، آئندہ چند دنوں میں یہ جلسے مختلف جماعتوں میں ہوں گے۔ اس لیے کہ جماعت کے ہر فرد کو پتہ چلے کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی۔

یہاں ضمناً میں اُن لوگوں کے لئے بھی جو دنیا کے ماحول کے زیرِ اثر، جن کا دینی علم بھی ناکافی ہے، کئی دفعہ میں بیان پہلے بھی کر چکا ہوں لیکن پھر بھی سوال کرتے رہتے ہیں۔ جو سالگرہ منانے کی خواہش رکھتے ہیں وہ سالگرہ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری بھی سالگرہ منائی جائے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے زیرِ اثر بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے اور پھر سالگرہ کیوں نہیں مناتے؟ یعنی باقی خلفاء کی سالگرہ کی آڑ میں اپنی سالگرہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ تو یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یومِ ولادت نہیں منایا جاتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش تو 12؍ جنوری 1889ء کی ہے۔ اور یہ پیشگوئی جو عظیم الشان پیشگوئی تھی آپ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی ہے۔ اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا دن منایا جاتا ہے جو 20؍ فروری 1886ء کو کی گئی تھی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے یہ پیشگوئی تھی اور یہ پیشگوئی اس لحاظ سے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے‘‘۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 17؍ فروری 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9؍ مارچ 2012ء صفحہ 6)

حقیقی یومِ مصلح موعود کب ہو گا

’’پس یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہو گا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لیے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہو گا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بیشمار خوبیوں کے مالک بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی تھی تو وہ یہ گہرا مطلب بھی اپنے اندر رکھتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا کہ تیرا سلسلہ صرف تیرے ہی تک محدود نہیں ہو گا۔ جس مشن کو تو لے کر اُٹھا ہے وہ تیری زندگی تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ تیرا ایک بیٹا جو اولوالعزمی میں اپنی مثال آپ ہو گا، جو اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی تڑپ میں تیرا ثانی ہو گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لیے بے چین دل رکھتا ہو گا، اور پھر اُس بیٹے تک ہی محدود نہیں بلکہ بعد میں بھی اس مشن کو دنیا کے کونے کونے تک لے جانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدرتِ ثانیہ کا تا قیامت تسلسل جاری رہنے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جو اس کام کو آگے بڑھاتا چلا جائے گا اور قدرتِ ثانیہ کو ایسے سلطانِ نصیر بھی عطا ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے قدرتِ ثانیہ جو خلافت کی صورت میں جاری ہے اس کے مددگار بنیں گے۔

پس آج ہمیں پیشگوئی مصلح موعود جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر دکھائی دیتی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس خوبیوں کے مالک بیٹے کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی اور جس تڑپ اور عزم کے ساتھ اُس بیٹے نے جماعت کو آگے بڑھنے کے راستے دکھائے، ایک خوبصورت نظام عطا فرمایا۔ جماعت کی تربیت کے نظام کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچانے کے لیے ایک ایسا نظام مستحکم کر دیا جس کے نتائج ہر روز نئی شان سے پورے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس نظام کو مزید مستحکم کرنے کے لیے ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے والا بنے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ افریقہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ یورپ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ امریکہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ آسٹریلیا میں بھی یہ نظام قائم ہے اور جزائر میں بھی یہ نظام قائم ہے۔

پس جہاں جہاں بھی احمدی ایک جماعت قائم کر کے اس نظام کا حصہ بنے ہیں وہاں وہ اس بات کی طرف بھی خاص توجہ دیں کہ صرف اپنی ذات کی اصلاح تک ہم نے محدود نہیں رہنا، اپنی اگلی نسلوں کو بھی سنبھالنا ہے، اُن کے دل میں بھی یہ چیز راسخ کرنی ہے کہ تم نے اس نظام کا حصہ بنتے ہوئے اپنے عظیم مقصد کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہراتے ہوئے توحید کا قیام ہے، اُسے کبھی نہیں بھولنا اور اس کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہنا ہے۔ اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اس مقصد کو حاصل نہ کر لو۔ اپنی اگلی نسلوں میں یہ روح پھونکنی ہے کہ اس عظیم مقصد کو کبھی مرنے نہیں دینا۔ پس جیسا کہ میں نے کہا آج دنیا کے ہر کونے میں جماعت احمدیہ کا قیام ہے اور قادیان سے اُٹھنے والی آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے اور اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے میں باوجود نامساعد حالات کے بہت بڑا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو جب مصلح موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کرتے ہیں تو اپنے عزم اور اپنے پروگراموں میں ایک ایسی روح پیدا کریں جو آپ کے جذبوں کی نئے سرے سے تجدید کرنے والی ہو اور اُن خواہشات کو بھی سامنے رکھیں جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہیں۔ اور جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ہر مسلمان ملک کا رہنے والا احمدی یہ کوشش بھی کرے کہ ہم نے اسلامستان قائم کرنا ہے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃٌ للعالمین تھے وہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو اپنوں اور غیروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے انسانیت کی قدریں قائم کرنے والا ہو تا دنیا کو یہ پتہ چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت تھے اور یہی ایک بہت بڑا کام ہے جو ہم نے دنیا کو بتانا ہے، جو اس دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ ہر اسلامی ملک کو ہم نے یہ باور کرانا ہے۔ یہ ہمارا مقصد ہے۔ یہ باتیں تھیں جن کو لے

……باقی صفحہ 30 پر……

حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ بعض روح پرور واقعات

”قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔“

(جاوید اقبال ناصر۔ جرمنی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الہامی بشارت کے نتیجے میں ایک وجود دُنیا میں آیا اور مصلح موعود کہلایا۔ اسی وجود نے دنیا کی اصلاح کے لیے مختلف راہیں اور طور طریقے اختیار کیے۔ انہی طریقوں میں آپ کا ایک پر اثر طریق حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے صحابہ کرام کے واقعات کو بصیرت افروز انداز میں بیان کرنا تھا تا کہ سننے اور پڑھنے والے کو بات آسانی سے سمجھ آسکے۔ آپ کے بیان کردہ واقعات کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں اِس طرح جماعت کے سامنے رکھا کہ اِن کے اندر ایک نئی جدت اور روح پیدا ہو گئی۔ اُن واقعات میں سے چند ایک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبانی یہاں پر پیش خدمت ہیں:

پیار و محبت جب بڑھتا ہے تو عشق بن جاتا ہے جس کی داستانیں دنیاوی و روحانی زندگی میں نظر آتی ہیں۔ اِسی طرح کے نظارے اُن پروانوں کے بھی نظر آتے ہیں جو خدا کے بھیجے ہوئے کو اُس کی زندگی میں قبول کرتے ہیں اور صحابہ کا مقام پاتے ہیں۔

صحابہ کرام کا حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 24/ جولائی 2015ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:

”صحابی حضرت منشی اروڑے خان صاحب کے آپ سے عشق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ”منشی اروڑے خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ وہ کپور تھلہ میں رہتے تھے اور کپور تھلہ کی جماعت کی اخلاص کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو انہوں نے (یعنی جماعت نے) رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار درخواست کرتے کہ حضور کبھی کپور تھلہ تشریف لائیں۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا۔ جب موقع ہوا آئیں گے۔ ایک بار جو فرصت ملی تو اطلاع دینے کا وقت نہیں تھا اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بغیر اطلاع کے چل پڑے اور کپور تھلہ کے اسٹیشن پر جب اترے تو ایک شدید مخالف نے آپ کو دیکھا جو آپ کو پہچانتا تھا۔ اگرچہ وہ مخالف تھا مگر بڑے آدمیوں کا ایک اثر ہوتا ہے۔ منشی اروڑا صاحب سناتے ہیں کہ ہم ایک دکان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے مرزا صاحب آئے ہیں۔ یہ سن کر جوتی اور پگڑی وہیں پڑی رہی اور مَیں ننگے پاؤں اور ننگے سر سٹیشن کی طرف بھاگا۔ مگر پھر تھوڑی دور جا کر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اطلاع دینے والا مخالف ہے اس نے مخول کیا ہو گا۔ مذاق کیا ہو گا۔ اس پر مَیں نے کھڑے ہو کر اسے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ منشی صاحب کہتے ہیں میں نے اس شخص کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تُو جھوٹ بولتا ہے مذاق اڑاتا ہے۔ مگر پھر خیال آیا کہ شاید آ ہی گئے ہوں اس لیے پھر بھاگا۔ پھر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت نہیں ہو سکتی اور پھر اسے کوسنے لگا۔ وہ کہے مجھے برا بھلا نہ کہو مَیں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس پر پھر چل پڑے۔ غرضیکہ میں کبھی دوڑتا اور کبھی کھڑا ہو جاتا اسی حالت میں جا رہا تھا کہ سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ تو یہ جنون ہونے والا عشق ہے اور ان کے معشوق ہونے کا خیال آتا تو دل کہتا کہ وہ ہمارے پاس کہاں آسکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں تو کچھ عرصے بعد منشی اروڑے خان صاحب قادیان آ گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں جب ان سے ملنے کے لیے باہر آیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں دو یا تین اشرفیاں تھیں جو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے دیں کہ اماں جان کو دے دیں۔ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ وہ کیا کہا کرتے تھے، اماں جان یا اماں جی مگر بہر حال ماں کے مفہوم کا لفظ ضرور تھا۔ اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا اور چیخیں مار مار کر اس شدت کے ساتھ رونے لگے کہ ان کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اگرچہ مجھے یہ خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد انہیں رلا رہی ہے مگر وہ کچھ اس بے اختیاری سے رو رہے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اس میں کسی اور بات کا بھی دخل ہے۔ غرضیکہ وہ دیر تک کوئی پندرہ بیس منٹ بلکہ آدھا گھنٹہ تک روتے رہے۔ مَیں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے۔ وہ جواب دینا چاہتے مگر رقت کی وجہ سے جواب نہ دیتے۔ آخر جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب بیعت کی اس وقت میری تنخواہ سات روپیہ تھی اور اپنے اخراجات میں ہر طرح سے تنگی کر کے اس کے لیے کچھ نہ کچھ بچاتا کہ خود قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کروں اور بہت سا رستہ مَیں پیدل طے کرتا تا کہ کم سے کم خرچ کر کے قادیان پہنچ سکوں۔ پھر ترقی ہو گئی اور ساتھ اس کے یہ حرص بھی بڑھتی گئی یعنی دینے کی۔ آخر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور کی خدمت میں سونا نذر کروں۔ جو تھوڑی سی تنخواہ میں سے علاوہ چندہ کے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن جب تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ جمع کر لیتا تو پھر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے اتنی مدت ہو گئی ہے اس لیے قبل اس کے کہ سونا حاصل کرنے کے لیے رقم جمع ہو قادیان چلا آتا اور جو کچھ پاس ہوتا حضور کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر یہ تین پاؤنڈ جمع کیے تھے اور ارادہ تھا کہ خود حاضر ہو کر پیش کروں گا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ گویا ان کے تیس سال اس حسرت میں گزر گئے۔ انہوں نے اس کے لیے محنت بھی کی لیکن جس وقت اس کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو چکے تھے“۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 14 صفحہ 178 تا 180)(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ اگست 2015ء صفحہ 7 تا 8)

22/ مئی 2015ء کے خطبہ جمعہ میں یہی موضوع آپ اِس طرح بیان فرماتے ہیں:



”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا جو عشق تھا اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمر چھوٹی تھی۔ (آپ کے زمانہ میں تھے لیکن عمر چھوٹی تھی، اتنا شعور نہیں تھا۔) فرمایا ”مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور (حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد) دنیا میں کوئی رونق نظر نہ آتی تھی۔ فرمایا کہ حضرت خلیفہ اول جن کے حوصلے کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جبکہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا مجھے کہا میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے۔ ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔“

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 1 صفحہ 145-144۔) (خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ مئی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء صفحہ 6 تا 7)

دو طرفہ جذبۂ عشق

عشق و محبت اُس وقت دیر پا رہتا ہے جب یہ دو طرفہ ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے صحابہ کرام کا آپس میں اِسی طرح کا عشق تھا۔ آپ 24/ جولائی 2015ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

”حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مولوی عبدالکریم صاحب کو خاص عشق تھا اور ایسا عشق تھا کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانے کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور جس زمانے میں مَیں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی... آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں۔ اس وقت گویا آپ کے چہرے پر بشاشت اور شگفتگی کا ایک باغ لہرا رہا ہوتا تھا اور آپ کے چہرے کا ذرہ ذرہ مسرت کی لہر پھینک رہا ہوتا تھا۔ جس طرح مسکرا مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنتے اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے وہ قابل دید نظارہ ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا تو وہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔ لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اب بیٹھتے نہیں؟ تو فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ کون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو حیّ اور دوبارہ زندگی دینے والا یقین کرتا ہو۔ پس یہ یکطرفہ عشق نہیں تھا“۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 14 صفحہ 122) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ جولائی

2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 7)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"عربی کے بعض حروف ایسے ہیں جن کی خاص ادائیگی ہے اور غیر عرب اس کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ ایک عرب نے یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی گفتگو کے دوران کیا کہ آپ صحیح ادائیگی نہیں کر سکتے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی تو باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا کہ قرآن میں یوں آتا ہے۔ پنجابی لہجے میں چونکہ 'ق' اور 'ک' اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا اور عام طور پر لوگ قرآن کہتے ہوئے قاریوں کی طرح ق کی آواز گلے سے نہیں نکالتے بلکہ ایسی آواز ہوتی ہے جو "ق" اور "ک" کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ آپ نے بھی قرآن کا لفظ اس وقت معمولی طور پر ادا کر دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ بڑے نبی بنے پھرتے ہیں۔ قرآن کا لفظ تو کہنا آتا نہیں اس کی تفسیر آپ نے کیا کرنی ہے۔ جونہی اس نے یہ فقرہ کہا اس مجلس میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معاً ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسری طرف مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیٹھے تھے۔ دوسرا ہاتھ انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اسے تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس یہی ہتھیار ہے اگر ان ہتھیاروں سے بھی یہ کام نہ لیں تو بتلائیں یہ اور کیا کریں۔ اگر آپ یہی امید رکھتے ہیں کہ یہ بھی دلائل سے بات کریں اور صداقت کی باتیں ان کے منہ سے نکلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے) کہ ان لوگوں کے پاس صداقت نہیں رہی۔ یہی اوچھے ہتھیار ان کے پاس ہیں اور (صاحبزادہ صاحب کو فرمایا کہ) آپ چاہتے ہیں کہ یہ ان ہتھیاروں کو بھی استعمال نہ کریں۔"

(الفضل 9/مارچ 1938ء صفحہ 7 نمبر 55 جلد 26) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 8)

صبر و تحمل کے پیکر حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر و تحمل انتہا درجہ کا تھا حضورِ انور نے 24/جولائی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں آپ کی اس خداداد صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"پھر صبر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے صبر کی کیا حالت تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ دشمنان احمدیت کے ایسے ایسے گندے خطوط میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھ کر جسم کا خون کھولنے لگتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ رکھے ہوئے تھے صبر سے کام لیتے تھے اور فرماتے ہیں کہ پھر یہ خطوط ایسی کثرت سے آپ کو پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں علاوہ ان کے جو بیرنگ آتے ہیں اور واپس کر دیے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہر ہفتے میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پُر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اتفاقاً ان خطوط کو ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے کہ میرے جسم کا خون کھولنے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تو آپ فوراً تشریف لائے اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جمع تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا جس میں آپ یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے کہ میرے پاس دشمنوں کی گالیوں کے کئی تھیلے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔ پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی ہے۔ یہ باتیں تو ہمارے تقویٰ کو مکمل کرنے کے لیے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کون سی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے اس لیے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم نیکی اور تقویٰ پر زیادہ سے زیادہ قائم ہوتے چلے جائیں اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے تو پھر تم اس مجلس سے اٹھ کر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے۔"

(ماخوذ از الفضل 9/مارچ 1938ء صفحہ 7 نمبر 55 جلد 26) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 8)

اولیاء کی قبروں پر دُعا کرنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اولیاء اور بزرگان کی قبروں پر جا کر دُعا کرنا ثابت ہے۔ حضورِ انور نے 24/جولائی 2015ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"ایک جگہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے تو آپ مختلف اولیاء کی قبروں پر دعا کرنے کے لیے گئے۔ چنانچہ خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت قطب صاحب، خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء، شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت خواجہ میر درد صاحب اور نصیر الدین صاحب چراغ کے مزارات پر بھی آپ نے دعا فرمائی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا تو جہاں تک مجھے یاد ہے گو ڈائری اس طرح چھپی ہوئی نہیں، یہ ہے کہ دلّی والوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے چاہا کہ ان وفات یافتہ اولیاء کی قبروں پر جا کر ان کے لیے، ان کی اولادوں کے لیے اور خود دہلی والوں کے لیے دعائیں کریں تا کہ ان کی روحوں میں جوش پیدا ہو اور وہ بھی ان لوگوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کریں۔ ڈائری میں صرف اس قدر چھپا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم نے قبروں پر ان کے لیے بھی دعا کی اور اپنے لیے بھی دعا کی ہے اور بعض امور کے لیے بھی دعا کی ہے۔" (بدر 8/نومبر 1905ء)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 8 تا 9)

حضورِ انور نے فرمایا:

"اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالی ان لوگوں کے لیے دعا نہیں کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر جا کر صرف مرنے والے کے لیے ہی دعا کرنی چاہیے، اس کا اس ڈائری سے ردّ ہوتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہم نے ان کے لیے بھی دعا کی اور اپنے لیے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اَور کئی امور کے لیے بھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری ہے جو بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 9)

"ایک جدید کرامت
مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی"

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین تحریر فرما رہے تھے تو آپ کو درد گردہ کی شدید تکلیف شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو سنا اور درد سے نجات ملی۔ 24/جولائی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں حضورِ انور نے فرمایا:

"اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ گورداسپور ایک مقدمے پر جانے سے پیشتر اس کتاب کو (تذکرۃ الشہادتین کو) مکمل کر لوں اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں مگر مجھے شدید درد گردہ ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت میں نے اپنے گھر والوں یعنی حضرت اُمّ المومنین سے یہ کہا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہتی جائیں۔ چنانچہ اس وقت میں نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید کی روح کو سامنے رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس شخص نے تیرے لیے قربانی کی ہے اور میں اس کی عزت کے لیے یہ کتاب لکھنا چاہتا ہوں تُو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔""

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74 تا 75)

اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمے پر جا رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اس سے پیشتر کتاب مکمل ہو جائے مگر آپ سخت بیمار ہو گئے۔ اس پر آپ نے حضرت شہید مرحوم کی روح کو جو آپ کے خادموں میں سے ایک خادم تھے اپنے سامنے رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کی خدمت اور قربانی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب لکھنی چاہی تھی۔ تُو مجھے اپنے فضل سے صحت عطا فرما۔ اور پھر خدا نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس واقعہ کا ہیڈنگ ہی یہ رکھا ہے کہ "ایک جدید کرامت مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی"۔ صلحاء و اتقیاء کے طریق سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس رنگ میں کئی بار دعا فرمائی۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مردہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دے گا۔ یہ امر صریح ناجائز ہے اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے۔ باقی رہا اس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقّت پیدا ہوتی ہے یا یہ حصہ کہ انسان ان وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کیے ہوں دعا کرے کہ الٰہی اب ہمارے وجود میں تُو ان وعدوں کو پورا فرما۔ یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ ایک روحانی حقیقت ہے اور مومن کا فرض ہے کہ وہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اٹھائے۔ مثلاً جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دعا کے لیے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ الٰہی یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا کہ میں اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ میں اس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

(ماخوذ از الفضل 14/مارچ 1944ء صفحہ 7 جلد 32 نمبر 61) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جولائی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/اگست 2015ء صفحہ 9)

رزّاق کے رزق دینے کے نرالے انداز

22/مئی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں" جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلے کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں خیموں میں رہائش شروع کر دی۔ چونکہ ان دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے۔ ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا کہ اب تو روپے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ (بہت زیادہ اخراجات شروع ہو گئے ہیں۔) میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لے لیا جائے۔ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔) کیونکہ اب اخراجات کے لیے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا تھوڑی دیر کے بعد آپ ظہر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو اس وقت مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے آپ کمرے میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے متواتر نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لیے روپیہ نہیں۔ اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا مگر جب میں نماز کے لیے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہوں گے۔ (بھاری تھی اس لیے coins کی وجہ سے سکّوں کی وجہ سے اس میں وزن آ گیا اور چند پیسے ہوں گے) مگر جب گھر آ کر اسے کھولا تو اس میں سے کئی سو روپیہ نکل آیا۔ اب دیکھو وہ روپیہ آج کل کے چندوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دے دو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لیے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر آج کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی۔"

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 341) (خطبہ جمعہ فرمودہ 22/مئی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء صفحہ 6)

پھر فرمایا:

"پھر ایک جگہ جماعتی کارکن جو ہیں خاص طور پر ایسے ممالک میں جہاں مہنگائی بھی بہت ہے اور غربت بھی بہت ہے، ان کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا خدا سے مانگیں بجائے اس کے کہ انجمن پر کسی کی نظر ہو۔ اور اس حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھوٹی سی بات کی مثال حضرت مصلح موعود نے دی۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بہت سردی محسوس ہوتی تھی اس لیے آپ مشک کھایا کرتے تھے۔ (یہ دیسی حکیموں کا نسخہ ہے۔ مشک کھانے سے سردی دور ہوتی ہے) شیشی بھر کے جیب میں رکھ لیا کرتے تھے اور ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک شیشی (چھوٹی سی شیشی جیب میں آ جاتی ہے) دو دو سال تک چلتی ہے۔ لیکن جب خیال آتا ہے کہ مشک

تھوڑی رہ گئی ہے اور شیشی دیکھتا ہوں تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ (جب تک دیکھا نہیں جاتا، کھاتے رہتے ہیں اور اس میں برکت پڑتی رہتی ہے۔ فرمایا کہ جب میں دیکھتا ہوں تو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتی ہے۔) حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو غیب سے رزق بھیجتا ہے اور اس کے رزق بھیجنے کے طریقے نرالے ہیں۔ پس تم اس ذات سے مانگو جس کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔ انجمن سے کیوں مانگتے ہو جس کے پاس اتنی رقم ہی نہیں کہ وہ تمہارے گزارے بڑھا سکے۔ پس تم خدا پرست بن جاؤ۔ (خدا تعالیٰ کی عبادت کرو۔) خدا تعالیٰ غیب سے تمہیں رزق بھیج دے گا۔ (اُس سے مانگو۔) صدر انجمن احمدیہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ وہ تمہیں زیادہ گزارہ دے سکے۔ آخر اس کے پاس جو روپیہ آتا ہے وہ جماعت کے چندوں سے ہی آتا ہے اور وہ اس قدر زیادہ نہیں ہوتا۔"

(ماخوذ از الفضل 18/ فروری 1956ء صفحہ 5 جلد 45/10 نمبر 42)
(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ مئی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء صفحہ 7)

حضرت مسیح موعودؑ کی قادیان سے محبت

22/ مئی 2015ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت تھی اور کس طرح آپ دیکھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن مقاموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا تعلق ہوتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے متبرک بنا دیئے جاتے ہیں۔ قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہوا اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گزاری اور اس جگہ سے وہ محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور گئے ہوئے تھے۔ (جب حضرت مسیح موعود آخری بیماری کے دنوں میں یا آخری دنوں میں لاہور گئے ہیں وہیں وفات ہوئی ہے) اور آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ ایک دن آپ نے مجھے ایک مکان میں بلا کر فرمایا کہ محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زرد سی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں مجھے تو ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی ہر روز دیکھتا تھا تو میں نے کہا کہ نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح ہر روز ہوا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا نہیں یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدھم سی ہے۔ قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا اس لیے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور الفت کا پتا لگتا ہے۔"

(ماخوذ از انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 175) (خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ مئی 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء صفحہ 7)

نبی کی مخالفت ترقی کا زینہ بنتی ہے

حضور نے خطبہ جمعہ 24/ اکتوبر 2014ء کو فرمایا:

"مخالفت جو جماعت کی ہوتی ہے، نبی کی ہوتی ہے، یہ ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دفعہ ہم نے ایک واقعہ سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن جب ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں امید ہوتی ہے کہ ان میں سے سعید روحیں ہماری طرف آ جائیں گی۔ لیکن جب نہ تو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں اور بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ بات ہمارے لیے تکلیف دِہ ہوتی ہے۔ آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے کہ نبی کی مثال اُس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کچھ پاگل سی تھی اور شہر کے بچے اسے چھیڑا کرتے تھے اور وہ انہیں گالیاں اور بد دعائیں دیا کرتی تھی۔ آخر بچوں کے ماں باپ نے تجویز کی کہ بچوں کو روکا جائے کہ وہ بڑھیا کو دِق نہ کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بچوں کو سمجھایا۔ مگر بچے تو بچے تھے وہ کب باز آنے والے تھے۔ یہ تجویز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر بچوں کے والدین نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور دروازوں کو بند رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو تین دن تک بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا۔ اس بڑھیا نے جب دیکھا کہ اب بچے اسے تنگ نہیں کرتے تو وہ گھر گھر جاتی اور کہتی کہ تمہارا بچہ کہاں گیا ہے؟ کیا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے؟ کیا وہ ہیضے سے مر گیا ہے؟ کیا اس پر چھت گر پڑی ہے؟ کیا اس پر بجلی گر گئی ہے؟ غرض وہ ہر دروازے پر جاتی اور قسم قسم کی باتیں کرتی۔ آخر لوگوں نے سمجھا کہ بڑھیا نے تو پہلے سے بھی زیادہ گالیاں اور بد دعائیں دینا شروع کر دی ہیں۔ اس لیے بچوں کو بند رکھنے کا کیا فائدہ۔ انہوں نے بچوں کو چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہی حالت نبی کی ہوتی ہے۔ جب مخالفت تیز ہوتی ہے تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور جب مخالف چُپ کر جاتے ہیں تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو لوگوں کی توجہ الٰہی سلسلے کی طرف نہیں ہو سکتی۔"

(ماخوذ از رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات... انوار العلوم جلد 19 صفحہ 152) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ اکتوبر 2014ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ نومبر 2014ء صفحہ 7 تا 8)

'درّثمین'۔ ہدایت کا ذریعہ

پھر اِسی خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مولوی صاحب آئے۔ وہ شاعر بھی تھے اور بڑے مشہور ادیب بھی تھے۔ نواب صاحب رام پور نے انہیں اردو محاورات کی لغت لکھنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نواب صاحب رام پور کے پاس مشہور شاعر مینائی کے مسودات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اردو کی ایک بڑی بھاری لغت لکھی ہوئی تھی مگر ابھی اسے مکمل نہیں کیا تھا کہ نواب صاحب وفات پا گئے۔ (ان کے جانشین) نواب صاحب رام پور نے وہ مسودات مجھے دیے ہیں اور کہا ہے کہ تم انہیں مکمل کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ رام پور میں تو ہماری بڑی مخالفت ہے اور آپ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو بیعت کرنے کی توجہ کیسے ہوئی؟ وہ کہنے لگے کہ مجھے کسی نے درّثمین دی تھی۔ مَیں چونکہ خود شاعر ہوں۔ میں نے آپ کا کلام پڑھا جس کی وجہ سے میں بہت متاثر ہوا کیونکہ اس میں محبت رسول بھری پڑی تھی۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب وہاں آئے اور انہوں نے ایک تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ مَیں نے ان کی تقریر سن کر سمجھا کہ مرزا صاحب ضرور سچے ہیں ورنہ ان مولوی صاحب کو آپ کے متعلق اتنا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس شخص کے اندر اس قدر محبت رسول ہے کہ اس کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے اس کے متعلق اگر کوئی مولوی کہتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہے تو وہ مولوی یقیناً جھوٹا ہے۔ اور جس شخص پر وہ ہتک رسول کا الزام لگاتا ہے وہ سچا ہے۔ ورنہ اس تقریر کرنے والے کو جھوٹے دلائل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سچی بات کہتا کہ اگرچہ اس شخص نے درّثمین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریف کی ہے، خدا تعالیٰ کی بڑی تعریف کی ہے مگر ہے جھوٹا۔ اگر وہ ایسا کہتا تو پھر کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن اس نے سچائی کو بالکل ترک کر دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بدگوئی کرتا ہے۔ میں نے اس کی تقریر سنی تو فوراً سمجھ لیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں اور مَیں آپ کی بیعت کے لیے تیار ہو گیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات دشمن تو یہ کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کے خلاف لوگوں میں جوش پیدا کرے لیکن بجائے جوش ابھرنے کے وہ بات مومنوں کے حق میں مفید ہو جاتی ہے۔"

(ماخوذ از الفضل ربوہ 31/ اگست 1956ء صفحہ 6-5 نمبر 204 جلد 45/10) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ اکتوبر 2014ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ نومبر 2014ء صفحہ 8)

"آج حسن اتفاق سے ہمیں شیطان مل گیا ہے"

پھر فرماتے ہیں:

"اسی طرح کا ایک پرانا، شروع کا، ابتدائی زمانے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ "گجرات کے ضلع میں چک سکندر کے قریب بھاؤ گھسیٹ پور ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں چند نہایت ہی مخلص بھائی رہا کرتے تھے۔" لکھتے ہیں کہ "مَیں اس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بڑے شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے اور بڑے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سالے تھے (یعنی بیوی کے بھائی) جن کا نام علی شیر تھا۔ (یہ پہلی بیوی کے بھائی تھے۔)...اور وہ آنے والے احمدیوں کو ورغلاتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تو اس کا بھائی اور رشتہ دار ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ اس نے صرف ایک دکان کھول رکھی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہ صرف دکان کھولی ہے اور کچھ نہیں ہے نبوت کا ڈھکوسلا ہے۔ یہ باتیں سن کے) کمزور لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا کہ بھائی جب یہ باتیں کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی ہوں گی۔ ایک دفعہ تحصیل کھاریاں کے یہی پانچوں بھائی جن کا پہلے شروع میں ذکر ہوا ہے، قادیان آئے۔ اس وقت تک ابھی بہشتی مقبرہ نہیں بنا تھا۔ یہ اس سے بہت پہلے کی بات ہے۔ اس زمانے میں جو لوگ قادیان آیا کرتے تھے انہوں نے متبرک مقامات کی زیارت کے لیے یا تو مسجد مبارک میں چلے جانا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی مجلس میں چلے جانا یا پھر ہمارے دادا کے باغ میں چلے جانا۔ وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا باغ ہے اس لیے یہ بھی متبرک جگہ ہے۔ اس باغ کے رستے میں وہ جگہ تھی جہاں محلہ دار الضعفاء بنا تھا۔ اس محلے کے بننے سے پہلے یہ زمین علی شیر صاحب کے پاس تھی (یعنی یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیوی کے بھائی تھے) اور وہ اس میں شوق سے باغیچہ لگایا کرتے تھے۔ ایک لمبی سی سیخ انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہوتی تھی۔ داڑھی بھی بڑی لمبی تھی مگر سلسلے کے سخت دشمن تھے اور ہمیشہ اس تاڑ میں رہتے تھے کہ کوئی احمدی ملے تو اسے ورغلاؤں۔ ایک دفعہ یہ پانچوں بھائی قادیان آئے (جیسا کہ ذکر ہوا ہے) اور باغ دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ ان میں سے ایک بھائی تیز تیز قدم اٹھائے ہوئے سب سے آگے جا رہا تھا۔ مرزا علی شیر نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باہر کے آدمی ہیں اور انہوں نے زور سے آواز دی کہ بھائی صاحب ذرا میری بات سننا۔ اس آواز پر وہ آ گئے۔ مرزا علی شیر نے ان سے کہا کہ آپ یہاں کس طرح آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ مرزا صاحب نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لیے یہاں ہم ان کی زیارت کے لیے آئے ہیں کیونکہ ہمیں وہ اپنے دعویٰ میں سچے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تم اس کے دھوکے میں کس طرح آ گئے۔ تم نہیں جانتے یہ تو اس شخص نے اپنی روزی کمانے کے لیے ایک دکان کھول رکھی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اور مَیں اس کے حالات کو خوب جانتا ہوں۔ تم تو باہر کے رہنے والے ہو۔ تمہیں اصل حالات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ احمدی دوست مرزا علی شیر کی یہ بات سن کر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ذرا دست پنجہ تو لیں۔ (یعنی مصافحہ کریں۔ اپنا ہاتھ پکڑائیں۔) تو علی شیر نے سمجھا کہ میری باتوں کا اس پر اثر ہو گیا ہے اور میری بزرگی کا یہ قائل ہو گیا ہے کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ سبحان اللہ اور استغفر اللہ بھی کہتے جاتے تھے۔ تو علی شیر نے بڑے شوق سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور سمجھا کہ آج ایک اچھا شکار میرے قابو آ گیا ہے۔ تو بھائیوں میں سے یہ جو ایک احمدی بھائی آگے تھے، انہوں نے زور سے ان کا ہاتھ پکڑا اور باقی چاروں بھائیوں کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ جلدی آنا ایک ضروری کام ہے۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ ہمارے ماموں نے سمجھا کہ اس پر میری بات کا اثر ہو گیا ہے اور اب یہ اپنے بھائیوں کو اس لیے بلا رہا ہے کہ انہیں بتائے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ آج میرا حربہ کارگر ہوا ہے۔ مگر جب ان کے بھائی وہاں پہنچ گئے۔ پانچوں بھائی اکٹھے ہو گئے تو جو پہلے بھائی آئے ہوئے تھے کہنے لگے ہم قرآن اور حدیث میں پڑھا کرتے تھے کہ دنیا میں ایک شیطان ہوا کرتا ہے مگر وہ ہمیں ملتا نہیں تھا۔ آج حسن اتفاق سے ہمیں شیطان مل گیا ہے۔"

(ماخوذ از الفضل ربوہ 31/ اگست 1956ء صفحہ 6-5 نمبر 204 جلد 45/10) (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ اکتوبر 2014ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ نومبر 2014ء صفحہ 8)

ایک الہام۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ

20/ فروری 2015ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی جبکہ خلافت کا کوئی سوال بھی ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ۔ یعنی وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائیں گے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے قیامت تک غالب رہیں گے۔ یہ الہام میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنایا اور آپ نے اسے لکھ لیا۔ یہ وہی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آتی ہے مگر وہاں الفاظ یہ ہیں کہ وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ (آل عمران: 56) کہ مَیں تیرے منکروں پر تیرے مومنوں کو قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ مگر مجھے جو الہام ہوا وہ یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ۔ جو پہلے سے زیادہ تاکیدی ہے۔ یعنی

مَیں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں یقیناً تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ یہ الہام جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا اور آپ نے اسے لکھ لیا۔ میں عرصہ دراز سے یہ الہام دوستوں کو سناتا چلا آرہا ہوں۔ اس کے نتیجے میں دیکھو کہ کس کس طرح میری مخالفت ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح دی۔ غیر مبائعین نے حضرت خلیفہ اول کے زمانے میں یہ کہہ کہہ کر کہ 'ایک بچہ ہے جس کی خاطر جماعت کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' پروپیگنڈہ کیا مگر بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ مَیں ان باتوں سے اس وقت اتنا ناواقف تھا کہ ایک دن صبح کی نماز کے وقت میں حضرت امّاں جان کے کمرے میں جو مسجد کے بالکل ساتھ ہے نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا کہ مسجد میں سے مجھے لوگوں کی اونچی اونچی آوازیں آنی شروع ہوگئیں جیسے کسی بات پر جھگڑ رہے ہوں۔ ان میں سے ایک آواز جسے میں نے پہچانا وہ شیخ رحمت اللہ صاحب کی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ بڑے جوش سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تقویٰ کرنا چاہیے۔ خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنا چاہیے۔ ایک بچے کو آگے کر کے جماعت کو تباہ کیا جارہا ہے۔ ایک بچہ کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جارہا ہے۔ میں اس وقت ان باتوں سے اس قدر ناواقف تھا کہ مجھے ان کی یہ بات سن کر سخت حیرت ہوئی کہ وہ بچہ ہے کون جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جارہے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے باہر نکل کر غالباً شیخ یعقوب علی صاحب سے پوچھا کہ آج مسجد میں یہ کیسا شور تھا اور شیخ رحمت اللہ صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے کہ ایک بچے کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جارہا ہے۔ وہ بچہ ہے کون جس کی طرف شیخ صاحب اشارہ کررہے تھے۔ وہ مجھ سے ہنس کر کہنے لگے کہ وہ بچہ تم ہی ہو اور کون ہے۔ گویا میری اور ان کی مثال ایسی تھی جیسی کہتے ہیں کہ ایک نابینا اور بینا دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ نابینے نے سمجھا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا اور اسے سب کچھ نظر آتا ہے۔ لازماً یہ مجھ سے زیادہ کھا رہا ہوگا۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی اس نے جلدی جلدی کھانا کھانا شروع کردیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اس نے دیکھ لی ہوگی اور اب یہ بھی جلدی جلدی کھانے لگ گیا ہوگا تو مَیں کیا کروں۔ چنانچہ اس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ پھر سمجھا کہ اب یہ بھی اس نے دیکھ لیا ہوگا اور اس نے بھی دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا ہوگا۔ مَیں اب کس طرح زیادہ کھاؤں۔ اس خیال کے آنے پر اس نے ایک ہاتھ سے کھانا شروع کیا اور دوسرے ہاتھ سے چاول اپنی جھولی میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ پھر اسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اس نے دیکھ لی ہوگی اور اس نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ یہ خیال آنے پر اس نے تھالی اٹھائی (جو بڑا ڈش تھا)۔ کہنے لگا کہ اب میرا حصہ رہ گیا ہے تم اپنا حصہ لے چکے ہو۔ اور جو دوسرا آدمی تھا اس بیچارے کی یہ حالت تھی کہ اس نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔ وہ اس نابینا کی حرکت دیکھ دیکھ کر ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ یہ کر کیا رہا ہے۔ (فرماتے ہیں کہ) یہی میرا اور ان کا حال ہے۔ یہ بھی اس نابینا کی طرح ہمیشہ سوچتے رہتے ہیں کہ اب یہ یوں کر رہا ہوگا۔ اب یہ اس طرح جماعت کو ورغلانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ اور مجھے کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ میرے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میں سوائے خدا تعالیٰ کی ذات پر توکّل رکھنے کے اور کچھ بھی نہیں کرتا تھا اور حالات سے ایسا ناواقف تھا کہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور بچہ ہے جس کا یہ ذکر ہو رہا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ لوگ اس وقت بڑا رسوخ رکھتے تھے اور جماعت پر ان کا خاص طور پر اثر تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام پروپیگنڈے کو بے اثر کیا اور مجھے اس نے فتح اور کامرانی عطا فرمائی۔"

(ماخوذ از "الموعود"، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 579 تا 581) (خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2015ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ مارچ 2015ء صفحہ 8)

یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے کے طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 18/ فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرمایا:

"پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلادیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11 مارچ 2011ء صفحہ 9)

☆...☆...☆

منظوم کلام حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

ملّتِ احمدؐ کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں
بیوفاؤں میں نہیں ہوں مَیں وفاداروں میں ہوں

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمتِ سرکار میں
ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں

سر میں ہے جوشِ جنوں دل میں بھرا ہے نور و علم
میں نہ دیوانوں میں شامل ہوں نہ ہشیاروں میں ہوں

پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیونکر ترا آنا ہوا
کیا کہوں اس سے کہ میں تیرے طلبگاروں میں ہوں

مَیں نے مانا تُو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
پر مَیں ان کو کیا کروں تیرے طلبگاروں میں ہوں

شاھدوں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
مَیں تو خود کہتا ہوں مولیٰ مَیں گنہگاروں میں ہوں

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اُسے
وہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں

ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اِک دن دیکھنا
مَیں بھی اِک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں

اھلِ دنیا کی نظر میں خوابِ غفلت میں ہوں مَیں
اھلِ دل پر جانتے ہیں یہ کہ بیداروں میں ہوں

ہوں تو دیوانہ مگر بہتوں سے عاقل تر ہوں مَیں
ہوں تو بیماروں میں لیکن تیرے بیماروں میں ہوں

مدّتوں سے مر چکا ہوتا غم و اندوہ سے
گر نہ یہ معلوم ہوتا مَیں ترے پیاروں میں ہوں

جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

ساری دنیا چھوڑ دے پر مَیں نہ چھوڑوں گا تجھے
درد کہتا ہے کہ مَیں تیرے وفاداروں میں ہوں

ہو رہا ہوں مست دیدِ چشمِ مستِ یار میں
لوگ یہ سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں مَے خواروں میں ہوں

عشق میں کھوئے گئے ہوش و حواس و فکر و عقل
اَب سوالِ دید جائز ہے کہ ناداروں میں ہوں

گو مرا دل مخزنِ تیرِ نگاہِ یار ہے
پر یہ کیا کم ہے کہ اس کے تیر برداروں میں ہوں

ایک عظیم الشان پیشگوئی اور اس کا ایمان افروز ظہور

یہ عجیب تصرف الٰہی تھا کہ اس فرزند موعود کا اعلانِ ولادت اسی اشتہار ''تکمیل تبلیغ'' میں شائع کیا گیا جس میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جماعت احمدیہ میں شمولیت کے لیے دس بنیادی شرائط بیعت کا ذکر فرمایا ہے

(عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

اللہ تعالیٰ کی ازل سے یہ سنت جاری ہے کہ جب بھی وہ دنیا میں کوئی رسول یا نبی بھیجتا ہے تو اپنے فرستادہ کی صداقت ظاہر کرنے کی خاطر اسے آسمانی نشانات سے نوازتا ہے۔ یہ آسمانی نشانات اور پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کو بھی ثابت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی صداقت اور سچائی پر بھی مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔

ہمارے اس زمانہ میں جو امت محمدیہ کا دور آخرین ہے اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات 'خاتم الانبیاء' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزند جلیل، سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو احیائے اسلام کی خاطر، ایک امتی نبی کے طور پر، امام مہدی اور مسیح موعود کا منصب عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ آپ کی آمد کا مقصد حبیبِ خدا ﷺ کے لائے ہوئے محبوب دین، دینِ اسلام کو سب دینوں پر غالب کرنا ہے۔ اس عظیم مقصد کی خاطر آپ نے ساری زندگی وقف کیے رکھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی جو آپ کے مشن کو لے کر اکناف عالم میں پھیلتی چلی جارہی ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں عظمتِ اسلام کا علم لہرا رہا ہے اور شش جہات میں لوگوں کے دل اسلام کی خاطر جیتے جارہے ہیں۔ احیائے اسلام کے ایک بابرکت دور کا آغاز ہو چکا ہے جس کا اختتام عالمگیر غلبۂ اسلام کی صورت میں مقدر ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے بکثرت ایسی پیشگوئیاں بطور نشان عطا فرمائیں جو اپنے وقت پر بڑی شان سے پوری ہوئیں اور آپ کی صداقت کا نشان ٹھہریں۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو 1882ء میں ماموریت کے الہام سے مشرف فرمایا۔ آپ نے خدمتِ اسلام کا عَلم اس شان سے بلند فرمایا کہ آپ کی خدمات کی بازگشت برصغیر سے نکل کر یورپ اور امریکہ میں بھی سنائی دینے لگی۔ آپ نے ساری دنیا کو دعوت دی کہ وہ آئیں اور صداقتِ اسلام کے نشانات اس غلامِ احمد کے ذریعہ مشاہدہ کریں جس کو خدا تعالیٰ نے مقامِ ماموریت سے نوازا ہے۔ قادیان کے رہنے والے غیر مسلموں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ باقی دنیا کے لیے نشان نمائی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ ہم جو آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں ہمارے لیے بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشان دکھلایا جائے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اس مخلصانہ درخواست کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور تخلیہ میں خصوصی دعاؤں کے لیے سوجان پور جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس مرحلہ پر الہاماً آپ کو بتایا گیا کہ تیری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ چنانچہ 1886ء کے شروع میں آپ اس عظیم روحانی مجاہدہ کے لیے ہوشیار پور تشریف لے گئے۔

قریباً 40/ روز کی گریہ و زاری کا شیریں پھل رحمت الٰہی نے آپ کی جھولی میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو بشارت دی کہ

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔''

جس نشانِ رحمت کی نوید آپ کو سنائی گئی اس کے بارہ میں الہامی الفاظ یہ تھے۔

''قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام''

جو نشان آپ کو عطا کیا جانے والا تھا اس کی عظمت کا ذکر کرنے کے بعد اس کے عظیم الشان مقاصد اور برکات کا بھی اس الہام میں ذکر ملتا ہے۔

''خدا نے یہ کہا کہ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔''

(اشتہار 20/ فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 101 تا 102)

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کی مظہر، اس عظیم الشان پیشگوئی میں آپ کو دو بیٹوں کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی۔ ایک بیٹا تو مہمان کے طور پر تھا جو ولادت کے بعد جلد ہی دنیا سے رخصت ہونے والا تھا جبکہ دوسرا بیٹا لمبی عمر پانے والا، اور غیر معمولی صفات کا حامل اور خارقِ عادت کارہائے نمایاں سرانجام دینے والا بابرکت وجود تھا۔

20/ فروری 1886ء کو شائع ہونے والی یہ عظیم المرتبت پیشگوئی ہر لحاظ سے خدائے قادر کی قدرت اور جلال کی آئینہ دار ہے۔ پیشگوئی کے وقت حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی عمر اکاون سال ہو چکی تھی۔ کون جانتا ہے کہ اس کی زندگی کتنی لمبی ہوگی۔ یہ حتمی وعدہ دیا گیا کہ فرزند موعود نو سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ رہے گا اور اس کی بیوی بھی زندگی پائے گی۔ پھر اولاد ہونے کا کون ضامن ہے؟ اولاد ہو بھی تو بیٹا ہوگا یا بیٹی، کون اس کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اگر بیٹا بھی ہو تو کسے معلوم کہ وہ زندہ رہے گا یا نہیں۔ اور اگر وہ زندہ رہے تو کن صفات کا حامل ہوگا۔ اور زندگی میں کیا کرے گا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے بارہ میں کوئی انسان بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ سب باتیں غیب کے پردوں میں چھپی ہوتی ہیں۔ عالم الغیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں وہ شخص بتا سکتا ہے جس کو خدائے ذوالجلال نے اس کا علم دیا ہو!

دنیا کے مادہ پرست لوگوں نے اور تاریکی کے فرزندوں نے جب یہ حتمی اعلانات سنے تو اپنی جہالت سے بدزبانی پر اتر آئے۔ خدا کی بتائی ہوئی باتوں پر پھبتیاں کسنے لگے اور ہر بات کو تمسخر کا نشانہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر نے بھی عجیب رنگ دکھایا۔

پیشگوئی کے چند ماہ بعد آپ کے ہاں ایک بیٹی کی ولادت ہوئی۔ مخالفین جھٹ بول پڑے کہ پیشگوئی غلط ہوگئی۔ ابھی ان کا مزید امتحان مقصود تھا۔ اگلے سال آپ کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی لیکن وہ پندرہ ماہ بعد وفات پا گیا۔ مخالفین نے ایک بار پھر شادیانے بجائے کہ خدا کی بات اور آپ کی بتائی ہوئی پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔ لیکن نہیں۔ کون ہے جو خدا کی بات کو جھوٹا کر سکے اور کون ہے جو خدائی تقدیر کے راستہ میں کھڑا ہو سکے؟ مخالفین کی ان تعلّیوں کے جواب میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کامل یقین، جلال اور تحدی سے فرمایا کہ فرزند موعود خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔



چنانچہ وہی ہوا جو ازل سے مقدر تھا۔ پیشگوئی میں پہلے روز سے بتائی گئی نو سالہ مدت کے اندر 12/ جنوری 1889ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو ایک فرزند عطا فرما دیا!

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فرزند موعود کی ولادت کا ذکر اسی روز ایک اشتہار کے ذریعہ کر دیا۔ عجیب تصرف الٰہی دیکھیے کہ یہ اعلانِ ولادت اسی اشتہار ''تکمیل تبلیغ''، میں شائع کیا گیا جس میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جماعت احمدیہ میں شمولیت کے لیے دس بنیادی شرائط بیعت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ حسنِ توارد بھی مصلح موعود سے متعلق اس پیشگوئی کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرزند موعود جس کا پورا نام صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہے پیشگوئی کے عین مطابق پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پچاس سے زائد صفات کا حامل ہوا جن کا ذکر پیشگوئی میں کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

''وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں

آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے پاک کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا... دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الاَوَّلِ والآخِرِ مَظْهَرُ الحَقِّ وَالعُلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَقْضِياً۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 101 تا 102)

اس پیشگوئی میں مذکور ایک ایک بات اپنی ذات میں ایک عظیم پیشگوئی ہے۔ ایک ایک صفت ایسی ہے کہ جس کو یہ نصیب ہو جائے وہ عظمت و شوکت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ پھر اس موعود فرزند کی عظمت کا اندازہ کیجیے جو ان سب صفات کا مصداق بننے والا تھا۔ دنیا کی نظر میں تو شاید ان اوصافِ عالیہ کا ایک فرد واحد میں اجتماع قطعاً ناممکن بات ہو لیکن یہ اس قادر و توانا، رب ذی الجلال والاکرام کا کلام اور اس کی پیشگوئی تھی جس کے آگے کوئی بات انہونی اور مشکل نہیں۔ خدا نے جو چاہا وہ بالآخر ہو کر رہا!

ناممکن اور نامساعد حالات کے باوجود یہ سب باتیں پوری ہو کر رہیں۔ دنیا نے دیکھا، اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن سب اس بات کے زندہ گواہ بنے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس گھر میں پیدا ہونے والا فرزند موعود۔ مصلح موعود کے طور پر مطلعِ عالم پر بڑی شان سے ابھرا جو صفات اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں بتائی گئی تھی وہ ان سب کا مصداق ثابت ہوا۔ خدا کا سایہ ہمیشہ اس کے سر پر رہا۔ وہ جلد جلد بڑھا اور پیشگوئی میں مذکور ہر ایک بات کو پورا کرتے ہوئے فائز المرام اس دنیا سے رخصت ہوا، اس عظمتِ شان کے ساتھ کہ اس کا نیک تذکرہ ہمیشہ جاری و ساری رہے گا کہ وہ خدائے رحمان کا ایک عظیم نشان تھا اور ظاہر ہے کہ خدائی نشانوں کی عظمت کبھی ماند نہیں پڑتی۔

اس اجمالی ذکر کے بعد آیئے ذرا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے قدم بقدم چل کر دیکھیں کہ اس مقدس وجود نے کن رفعتوں کو چھوا، کون سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور کس طرح خدمت دین کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ قربان کر دیا۔

26 مئی 1908ء کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا وصال ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؑ کے بچوں میں سب سے بڑے تھے۔ اچانک اس عظیم خلاء سے گھریلو اور خاندانی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ پر جو بوجھ آن پڑا اس کا اندازا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس ذاتی صدمہ سے بڑھ کر آپ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے لائے ہوئے مشن کو خدانخواستہ کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ایسے نازک اور درد بھرے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے، جو اس وقت انیس سال کے تھے، حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے جنازہ کے پاس کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ "اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا، تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 560)

یہ وقتی اور جذباتی اظہار نہ تھا، ایک سچا اور قطعی پیمانِ وفا تھا جس کو آپؓ نے ہر آن یاد رکھا اور خوب خوب نبھایا۔

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

حضرت مصلح موعودؓ نے جوانی کی حدود میں قدم رکھتے ہی خدمت دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ یہ مبارک جہاد آپ کی ساری زندگی پر پھیلا نظر آتا ہے۔ 1906ء میں سترہ سال کی عمر میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر مقرر ہوئے اور اسی سال آپ نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر پہلی بار تقریر کی۔ 1910ء میں خلافت اولیٰ کے دَور میں پہلی بار خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ 1912ء میں آپؓ نے بلاد عربیہ کا سفر فرمایا۔ اس سفر کے دوران آپؓ نے حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور شریف مکہ سے بھی ملاقات کی۔ اس سفر میں آپؓ مصر بھی تشریف لے گئے۔

1913ء میں آپؓ کو جماعت کی ایک عظیم اور پائیدار خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ آپؓ کے ہاتھوں اخبار الفضل کا اجرا ہوا۔ جماعت کا یہ نقیب آج بھی بڑی شان سے جاری ہے۔ روزنامہ آن لائن ایڈیشن کے علاوہ لندن سے اس کا انٹرنیشنل سہ روزہ ایڈیشن بھی شائع ہوتا ہے۔ الفضل اخبار نے جماعتی تربیت اور خاص طور پر خلیفہ وقت کے ارشادات ساری دنیا میں پھیلانے کے سلسلہ میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔

1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات ہوئی تو خلافت کی ذمہ داری حضرت مصلح موعودؓ کے سپرد ہوئی۔ جماعت کی غالب اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی۔ دنیا کی نظر میں ایک کم عمر، نوجوان، ناتجربہ کار اور دنیوی اعتبار سے علمی لیاقت نہ رکھنے والے کے کندھوں پر یہ بھاری بارِ امامت ڈال دیا گیا۔ بعض نے خیال کیا اور برملا اس کا اظہار بھی کہ اب اس جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا کیونکہ اس کی باگ ڈور ایک بچے کے سپرد کر دی گئی ہے جو ان کی نظروں میں اس لائق نہ تھا۔ لیکن جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہو اور جسے خدا نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہو وہ بھلا کیسے ناکام ہو سکتا تھا؟ وہی بچہ، خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سایہ میں ایک عظیم قائد کے طور پر ابھرا اور دن بدن آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل و فراست، روحانی، علمی اور قائدانہ صلاحیتوں میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنی جاں نثار جماعت کو ایسا متحرک اور فعال بنا دیا کہ جماعت احمدیہ نہ صرف سارے ہندوستان میں ایک منظم اور مستعد جماعت کے طور پر پہچانی جانے لگی بلکہ دیگر ممالک میں بھی اس جماعت کے حوالے سے اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے خلیفۃ المسیح الثانی کے طور پر اکاون سال سے زائد عرصہ تک جماعت احمدیہ کی قیادت فرمائی۔ یہ تاریخِ احمدیت کا ایک سنہری دور ہے۔ اس دور میں اسلام کی ترقی اور غلبہ، احمدیت کے استحکام، قرآن مجید کی اشاعت اور ملک و قوم کی خدمت وغیرہ کے اعتبار سے اتنے کام ہوئے کہ ان کا تذکرہ کرنے کے باوجود ہمیشہ ہی یہ احساس رہتا ہے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کسی بھی کام کو احسن رنگ میں سرانجام دینے کے لیے پلاننگ اور تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سب سے پہلے اس بنیادی کام کی طرف توجہ فرمائی۔ منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے ایک ماہ بعد آپ نے ملک بھر کے احمدی نمائندگان کی ایک خصوصی مجلسِ شوریٰ طلب فرمائی۔ غور و فکر، مشورہ اور دعاؤں کے بعد فوری طور پر آپؓ نے تربیتی، اصلاحی، تنظیمی اور تبلیغی کاموں کا بیک وقت آغاز کر دیا۔ برطانیہ میں تبلیغِ اسلام کے لیے خلافتِ اولیٰ کے آخر میں مبلغ بھجوائے جا چکے تھے تاہم برطانیہ میں مرکزی دارالتبلیغ کا باقاعدہ قیام خلافت ثانیہ کے آغاز میں اپریل 1914ء میں ہوا۔ اس سے اگلے سال ماریشس اور سیلون میں بھی تبلیغی مراکز جاری ہوئے۔ 1920ء میں امریکہ اور 1921ء میں سیرالیون، غانا، نائیجیریا اور بخارا میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم ہوئے اور یہ سلسلہ مسلسل آگے سے آگے بڑھتا رہا۔

خلافت ثانیہ میں مجموعی طور پر 46 ملکوں میں جماعت کو تبلیغی مراکز قائم کرنے کی توفیق ملی۔ بیرونی ممالک میں 311 مساجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ جہاں سے صبح و شام توحید کی منادی ہونے لگی۔ تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ ہمیشہ ہی حضرت مصلح موعودؓ کی ترجیحات میں سرفہرست رہا۔ آپ نے جماعت کو تحریک کی کہ نوجوان خدمت دین کے لیے اپنی زندگیاں اس طور پر وقف کریں کہ ان کا کوئی مطالبہ نہیں ہوگا اور وہ ہر کام کے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے، آپ نے جماعت کے سامنے یہ انقلابی تحریک پیش فرمائی اور ساتھ ہی اپنا شاندار قابل تقلید نمونہ بھی۔ آپ نے فرمایا۔

"میرے تیرہ لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کے لیے وقف ہیں"

جماعت کے جاں نثاروں نے اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا اور سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگیوں کے نذرانے پیش کر دیے۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر ہندوستان اور اکناف عالم میں مفوضہ خدمات سرانجام دینے لگے۔ آپؓ کے دور میں 164 واقف زندگی مجاہدین نے دیارِ غیر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان میں ایسے خوش نصیب بھی تھے جنہوں نے اس راہ میں قید و بند کی صعوبتیں مردانہ وار برداشت کیں اور تبلیغ کے جہاد سے غازی بن کر فائز المرام واپس لوٹے۔ کچھ ایسے خوش قسمت بھی تھے جنہوں نے اسی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور دور دراز ملکوں کی سرزمین اوڑھ کر ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ خوشا نصیب کہ وہ شہادت کا جام پی کر ابدی اور لازوال زندگی سے ہم کنار ہو گئے۔ مجاہدینِ اسلام کو یہ توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عطا ہوئی لیکن قربانی کا یہ جذبہ پیدا کرنے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بعثت سے قبل عیسائی منّاد سارے ہندوستان کو عیسائی بنانے کا عزم لے کر نکلے اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ اس پہلی منزل کو سر کرنے کے بعد ہم اسلام کے مرکز خانہ کعبہ پر بھی تثلیث کا پرچم لہرا دیں گے۔ مسلمان اس صورت حال سے دم بخود بیٹھے تھے۔ اسلام کا دفاع کرنے کی نہ ان میں ہمت تھی اور نہ جذبہ۔ اس کس مپرسی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے کاسر صلیب حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے تائید و نصرت الٰہی اور خداداد دلائل و براہین سے نہ صرف اسلام کا دفاع کیا بلکہ عیسائیت کو حجت و برہان کے میدان میں شکستِ فاش دے کر پسپائی پر مجبور کر دیا۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے غلبۂ اسلام کے لیے جن مستحکم بنیادوں پر کام کا آغاز فرمایا حضرت مصلح موعودؓ نے اس مشن کو بڑی تیزی اور مستعدی سے آگے بڑھایا۔ ساری دنیا میں تبلیغی مراکز کا جال بچھا کر آپ نے اسلام کے حق میں ایک خوش آئند انقلاب برپا کر دیا۔ اسلام پر حملہ کرنے والے غیر مسلم منّاد نے راہِ فرار اختیار کی۔ پے در پے ناکامیوں کے بعد بعض افریقن ممالک میں عیسائی مشنز اپنی تبلیغی مساعی بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں سے تثلیث کدوں کی رونقیں ماند پڑنے لگیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ اس عالمگیر روحانی انقلاب کے معماروں میں حضرت مصلح موعودؓ کا نامِ نامی کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کا میدان بھی حضرت مصلح موعودؓ کی نظر سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ آپؓ نے افریقن ممالک کی طرف اس ضمن میں خصوصی توجہ فرمائی کیونکہ وہاں پر تعلیمی اور طبی سہولتوں کا فقدان پایا جاتا تھا۔ آپ کے دورِ خلافت میں 24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز، سکول اور کالجز کا قیام ہوا۔ 28 دینی مدارس جاری ہوئے اور 17 ہسپتالوں کا قیام عمل میں آیا۔

قیام پاکستان کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں ہر مرحلہ پر تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ محمد علی جناح صاحب کی برطانیہ سے ہندوستان واپسی اور مسلمانان ہند کی قیادت کا کام دوبارہ شروع کرنے میں حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات اور کوششیں شامل تھیں۔ آپ کی ہی ہدایت پر اس وقت کے امام مسجد فضل لندن حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب نے محمد علی جناح کو اس کام کے لیے رضامند کیا۔ قیامِ پاکستان پر منتج ہونے والی اس تاریخی خدمت کا غیروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔

سیاسی محاذ پر ہندوستان کے مسلمانوں کی پرزور اور بے لوث نمائندگی کا حق حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ نے ادا کیا جو حضرت مصلح موعودؓ کی رہنمائی میں کام کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ دنیا کے متعدد ممالک کو آمرانہ تسلط سے نجات دلانے اور آزادی سے ہم کنار کرنے میں بھی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے ایسی سنہری خدمات سرانجام دیں جو تاریخ عالم کے صفحات سے کبھی مٹائی نہیں جا سکتیں۔ ناشکرے پن سے ان کا انکار تو کیا جا سکتا ہے اور بدنیتی سے ان کا تذکرہ چھپایا تو جا سکتا ہے لیکن یہ ایسی بے لوث خدمات ہیں جو انصاف پسند مسلمانوں کے دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں۔ مسلمانانِ عالم کی یہ خادم جماعت حضرت مصلح موعودؓ کی بابرکت قیادت میں ہر میدان میں سعیٔ مشکور کی توفیق پاتی رہی۔ پیشگوئی کا یہ فقرہ کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی" بار بار بڑی شان سے پورا ہوتا رہا۔

برّ صغیر کی تقسیم کے وقت لاکھوں بے سہارا، بھوکے، پیاسے اور در بدر ٹھوکریں کھانے والے مہاجرین کی جس طرح منظم طور پر بے لوث خدمت جماعت احمدیہ کے رضا کاروں نے کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک زریں باب ہے۔ اس عظیم خدمت کے پیچھے حضرت مصلح موعودؓ کا شفیق وجود متحرک نظر آتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اہل کشمیر کو ہندوؤں کے مظالم سے نجات دلانے اور کشمیر کی تحریکِ آزادی کو منظم کرنے کے سلسلہ میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے بنیادی اور کلیدی کردار ادا کیا۔ آپؓ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پہلے صدر رہے۔ حکومت پاکستان کی درخواست پر آپ کی زیر ہدایت فرقان فورس نے کشمیر کے

......باقی صفحہ 24 پر......

سیرت حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم الشان پہلو ... الفضل کا اجرا

حضور کی اولوالعزمی کا شاہکار۔آپ کی محنت شاقہ اور خدائی نصرتوں کا آئینہ دار

(عبدالسمیع خان۔ استاذ جامعہ احمدیہ گھانا)

پیشگوئی مصلح موعود عظیم الشان پیشگوئیوں کا وسیع اور لہر در لہر سلسلہ ہے جس میں صرف ایک وجود کی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ قائم ہونے والے نظام اور جماعت کی لامتناہی ترقیات کی خبر دی گئی ہے۔ پیشگوئی کا خاص حصہ جو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب مصلح موعودؓ سے تعلق رکھتا ہے وہ اس جملہ سے شروع ہوتا ہے۔ ’’اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا‘‘ اور واقعی مصلح موعود کی پیدائش کے ساتھ ہی فضلوں کی جھڑیاں لگ گئیں اور روحانیت کے ندی نالے ابل پڑے جو آج بیسیوں نہروں کی شکل میں گلشن احمدیت کو سیراب کر رہے ہیں۔ انہی روحانی نہروں میں سے ایک ’الفضل‘ بھی ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ سے خلافت اولیٰ میں رکھوائی تا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی دعائیں اور برکات بھی اس کے شامل حال رہیں۔ یہ بھی تقدیر الٰہی ہے کہ اس کا نام پہلے ’فضل‘ سوچا گیا مگر بعد میں الفضل کے نام سے شائع ہوا۔ اس اخبار کا قیام خود اپنی ذات میں ایک معجزہ ہے۔ اخبار کی دنیا کے لیے 25 سالہ ناتجربہ کار نوجوان کی دنیاوی اور صحافتی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ قادیان جیسی گمنام بستی جہاں سے کئی اخبارات پہلے سے نکل رہے تھے اور الحکم اور البدر کے کہنہ مشق ایڈیٹرز اور ان کا حلقہ احباب تھا۔

جماعت میں خریداری کی استعداد کم تھی۔ قادیان میں کاتب، پریس، اس کی مشینوں اور دیگر ٹیکنیکل امور سے تعلق رکھنے والے احباب قلیل تھے اور سارے اخبارات و رسائل مالی اور کئی قسم کے دباؤ کا شکار رہتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے کاموں اور مرمت کے لیے امرتسر یا لاہور جانا پڑتا تھا۔ متعدد رسائل جاری تھے مگر جماعت کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اخبارات کے لیے مضمون نگاروں کا حصہ رسدی بھی کم ہو گیا تھا۔ خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والوں کی نظر میں محمود ناقابل برداشت تھا کجا یہ کہ ایک اخبار کے ذریعہ وہ مزید شہرت پاتا۔ ان تمام حالات میں جس کی کسی قدر تفصیل آگے درج کی جائے گی الفضل کا اجرا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر بعد میں حکومت کی طرف سے مشکلات اور 1947ء کے پُرآشوب دَور میں قادیان سے پاکستان لاہور منتقلی خدا کی نصرتوں اور فضلوں کا ایک دلکش باب ہے۔ پھر حکومت پاکستان کی طرف سے متعدد بار پابندیاں اور مقدمات اس کے سدراہ نہیں بنے بلکہ مہمیز لگاتے چلے گئے اور آج 106 سال بعد پہلے سے کہیں زیادہ عظمت اور شان کے ساتھ الفضل دنیا کے پردہ پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔ الفضل کے اجرا کی ابتدائی داستان خود حضرت مصلح موعود نے اپنے قلم معجز رقم سے تحریر فرمائی ہے۔ جو نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ اس کی روشنی میں مزید معلومات احباب کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

وجہ آغاز اور بلند مقاصد

خلافت اولیٰ کے آغاز سے ہی منکرین خلافت کی طرف سے ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ مدرسہ احمدیہ کو بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ خلافت کے اختیارات کو کم کرنے اور مقام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نام، مقام اور حوالے کے بغیر اسلام کو پیش کرنے کے منصوبے بنائے گئے جس کا تبلیغ پر بھی بہت برا اثر پڑا۔ ان حالات میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے سلطان نصیر بن کر کھڑے ہو گئے اور ہر پہلو سے اپنے امام کی اطاعت اور فدائیت کے بے مثال نمونے پیش کیے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’مسیح موعودؑ سے بُعد اور نور نبوت سے علیحدگی نے جو بعض لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا تھا۔ اس نے اپنا اثر 1913ء میں دکھانا شروع کیا اور بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ پاش پاش ہو جائے گا۔ نہایت تاریک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ مستقبل نہایت خوفناک نظر آتا تھا۔ بہتوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ کئی ہمتیں ہار چکے تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو سلسلہ کے کاموں کے سیاہ و سپید کے مالک تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو کسی شمار میں ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو عہد میں نے کیا تھا وہ بار بار مجھے اندر ہی اندر ہمت بلند کرنے کے لیے اکساتا تھا۔ مگر میں بے بس اور مجبور تھا۔ میری کوششیں محدود تھیں۔ میں ایک پتے کی طرح تھا جسے سمندر میں موجیں ادھر سے ادھر لیے پھریں۔ ’’بدر‘‘ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لیے بند تھا اور ’’الحکم‘‘ تو ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں بہت گراں گزرتا تھا۔ ’’ریویو‘‘ ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی۔ مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے، ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش، نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔‘‘

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369)

ایک اَور موقعے پر فرمایا:

’’1913ء میں دو اور اہم واقعات ہوئے۔ حج سے واپسی کے وقت مجھے قادیان کے پریس کی مضبوطی کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا جس کا اصل محرک مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا اخبار ’’الہلال‘‘ تھا۔ جسے احمدی جماعت بھی کثرت سے خریدتی تھی اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ اس کے زہریلے اثر سے متاثر ہو جاویں۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے خاص کوشش شروع کی اور حضرت خلیفۃ المسیح سے اس امر کی اجازت حاصل کی کہ قادیان سے ایک نیا اخبار نکالا جائے جس میں علاوہ مذہبی امور کے دنیاوی معاملات پر بھی مضامین لکھے جاویں تا کہ ہماری جماعت کے لوگ سلسلہ کے اخبارات سے ہی اپنی سب علمی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کر چکا تو مجھے معلوم ہوا کہ لاہور سے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ایک اخبار نکالنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا علم ہوتے ہی میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لاہور سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں فلاں احباب مل کر ایک اخبار نکالنے لگے ہیں چونکہ میری غرض تو اس طرح بھی پوری ہو جاتی ہے حضور اجازت فرماویں تو پھر اس اخبار کی تجویز رہنے دی جاوے۔ اس کے جواب میں جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریر فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ اس اخبار اور اس اخبار کی اغراض میں فرق ہے۔ آپ اس کے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں۔ اس ارشاد کے ماتحت میں بھی کوشش میں لگا رہا‘‘۔

(آئینہ صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 214)

استخارہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت

اخبار کے اجرا سے قبل آپؓ نے استخارہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں اجازت کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

’’جس قدر اخبار میں دلچسپی بڑھے گی خریدار خود بخود پیدا ہوں گے۔ ہاں تائید الٰہی، حسن نیت، اخلاص اور ثواب کی ضرورت ہے۔ زمیندار، ہندوستان، پیسہ میں اور کیا اعجاز ہے وہاں تو صرف دلچسپی ہے اور یہاں دعا۔ نصرت الٰہیہ کی امید بلکہ یقین۔ توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیں۔‘‘

الفضل کا نام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے عطا فرمایا اور الفضل 1914ء کے ایک اداریہ میں درج ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا: ’’مجھے رویا میں بتایا گیا ہے کہ الفضل نام رکھو‘‘ (الفضل 19؍ نومبر 1914ء صفحہ 3) چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ’’الفضل‘‘، فضل ہی ثابت ہوا۔ (انوار العلوم جلد 8 صفحہ 371)

ڈیکلریشن کا حصول

حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل کے ڈیکلریشن کے سلسلہ


رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ
عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
الفضل
مضامین بنام ایڈیٹر و باقی خط و کتابت منیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو
ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب
جلد ۱ — ۲۵ جون ۱۹۱۳ء مطابق ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ بروز بدھ — نمبر ۲
مدینۃ المسیح
مقبرہ بہشتی

میں ایک دلچسپ واقعہ کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

1913ء میں حضرت خلیفہ اولؓ کے عہد خلافت میں جب میں نے ''الفضل'' جاری کیا تو ڈیکلریشن کے لیے گورداسپور جانے لگا۔ ایک دوست نے دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے بتایا تو کہنے لگے کہ آج تومنگل ہے، آج نہ جائیں۔ میں نے کہا کہ منگل ہے تو کیا حرج ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو بڑا منحوس دن ہے۔ آپ نہ جائیں۔ میں نے کہا میں نے تو اس کی نحوست کوئی نہیں دیکھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی برکت ہو تو منگل کی نحوست کیا کرسکتی ہے اور میں توضرور آج ہی جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ آپ چلے جائیں لیکن یاد رکھیں کہ اول تو ٹانگہ رستہ میں ہی ٹوٹے گا نہیں تو ڈپٹی کمشنر دورہ پر ہوگا اور اگر وہ دورہ پر نہ ہوا تو بھی اسے کوئی ایسا کام درپیش ہوگا کہ مل نہیں سکے گا اور اگر ملنے کا موقع بھی مل جائے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ درخواست رد نہ کردے مگر میں نے کہا کہ چاہے کچھ ہو میں توضرور منگل کو ہی جاؤں گا۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ ہم گئے تو ڈپٹی کمشنر وہیں تھا۔ ہم اس کے مکان پر گئے اور جاکر اطلاع کرائی کہ ڈیکلریشن داخل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کچہری چلیں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوراً کچہری آ گیا اور چند منٹ میں اس نے ڈیکلریشن منظور کرلیا اور ہم جلدی ہی فارغ ہوگئے۔ یہاں سے کوئی سات آٹھ بجے چلے تھے اور کوئی تین چار بجے واپس آ گئے۔ چونکہ ان دنوں اکوں میں سفر ہوتا تھا اور اس کے یک طرفہ سفر پر ہی کئی گھنٹے لگ جاتے تھے، جب اس دوست نے ہمیں واپس آتے دیکھا تو یقین کرلیا کہ یہ اس قدر جلد جو واپس آئے ہیں تو ضرور ناکام آئے ہوں گے اس لیے دیکھتے ہی کہا کہ اچھا آپ واپس آ گئے۔ ڈپٹی کمشنر غالباً وہاں نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ وہیں تھا، مل بھی گیا اور کام بھی ہوگیا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں مان ہی نہیں سکتا کہ اس نے اتنی جلدی آپ کو فارغ کردیا ہو۔ میں نے کہا منگل جو تھا۔ (الفضل 22/ جون1938ء)

الفضل ایک چراغ ہے

الفضل کا اداریہ نویس لکھتا ہے:

''الفضل ایک چراغ ہے اور چراغ بھی وہ جس کو خود مسیح موعود نے ایک رویا میں ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ چند آدمی اندھیرے میں جارہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ آگے آنے والے گڑھوں میں گر جائیں۔ اس وقت محمود (ہمارے موجودہ امام الفضل کے سابق ایڈیٹر) دوڑ کر ایک لیمپ اٹھالائے اور ان کو راستہ دکھایا۔'' (الفضل 29/ دسمبر 1914ء)

پہلا پرچہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی رہ نمائی

ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ کی ادارت میں 18/ جون 1913ء بروز بدھ شائع ہوا۔ یہ 16 صفحات پر مشتمل تھا۔ حضور خود ہی اس کے پروپرائٹر، پرنٹر اور پبلشر تھے۔ ہجری لحاظ سے یہ 12/ رجب 1331ھ کا دن تھا۔

الفضل کے پہلے پرچے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا تازہ خطبہ جمعہ 13/ جون 1913ء درج کیا گیا اور حضور کی رہ نمائی اور دعائیں ہمیشہ اخبار کو میسر رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول الفضل بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ضروری ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ الفضل میں قادیان کی خبروں کے تحت لکھا ہے۔ ''حضور اخبار الفضل کو بڑے شوق سے مطالعہ فرماتے ہیں''۔ (الفضل 8/ اکتوبر 1913ء) حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے الفضل کے پہلے شمارہ میں ایک خاص مضمون ''اسلامی اخبارات کے لیے دستور العمل'' بھی تحریر فرمایا۔

حضورؓ کی جو رہ نمائی الفضل کو میسر تھی اس کے متعلق ادارہ الفضل لکھتا ہے:

''ان (قادیان سے نکلنے والے اخبارات) سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو خلیفۃ المسیح فوراً اس پر نوٹس لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اخبار آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ الفضل کا اجرا اس غرض سے بھی ہوا تھا کہ جب کوئی امر من الخوف والامن پیش آئے تو خلیفۃ المسیح کی زبان بن کر گائیڈ کرنے کے لیے ایک اخبار ضروری چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جب کوئی مضمون لکھا جس میں جماعت کو کسی خاص روش پر چلنے کی تاکید ہو تو خلیفۃ المسیح کو دکھا کر اور ان سے تصدیق لکھوا کر شائع کیا۔ (الفضل 3/ ستمبر 1913ء صفحہ 9)۔ اس ضمن میں ایک احمدی کا خواب بھی بہت ایمان افروز ہے۔

مولوی میر اسحٰق علی صاحب احمدی سررشتہ دار عدالت گدوال (حیدر آباد دکن) تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت خلیفہ اول کی صحت وعافیت اور احمدی بیماروں کی شفایابی کے لیے دعا کر کے سویا تھا خواب میں حضرت خلیفہ اول نے الفضل خریدنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی اور روپے خود اپنی جیب سے نکال کر دیے۔ (الفضل 23/ دسمبر 1915ء صفحہ 2)

خریداری میں مشکلات اور تکنیکی مسائل

الفضل کو آغاز میں نہایت مالی تنگی کا سامنا رہا۔ قدیم اخباروں اور پیغام صلح کی موجودگی میں خریداروں کی اس طرف توجہ بہت مشکل تھی۔ جماعت کے ایک مخصوص عنصر نے تو شروع ہی سے جو آپ کا مخالف تھا ڈٹ کر مقابلہ کرنا شروع کردیا۔ قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ خصوصاً ادارہ ''پیغام صلح'' نے تو حد ہی کردی۔ مگر سیدنا محمودؓ نے اس کی چنداں پروا نہیں کی بلکہ اس مزاحمت کو نیک فال سمجھا اور خدائی بشارتوں کے ماتحت اپنا قدم اور آگے بڑھاتے چلے گئے۔ (الفضل 19/ نومبر 1914ء صفحہ 3)

چنانچہ خدا کے فضل سے اس مخالفت کے باوجود جماعت کا رجحان ''الفضل'' کی طرف بڑھنا شروع ہوا اور اخبار پیغام صلح اور اس کے ہمنواؤں کی مخالفت کے باوجود الفضل کی خریداری بڑھنے لگی۔ ریکارڈ کے مطابق دسمبر 1914ء تک الفضل کی خریداری 562 تھی۔ (الفضل 29/ دسمبر 1914ء صفحہ 3)

مجلس مشاورت 1937ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''میں بتانا چاہتا ہوں کہ ''الفضل'' کے سوا کوئی ڈیلی اردو اخبار ایسا نہیں جس کا مستقل خریدار اٹھارہ سو کیا ایک ہزار بھی ہو۔ وہ سب ایجنسی کے ذریعہ چلتے ہیں اور جو اخبار ایجنسی کے ذریعہ چلنے والے ہوں ان کی تعداد اتنی جلدی بڑھتی گھٹتی ہے کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ''زمیندار'' بعض دفعہ ایک ایک ہزار یا اس سے کم چھپتا رہا ہے اور بعض دفعہ پندرہ پندرہ ہزار بھی۔ پس یہ عذر بھی بالکل فضول ہے۔ الفضل کے اتنے مستقل خریدار ہیں کہ ہندوستان کے کسی مسلمان اردو روزنامہ کو اتنے خریدار حاصل نہیں۔'' (خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 229)

مولانا دوست محمد صاحب شاہد لکھتے ہیں:

''سیدنا حضرت مصلح موعود نے جب اخبار الفضل جاری فرمایا تو منکرین خلافت کے زیر اثر احمدیوں تک نے اس کی زبردست مخالفت کی اور بعض جماعتوں نے اس کی خریداری سے بالکل انکار کردیا۔ ان ہی دنوں آپ کو خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور بجائے نیچے جانے کے اوپر کی طرف چلا گیا ہے۔'' (مکتوب مصلح موعود بنام شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی)

(الفضل انٹرنیشنل لندن 30/ جولائی 1993ء نمونہ کا پرچہ صفحہ 4)

چنانچہ وہ ستارہ اوپر ہی چلتا چلا گیا۔ ابتدائی مختصر سرمایہ بلکہ خلوص اور محبت کو خدا نے قبول فرمایا اور نہ صرف اس اخبار کو لمبی زندگی عطا فرمائی بلکہ اس معمولی رقم کو بھی لاکھوں میں بھی تبدیل کردیا۔ اجرا الفضل کے وقت اپنی بے بضاعتی کا ذکر کرتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع پر 19/ اکتوبر 1956ء کو افتتاحی خطاب میں حضور نے فرمایا:

''میں نے الفضل جاری کیا تو اس وقت بھی میرے پاس روپیہ نہیں تھا۔ حکیم محمد عمر صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں آپ کو کچھ خریدار بنا کر لادیتا ہوں اور تھوڑی دیر میں وہ ایک پوٹلی روپوں کی میرے پاس لے آئے۔ غرض ہم نے پیسوں سے کام شروع کیا اور آج ہمارا لاکھوں کا بجٹ ہے اور ہماری انجمن کی جائیداد کروڑوں کی ہے''۔ (الفضل 24/ اپریل 1957ء)

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب 1939ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک وقت تھا کہ الفضل ایک دستی پریس میں چند سو چھپتا اور اگر کاتب و پریس مین بیمار ہوتے تو ان کا بدل ملنا مشکل ہوجاتا اور مضامین و انتظام کے لیے بھی ذمہ داری ایک ہی شخص پر تھی۔ پھر وہ وقت بھی انہی آنکھوں سے دیکھا کہ الفضل مستقل طور پر ہفتہ میں دوبار پھر تین بار اور گاہے گاہے چار بار حتیٰ کہ روزانہ بھی شائع ہوا اور آخر کئی سال سے روزانہ شائع ہورہا ہے...

دستی پریس کی بجائے دو دستی پریس پھر مشین پریس جسے ہاتھ سے چلایا جاتا۔ پھر انجن آ گیا اور اب برقی پریس ہے اور اس کی خاطر دو مشینیں ہیں۔ ایڈیٹوریل سٹاف الگ ہے۔ مینیجنگ سٹاف الگ۔ کاتب ایک کی بجائے پانچ ہیں۔...الفضل نے مطبع اور سامان طباعت (مشین و انجن) بھی اپنے ہی سرمایہ سے مہیا کیا بلکہ دوسرے اخبارات انجمن کو بھی اپنی مالی امداد سے چلایا۔''

(الفضل 28/ دسمبر 1939ء صفحہ 29)

ابتدائی سرمایہ۔ دفتر اور لائحہ عمل

جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا ہے الفضل کے لیے ابتدائی سرمایہ حضرت ام المومنینؓ، آپ کی اہلیہ حضرت امّ ناصر اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عطا فرمایا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''1913ء میں حضرت مصلح موعود نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمائے کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی) جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا، آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کردوں، اُن میں سے ایک تو اُن کے اپنے کڑے تھے (سونے کے) اور دوسرے اُن کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لیے رکھے ہوئے تھے، مَیں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو میں وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے'' اور اس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا''۔

(الفضل نمبر 1 جلد 12 مورخہ 4/ جولائی 1924ء صفحہ 4 کالم 3)

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجرا میں گو بیشک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا، اور یہ الفضل جو ہے، آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ اگست 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 26/ اگست 2011ء صفحہ 9)

الفضل کے ابتدائی دفتر کے لیے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے اپنے مکان کی نچلی منزل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ اس کے اولین کاتب محمد حسین صاحب اور مینیجر مرزا عبدالغفور بیگ تھے۔ 3/ دسمبر 1914ء سے الفضل کے پرنٹر و پبلشر حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانیؓ مقرر ہوئے جو 1947ء میں تقسیم ہند تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

الفضل کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک لائحہ عمل شروع سے طے کردیا تھا اور دیگر مصروفیات کے علاوہ الفضل کے مضامین کی طرف خاص توجہ فرماتے۔ جلسہ سالانہ 1913ء کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے۔

''صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے مشاغل کا حال اس سے واضح ہے کہ دونوں وقت خود پاس کھڑے ہوکر دو ہزار آدمی کا کھانا تقسیم کراتے اور سب مہمانوں کے کھاچکنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور دن میں کئی بار مختلف دفاتر متعلقہ انتظام جلسہ میں جاکر نگرانی و مناسب ہدایات فرماتے رہے پھر مہمانوں کی خاطر یہاں تک منظور تھی کہ ان کے لیے تازہ خبروں کے بہم پہنچانے کے واسطے الفضل کا دو ورقہ پرچہ ہزار کی تعداد میں تقسیم ہوتا رہا جس میں الفضل کے تمام ہیڈ نگ برقرار رکھے گئے تھے اور ہر عنوان کے ماتحت ایک مکمل و دلچسپ مضمون دیا جاتا رہا۔ جیسا کہ مرسلہ الفضل سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ عام احباب سے ملاقات اور مختلف مقالات آپ نے تقویٰ کے حصول کے ذرائع پر ایک تقریر دلپسند فرمائی جو انشاء اللہ چھاپی جائے گی۔''

(الفضل 31/ دسمبر 1913ء صفحہ 1)

حضرت مصلح موعودؓ کے اداریے اور مضامین

حضور نے الفضل کے آغاز سے ہی اعلیٰ درجہ کے مضامین کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا۔ اور متعدد موضوعات پر لکھا۔ حضور نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر نئے اور اچھوتے انداز سے قلم اٹھایا تھا۔ یہ مضمون بعد کو کتابی شکل میں بھی سیرت النبی کے نام سے شائع کردیا گیا۔ تازہ ملکی حالات پر شذرات لکھنا بھی الفضل کی مستقل پالیسی میں شامل تھا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ ادارت میں جو اہم تحریکات اٹھیں یا قومی وملی مسائل پیدا ہوئے ان سب میں آپ نے کمال فراست اور بالغ نظری سے مسلمانان ہند کی رہ نمائی فرمائی۔ الفضل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد الفضل نے حضور کے خطبات، تقاریر، مجالس عرفان، خطبات نکاح کثرت سے اپنے دامن میں محفوظ کیے۔ جو آج متعدد کتابوں

کی شکل میں موجود ہیں۔اس کے علاوہ بھی حضور خصوصی مضامین تحریر فرماتے رہے جن سے الفضل کا دامن مالامال ہے۔

1947ء میں ''الفضل'' کے ابتدائی پاکستانی دور کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانہ میں خود حضرت المصلح الموعود اپنی گوناگوں اور بے شمار مصروفیات کے باوجود ''الفضل'' کے لیے پورے التزام کے ساتھ نہایت درجہ معلومات افزا مضامین تحریر فرماتے۔ جو (حضور کا نام لکھے بغیر) ادارہ کی طرف سے شائع کیے جاتے تھے۔حضور کی اس خصوصی توجہ اور غیر معمولی رہ نمائی کی بدولت یہ نیا جاری شدہ اخبار جلد ہی پاکستان کے معیاری روزناموں میں اپنا خاص مقام پیدا کرنے کے قابل ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 56، 57)

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب ابتدائی دور کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''مضامین کے لیے ایک خاص پروگرام تھا جس کی پابندی بڑے اہتمام سے کی جاتی۔ لیڈنگ آرٹیکل (حضرت صاحبزادہ صاحب) خود لکھتے۔الاخبار و الآراء اور مدینۃ المسیح نیز بعض متفرق ضروری مضامین اور نظمیں میں لکھتا۔ اسلام کی خصوصیات۔ احمدیت کی تصدیق اور جوابات اعتراضات اور سیاسی و تمدنی مضامین کے لیے بھی صفحات مقرر ہوئے۔ جناب صوفی حافظ غلام محمد صاحب مربی ماریشس اور الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے ان مضامین کے بیشتر حصے کا ذمہ لیا۔''

(الفضل 28/ دسمبر 1939ء صفحہ 29)

شروع میں مدینۃ المسیح اور ایوان خلافت کے عنوان سے خلیفۃ المسیح اور جماعت کی اہم خبروں کا سلسلہ صفحہ اول پر شروع کیا گیا تھا۔ 2/ فروری 1915ء سے اخبار احمدیہ کے عنوان سے نیا کالم شروع کیا گیا جس میں احباب جماعت کی دیگر خبریں اور حالات درج کیے جانے لگے تا کہ باہمی محبت و اتحاد ترقی کرے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی مالی اعانت

الفضل کسی تجارتی مقصد کے لیے جاری نہیں کیا گیا۔اس کا مقصد خالص خدمت دین اور اشاعت اسلام تھا۔ اس لیے احباب سے خریداری میں کم سے کم رقم وصول کی جاتی رہی اور پرچے معمول سے زیادہ شائع کیے جاتے رہے اس لیے اخبار مدتوں زیر بار رہا اور حضرت مصلح موعودؓ اپنے پاس سے رقم عطا فرما کر نقصان پورا کرتے رہے۔ الفضل کے پہلے سال میں آنے والی مشکلات اور مالی نقصان کا تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے ہی آخری سہ ماہی میں ایک اندرونی تنازع پیش آ گیا۔ جسے سلجھانے کے لیے اخبار کو ہفتہ میں تین بار کر دینا پڑا اور اس طرح اس کا حجم بھی ڈیوڑھا ہو گیا اور محصول ڈاک تگنا اور محنت دگنی۔ الفضل نے اس خصوص میں خدا کے فضل و توفیق سے وہ کام کیا کہ منکران خلافت کے چھکے چھڑا دیے اور تین ماہ کے پرچوں پر نظر کرنے سے ثابت ہو چکا کہ سینکڑوں ایسے دلائل ہیں جن کا جواب اس کے حریف مطلق نہیں دے سکے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ چونکہ چندہ سالانہ چار روپے کے حساب سے لیا جاتا رہا۔ اس لیے خرچ بہت ہی بڑھ گیا اور یوں بھی الفضل پر جو کاغذ خرچ ہوتا ہے اور اس کی چھپوائی کا جو خرچ ہے۔ وہ لاہور کے اخباروں سے دگنا بلکہ بعض صورتوں میں دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ مثلاً جو کاغذ پیغام یا زمیندار کو لگتا ہے اس کا ایک رم ایک روپیہ تین آنہ تک مل جاتا ہے۔ مگر الفضل کا کاغذ یہاں ہمیں دو روپے نو آنے میں رم پڑتا ہے۔ اسی طرح لاہور میں چھپوائی پونے دو روپے رم ہے۔ یہاں دستی پریس میں ایک رم کی چھپوائی سوا تین روپے ہے۔ اس تھوڑی سی بات سے آپ کو اخراجات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو الفضل کا چندہ پیشگی وصول کرنے کا قاعدہ ہے مگر پھر بھی خرچ آمد سے بہت بڑھ رہا۔ چنانچہ اس سال میں ۳۔۱۴۔۳۴۴۲ آمد ہوئی اور ۶۔۲۔۵۱۵۸ خرچ ہوا گویا پروپرائٹر (مالک) کو ۳۔۴۔۱۷۱۵ اپنے پاس سے دینے پڑے۔

اگر الفضل کا اجرا کسی تجارتی یا دنیاوی غرض پر ہوتا تو پھر سترہ سو روپیہ اپنے پاس سے دے کر اس کو جاری نہ رکھا جاتا۔ لیکن مقصد تو حق کی اشاعت اور احمدی جماعت کو لیڈ کرنا ہے۔ اس لیے موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا کے فضل و کرم کے بھروسہ پر یہ اخبار مستقل طور سے ہفتہ میں تین بار کیا جاتا ہے۔'' (الفضل 11/ جون 1914ء)

پھر ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے الفضل جاری کیا تو علاوہ اس ذاتی محنت اور مشقت کے جو حضور خود اخبار کے لیے کرتے رہے۔ ایک رقم خطیر اس پر صرف فرمائی اور جب خدا تعالیٰ نے منصب خلافت پر ممتاز فرما کر جماعت کی ہر طرح کی حفاظت اور نگہبانی تعلیم و تربیت اور دیگر بیشمار فرائض آپ کے سپرد کیے۔ تو بھی حضور کو الفضل کا خاص خیال رہا اور جیب خاص سے اس کے اخراجات مرحمت فرماتے رہے۔ پہلے سال کے خاتمہ پر جب آمد و خرچ کا مقابلہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ قریباً چار ہزار روپیہ حضور کو اپنی گرہ سے دینا پڑا۔ اس کے بعد بھی حضور ذاتی مصارف سے الفضل کے اخراجات پورے فرماتے رہے۔ ایک دفعہ کے متعلق مجھے یاد ہے کہ جب روپیہ کی کمی کی وجہ سے کام رکنے لگا تو حضور نے ایک نہایت عمدہ موقع کا قطعہ زمین فروخت کر کے روپیہ اخبار پر صرف کرنے کا ارشاد فرمایا اور چونکہ تنگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس لیے اعلان اس طرح کیا گیا کہ جو صاحب بذریعہ تار روپیہ بھیجیں گے۔ انہیں وہ زمین دی جائے گی۔ اس طرح وہ قطعہ فروخت کر کے اخراجات چلائے گئے۔ یہ صرف ایک واقعہ عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ بیسیوں دفعہ حضور نے اخبار کے لیے تکلیف اٹھائی۔ ان حالات میں سے گزر کر جب اخبار خدا کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنے اخراجات خود برداشت کرنے کے قابل ہو گیا تو حضور نے اخبار مع کئی ہزار کے ساز و سامان کے سلسلہ کے لیے وقف فرما دیا اور اس کی آمدنی سلسلہ کے سپرد کر دی۔'' (الفضل 11/ جولائی 1924ء صفحہ 3)

خدمت کے لیے وقف زندگی اخبار

الفضل کو وقف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے ذاتی روپیہ سے اخبار جاری کیا اور پھر 1917ء میں اسے جماعت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور یہی اس کی لمبی زندگی کی علامت بن گیا۔ وقف کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت مصلح موعود نے تقریر جلسہ سالانہ 27/ دسمبر 1917ء میں علم حاصل کرنے کے 7 طریق بیان کیے۔

1۔ مرکز سلسلہ قادیان میں بار بار آنا اور حضور سے علم سیکھنا۔

2۔ دوسرے مقامات پر درس قرآن میں شرکت

3۔ اسباق القرآن (تحریری مواد جو ڈاک کے ذریعے ملے گا)۔

4۔ جتنا علم آتا ہے دوسروں کو سکھایا جائے۔

5۔ کتب حضرت مسیح موعود کا مطالعہ۔

6۔ اخبارات اور رسائل سلسلہ کا مطالعہ۔

7۔ رمضان میں حضور کا درس قرآن

چھٹے طریق کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''چھٹا طریق ایسا ہے جس کی طرف متوجہ کرنے کا مجھے ایک مدت سے خیال ہے لیکن ایک مجبوری کی وجہ سے اسے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجبوری یہ ہے کہ یہاں کے اخباروں میں سے ایک کے ساتھ میں بھی تعلق رکھتا ہوں چونکہ مجھ میں بڑی غیرت ہے اس لیے یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ اخبارات کے ذریعہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے اخبارات اور رسالے خریدنے کی طرف توجہ نہیں دلائی کیونکہ ایک اخبار سے مجھے بھی تعلق ہے اس کے لیے میں نے سوچا کہ اس اخبار کو کسی اَور کے سپرد کر دوں اور موجودہ تعلق کو ہٹا کر تحریک کروں مگر اس وجہ سے کہ ابھی تک وہ اخبار گذشتہ گھاٹے میں ہے کسی کے سپرد نہیں کر سکا۔ اب ایک اور طریق خیال میں آیا ہے اور وہ یہ کہ اس اخبار کو وقف کر دوں، اس کے سرمایہ میں ایک اور صاحب کا بھی روپیہ ہے لیکن ان کی طرف سے بھی مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنا روپیہ چھوڑ دیں گے۔ پس میں آج سے اس اخبار کو بلحاظ اس کے مالی نفع کے وقف کرتا ہوں۔ ہاں اگر خدانخواستہ نقصان ہوا تو اس کے پورا کرنے کی میں انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ ہم اس کی کمی کے پورا کرنے کی تو کوشش کریں گے لیکن جو نفع ہو گا اسے نہ میں لوں گا اور نہ وہ۔ بلکہ اشاعت اسلام میں خرچ کیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد چونکہ مالی منافع کے لحاظ سے کسی اخبار کے ساتھ میرا تعلق نہیں رہا اس لیے اب میں تحریک کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اخبارات کو خریدیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اس زمانہ میں اخبارات قوموں کی زندگی کی علامت ہیں کیونکہ ان کے بغیر ان میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جا سکتی۔ گذشتہ زمانہ میں مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوتے تھے وہ ایک محدود دائرہ کے اندر گھرے ہوئے تھے اس لیے ان کے جوابات کتابوں میں دے دیے جاتے تھے اور ان کتابوں کا ہی پاس رکھنا کافی ہوتا تھا مگر اس زمانہ میں روزانہ نئے نئے اعتراضات اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے جواب دینے کے لیے اخباروں ہی کی ضرورت ہے اور اسی لیے ہمارے سلسلہ کے اخبار جاری کیے گئے ہیں لیکن اکثر لوگ ان کی خریداری کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے وہ دین کا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے تکلیف اٹھا کر بھی ان کو خریدیں۔... پس جہاں تک ہو سکے اخباروں کی اشاعت بڑھاؤ، انہیں خریدو اور ان کے ذریعہ علوم حاصل کرو۔ اس وقت الفضل، فاروق، نور، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ جاری ہیں ان کے خریدار بنو۔''

(علم حاصل کرو، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 141 تا 143)

حضورؓ نے فرمایا:

''الفضل میرے ذاتی روپے سے جاری ہوا اور 1920ء تک میں نے اس کو چلا کے اس کی خریداری بڑھائی۔ جب چل گیا اور ایک بڑا اخبار بن گیا تو میں نے مفت بغیر معاوضہ کے وہ انجمن کو تحفہ دے دیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 68)

ہفتہ وار سے روزنامہ تک

الفضل گو شروع میں ہفت روزہ تھا لیکن آغاز سے ہی جماعت کی خواہش تھی کہ یہ روزانہ ہو جائے مگر یہ ایک لمبا تکلیف دہ سفر تھا اور منزل تک پہنچنے کے لیے لمبی مسافت طے کرنی پڑی۔ جس میں سب سے زیادہ مالی مسائل حائل رہے تاہم اس سفر کے چند نمایاں نشان یہ ہیں۔

26 تا 28/ دسمبر 1913ء الفضل کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔ 30/ مئی 1930ء ہفتہ میں بار بار شائع ہوتا رہا۔

الفضل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احباب جماعت کی روزانہ الفضل کی خواہش 1920ء تک شدت اختیار کر چکی تھی۔ چنانچہ 12/ جولائی 1920ء کے الفضل میں اداریہ میں حافظ عبدالعزیز صاحب صدر جماعت سیالکوٹ کا خط شائع ہوا ہے جس میں الفضل کو روزانہ کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔حضرت مصلح موعودؓ لاہور سے ایک الگ روزنامہ نکالنے کا بھی خیال رکھتے تھے۔ 19/ مارچ 1931ء کو حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مدیران انقلاب مولانا غلام رسول صاحب مہر اور مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے اخبار الفضل کے کام کی تعریف کی اور کہا۔ اس میں حالات حاضرہ اور مسلمانوں کی ضروریات کے مطابق بروقت اور موزوں مضامین شائع ہوتے ہیں اور کوئی امر جس پر لکھنے کی ضرورت ہو رہ نہیں جاتا۔ جماعتِ احمدیہ کو سرمایہ کی مشکلات بھی نہیں۔ پھر الفضل کو روزانہ کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ ضروری سامان اور اسباب میسر نہ ہونے کی وجہ سے قادیان سے روزانہ اخبار چل نہیں سکتا تو انہوں نے کہا اسے پھر لاہور لے آنا چاہیے۔ کہا گیا قادیان میں جو کام الفضل کر رہا ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایات کے ماتحت ہے۔ لاہور میں یہ رہ نمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعلق انہوں نے کہا۔ پریس ٹیلیگرام کے ذریعہ روزانہ ہدایات حاصل کی جا سکتی ہیں۔حضور نے یہ ساری گفتگو سن کر فرمایا۔ الفضل تو ہمارا مذہبی اخبار ہے۔ مجبوراً اس سے سیاسی کام لیا جاتا ہے۔ اسے کسی صورت میں بھی مرکز سے باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔ ہاں مسلمانوں کا پریس چونکہ بہت کمزور ہے۔ اس لیے لاہور سے ایک روزانہ اخبار جاری کرانے کا سوال میرے زیر غور ہے۔

(الفضل 31/ مارچ 1931ء)

26/ جنوری 1935ء کو جماعتِ احمدیہ چھاؤنی لاہور کے غیر معمولی اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ حضور کی خدمت میں الفضل کو روزنامہ بنانے کی درخواست کی جائے۔ (الفضل 3/ فروری 1935ء) اس کے بعد دیگر جماعتوں نے بھی حضور کی خدمت میں بار بار درخواستیں کیں۔ 5/ فروری 1935ء کے الفضل کی رپورٹ ہے کہ احباب جماعت کی کثرت سے درخواستوں پر حضور نے فیصلہ فرمایا ہے کہ الفضل کو فی الحال 6 ماہ کے لیے روزانہ کر دیا جائے اور اشاعت کی صورت یہ ہو کہ ہفتہ میں 3 پرچے حسب معمول 12 صفحات کے اور باقی 3 دن 4 صفحے کا پرچہ شائع ہو۔ الفضل نے درخواست کی کہ فوراً ہر جگہ الفضل کی ایجنسیاں قائم کر کے زیادہ سے زیادہ پرچے اکٹھے منگانے کا انتظام کیا جائے۔ مکمل پرچہ کی قیمت ایک آنہ اور چار صفحہ کے پرچہ کی قیمت ایک پیسہ ہو گی۔ ایجنسیوں کو 10 پرچوں تک ساڑھے 12 فیصدی 19 تک 20 فیصدی اس سے زیادہ 25 فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔ 5/ مارچ 1935ء کے الفضل کی رپورٹ کے مطابق الفضل روزانہ شائع کرنے کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی طرف سے اطلاع پہنچ گئی ہے اب محکمہ ڈاک کی اطلاع کا انتظار ہے۔ چنانچہ 8/ مارچ 1935ء وہ مبارک دن تھا

جب الفضل روزنامہ ہو گیا اور 6 ماہ کی بجائے ہمیشہ کے لیے ہو گیا۔ یہ احباب کے لیے انتہائی خوشی کا موجب تھا۔ حضورؓ نے اس موقع پر خاص پیغام بھی عنایت فرمایا۔

حضرت اقدس کے ذہن میں الفضل کی اشاعت بڑھانے، الفضل کو جلد از جلد جماعت تک پہنچانے اور اس میں مذہبی علوم کے علاوہ عام سیاسی و دنیاوی خبریں اور معلومات شائع کرنے کا جو وسیع نقشہ تھا اس کو حضور نے متعدد بار بیان فرمایا اس کا ایک نمونہ حضور کے اس ارشاد سے دیکھا جا سکتا ہے جو حضور نے الفضل کے روزنامہ ہونے پر ارشاد فرمایا:

اپریل 1935ء کو مجلس مشاورت میں فرمایا:

”الفضل دوستوں کی تحریک سے روزانہ کر دیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہر جگہ اس کے ایجنٹ ہوں۔ میں نے بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہماری جماعت کے لکھے پڑھے مگر بے کار لوگ ہر طرف توجہ کریں۔ ہوشیار اور محنتی آدمی کافی آمدنی پیدا کر سکتا ہے۔ اپنے سلسلے کے اخبارات جن میں سے ایک روزانہ ہے اور دو ہفتہ وار، کے علاوہ دوسرے اخبارات میں سے بھی وہ لیے جا سکتے ہیں جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور یہ کام قصبات اور شہروں میں چل سکتا ہے۔ کم از کم دو اڑھائی سو شہر ایسے ہیں جہاں یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد اوّل صفحہ 625)

27/ دسمبر 1951ء کو فرمایا:

”سالہا سال سے اس کی اشاعت 20 اور 25 سو کے درمیان ہی گھوم رہی ہے۔ حالانکہ جماعت پھیل رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزانہ اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا چندہ زیادہ ہے۔ مگر کمزور جماعتیں مل کر خرید سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر افراد بھی اکیلے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تو دو دو تین تین چار چار مل کر خرید سکتے ہیں۔ پس میں احباب کو تحریک کرتا ہوں کہ الفضل کی اشاعت کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش کرو۔“ (الفضل 31/ دسمبر 1952ء صفحہ 3)

نصرت الٰہی کی مثال۔ معجزہ ہے

الفضل کی زندگی ابتدا سے ایک معجزہ ہے اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی جو نصرت اور خلافت کی دعائیں ہیں اس کے لیے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

”...ہمارا جس کے ساتھ تعلق ہے وہ ہستی خدا تعالیٰ ہے۔ 1913ء میں جب میں نے الفضل نکالا تو سید انعام اللہ شاہ صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مسجد کانپور کے متعلق مضمون لکھ دیا ہے۔ مولوی ظفر علی کہتا ہے کہ میں قلم کی ایک جنبش سے احمدیت کو تباہ کر دوں گا۔ میں نے جواب دیا احمدیت تو خدا کی چیز ہے اسے کون تباہ کر سکتا ہے اس واقعہ کو پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ ظفر علی کا پریس گورنمنٹ نے ضبط کر لیا۔ اس نے پھر ہمارے خلاف لکھنے کی کوشش کی مگر دوبارہ ضبط کر لیا گیا۔“

(خطبات محمود 1931ء جلد 13 صفحہ 277 نیز الفضل 9/ اگست 1934ء صفحہ 7)

1935ء میں الفضل نے مولوی ظفر علی خان صاحب کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مالی مدد کی تحریک کی۔ لکھا ہے:

”مسلمان اخبارات میں مینیجر تاج کمپنی لاہور کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس میں مولوی ظفر علی صاحب کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”مولانا ظفر علی خان کی حالت اس وقت بہت خراب ہو رہی ہے۔ زمیندار جاری کرنے کے لیے کم از کم دس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس رقم کی فراہمی تو درکنار فی الحال مولانا ممدوح کے ذاتی اخراجات کے لیے کوئی معقول انتظام ضرور ہونا چاہیے۔ ... آہ آج نظر بندی نے انہیں نان و نفقہ کا محتاج کر دیا ہے۔ دس روپے کی حقیر رقم سے ظفر علی خان فنڈ کھول دیا ہے۔ برادران اسلام سے جس قدر ہو سکے جو کچھ وہ روانہ کر سکیں۔ روانہ کرتے جائیں۔“

مولوی ظفر علی صاحب کا جماعتِ احمدیہ کے متعلق جو رویہ رہا ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے لیکن باوجود اس کے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان مولوی صاحب کی اس وقت جبکہ وہ بے حد مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں دل کھول کر مدد کریں۔“

(الفضل 2/ جنوری 1935ء صفحہ 4)

ڈاکخانہ کا عدم تعاون

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 27/ مارچ 1936ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور شرارتوں کے ذکر میں فرمایا:

”چوتھا امر ڈاکخانہ کا رویہ ہے یہ بھی قریب کے عرصہ سے جاری ہے۔“ اس کے بعد حضور نے اپنی ڈاک کے لیٹ ہونے کے تذکرہ کے بعد فرمایا: ”اسی طرح الفضل کو دق کیا جا رہا ہے اور متواتر اس کے پرچے لیٹ کیے جاتے ہیں یا بعض دفعہ پرچے خریداروں کو پہنچتے ہی نہیں۔ اسی طرح جوابی کارڈ غلط مہریں لگا کر بعض دفعہ خط لکھنے والوں کو واپس کر دیے جاتے ہیں۔ یہ کارروائیاں ہو رہی ہیں اور ان کی طرف متواتر افسروں کو متوجہ کیا جاتا ہے مگر اب تک کوئی توجہ نہیں کی گئی۔“

(الفضل 4/ اپریل 1936ء)

قادیان سے لاہور منتقلی

1947ء میں فسادات اور نامساعد حالات کے باوجود الفضل بڑی شان سے نکلتا رہا اور فتنہ کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا۔ لیکن ہجرت مقدر تھی اور ہو کر رہی۔ تقسیم کے اولین منصوبے میں ضلع گورداسپور (اور قادیان) پاکستان میں شامل تھا مگر بعد میں اسے بھارت میں شامل کر دیا گیا اور جماعت کا ایک حصہ اپنے امام کے ساتھ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور میں مرکز قائم کیا اور فوری طور پر الفضل کے پاکستان سے باقاعدہ اجرا کی کوششیں شروع کر دیں جو دو ہفتوں کے اندر نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور حکومت نے روزنامہ الفضل کی منظوری دے دی اور 15/ ستمبر 1947ء سے اسے مکرم روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں جاری کر دیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس دوران الفضل قادیان سے مسلسل شائع ہو رہا تھا اور 17/ ستمبر 1947ء کو اس کا آخری پرچہ قادیان سے شائع ہوا تھا۔ اس طرح 3 دن ایسے تھے جب الفضل پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں سے شائع ہو رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولانا تنویر صاحب، جناب شیخ خورشید احمد صاحب اور مکرم احمد حسین صاحب کاتب 9/ ستمبر 1947ء کو قادیان سے لاہور پہنچے۔ ان دنوں الفضل کے مینیجر صاحب چوہدری عبدالواحد صاحب (سابق مدیر اصلاح سری نگر) تھے اور طابع و ناشر قاضی عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے۔ طباعت گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں ہوتی تھی۔ اخبار کا ابتدائی کام مسجد لاڈو کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔ بعد ازاں دفتر پہلے رتن باغ میں پھر 21/ اکتوبر 1947ء کو پنجاب نیشنل بینک (فلیٹ نمبر 3) میں منتقل ہو گیا۔ 1949ء سے مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب کو طابع و ناشر مقرر کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 54)

الفضل ہندوستان میں اہل حق کا قدیم ترین زندہ اخبار ہے۔ یہی وہ واحد اخبار ہے جو قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے پاکستان منتقل ہوا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:

”اتنے غیر مسلم اخباروں کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلم روزنامہ لاہور نہ آیا البتہ جماعتِ احمدیہ کا روزنامہ الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا۔ اب یہ ربوہ سے نکلتا ہے۔“ (داستان صحافت صفحہ 126 مطبع مکتبہ کارواں لاہور)

الفضل میں شذرات کا دلچسپ سلسلہ

غیروں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے اور الفضل کو پہلے سے زیادہ مفید بنانے کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کی خصوصی ہدایت پر شذرات کا ایک دلچسپ علمی سلسلہ شروع کیا گیا جو 20/ اگست 1952ء سے لے کر 27/ فروری 1953ء تک جاری رہا۔ اس نئے کالم کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ حضور نہایت باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے۔ حضور کے ملاحظہ کے بعد اس کا مسودہ روزانہ لاہور بھجوا دیا جاتا تھا جہاں سے ان دنوں اخبار الفضل کی طباعت و اشاعت ہوتی تھی۔ اس تعلق میں حضرت مصلح موعود نے 22/ اگست 1952ء کو ایک ضروری مکتوب رقم فرمایا جس سے اس کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے۔ حضور نے ایڈیٹر صاحب الفضل کو لکھا:

”آپ کو ہدایت جا چکی ہے کہ ایڈیٹوریل چھوٹا لکھا کریں اور موجودہ فتنوں کے متعلق اور قومی مسائل پر زیادہ لکھا کریں اور ایڈیٹوریل کے بعد مولوی دوست محمد صاحب کے لکھے ہوئے شذرات شائع کیا کریں۔ ...الفضل کے متعلق عام شکایت آ رہی ہے کہ اس کا سٹینڈرڈ گر رہا ہے سوائے خاتم النبیین نمبر کے کہ اس کی بیشک بہت تعریف آئی ہے۔ کثرت سے اعتراض ہوتے ہیں جن کے کوئی جواب نہیں دیے جاتے اور اسی لیے ہم نے شذرات لکھوانے شروع کیے ہیں۔“ (تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 412)

الفضل کی نگرانی اور رہنمائی

حضرت مصلح موعودؓ نہ صرف الفضل کے بانی تھے بلکہ ایک مقدس اور دور بین نظر رکھنے والے روحانی لیڈر بھی تھے اس لیے الفضل پر ہمیشہ آپ کی کڑی نگاہ رہی۔ اچھے مضامین پر حوصلہ افزائی فرماتے اور غلط باتوں پر مدلل تنقید کر کے جماعت کی رہنمائی فرماتے۔ اس کے چند نمونے پیش ہیں۔

حضرت مصلح موعود خطبہ جمعہ 29/ جون 1923ء میں اخبارات پڑھنے کے شوق اور دلچسپی کے متعلق فرماتے ہیں (اس وقت الفضل ہفتہ میں 2 بار شائع ہوتا تھا) ”الفضل“ ہفتہ میں دو بار میرے سامنے آتا رہا ہے اور میں اس لحاظ سے کہ سلسلہ کا آرگن سمجھا جاتا ہے اور اس لحاظ سے کہ چونکہ اس کے مضامین ہماری طرف سے سمجھے جاتے ہیں اور ہماری طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ دیکھنے کے لیے کہ اگر کوئی غلطی ہو۔ یوں تو انسان سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی ایسی غلطی ہو جس سے سلسلہ پر حرف آتا ہو۔ تو اس کی اصلاح کروا دی جائے الفضل سارا پڑھتا ہوں اور ہمیشہ پڑھتا ہوں۔“ (الفضل 6/ جولائی 1923ء)

4/ فروری 1938ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”میں نے دیکھا ہے کام کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادھر میں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں اور ادھر اخبار پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ بیویاں کہتی بھی ہیں کہ اس وقت اخبار نہ پڑھیں کھانا کھائیں مگر میں کہتا ہوں میرے پاس اور کوئی وقت نہیں۔“

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 66)

سفر یورپ 1924ء کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

”8/ ستمبر 1924ء کو ملاقات کے بعد حضرت مصلح موعود نے میرے ہاتھ میں اخبار دیکھ کر فرمایا اخبار آ گیا؟ میں نے عرض کیا حضور الحکم ہے۔ فرمایا الفضل نہیں آیا؟ میں نے پٹنی کے دوستوں سے الفضل بھی منگایا ہوا تھا عرض کیا حضور ہے۔ فرمایا لاؤ۔ میں تو بہت تلاش میں ہوں چنانچہ وہ پیش کیا اور حضور اسے لے کر کمرہ میں تشریف لے گئے۔

(سفر یورپ 1924ء صفحہ 211)

حضورؓ نے خطبہ 29/ جون 1923ء میں فرمایا:

”جمعہ کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے میں جو غسل کرنے کے لیے کمرہ میں داخل ہوا تو دروازہ بند کرتے ہوئے الفضل کا ایک ٹکڑا میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور وہ اس کا پہلا صفحہ تھا۔ جو دروازہ کے اوپر چسپاں تھا۔ اس کے اوپر ایک عبارت تھی جو خود بخود میری آنکھوں کے سامنے آ گئی اور وہ یہ تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ یہ الہام ایک لمبا عرصہ تک الفضل پر لکھا جاتا رہا ہے۔“ (الفضل 6/ جولائی 1923ء)

حضورؓ نے خطبہ جمعہ 28/ اگست 1936ء میں فرمایا:

”پچھلے جمعہ میں نے الفضل میں ایک دلچسپ بحث دیکھی اور وہ یہ کہ جماعتِ احمدیہ کا ماٹو کیا ہونا چاہیے اس مضمون پر دو دوستوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو اخبار الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ دونوں اصحاب میرے ماموں ہیں۔ اسی ماٹو کے بارہ میں ایک تیسرا مضمون بھی میری نظر سے گزرا ہے۔ جس کے بارہ میں مجھے ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ وہ اخبار میں بھی شائع ہوا ہے یا نہیں؟“

(الفضل 26/ دسمبر 1936ء صفحہ 1)

اس کے بعد حضور نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

خطبہ جمعہ 18/ نومبر 1938ء میں فرمایا:

”چار دن ہوئے الفضل میں قاضی اکمل صاحب کا ایک مضمون حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی کے متعلق شائع ہوا ہے جو تحریک جدید کے ذریعہ پوری ہوئی۔ وہ دراصل ایک پرانا کشف ہے جو حضرت مسیح موعود نے دیکھا۔ یہ رویا حضرت مسیح موعود کو 5 ہزار سپاہی ملنے کے متعلق ہے۔“ اس رویا کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ اس رویا کے متعلق میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ تحریک جدید میں قربانیاں کرنے والوں کے ذریعہ پورا ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے منشی برکت علی صاحب فنانشل سیکرٹری سے پوچھا کہ تحریک جدید کے چندہ میں حصہ لینے والوں کی کس قدر تعداد ہے تو انہوں نے بتایا کہ پانچ ہزار چار سو بائیس۔ چونکہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ نادہند ہوتے ہیں اس لیے اگر ان کو نکال دیا جائے تو پانچ ہزار ہی تعداد بنتی ہے۔“ (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 826)

سلور جوبلی کے جلسے کے موقع پر 28/ دسمبر 1939ء کو فرمایا:

”جب سے یہ خلافت جوبلی کی تحریک شروع ہوئی ہے میری طبیعت میں ہمیشہ ایک پہلو سے انقباض سا رہتا آیا ہے اور میں سوچتا رہا ہوں کہ جب ہم خود یہ تقریب منائیں تو پھر جو

لوگ ''برتھ ڈے'' یا ایسی دیگر تقاریب مناتے ہیں انہیں کس طرح روک سکیں گے۔ اب تک اس کے لیے کوئی دلیل میری سمجھ میں نہیں آسکی اور میں ڈرتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں ایسی رسوم جماعت میں پیدا نہ ہو جائیں جن کو مٹانے کے لیے احمدیت آئی ہے۔... میں یہی سوچتا رہا ہوں کہ ایسا کرتے ہوئے ہم کوئی ایسا روشن دان تو نہیں کھول رہے کہ جس سے شیطان کو حملہ کا موقع مل سکے اور اس لحاظ سے مجھے شروع سے ہی ایک قسم کا انقباض سا رہا ہے کہ میں نے اس کی اجازت کیوں دی اور اس کے متعلق سب سے پہلے انشراح صدر مجھے مولوی جلال الدین صاحب شمس کا ایک مضمون الفضل میں پڑھ کر ہوا جس میں لکھا تھا کہ اس وقت گویا ایک اَور تقریب بھی ہے اور وہ یہ کہ سلسلہ کی عمر پچاس سال پوری ہوتی ہے۔ تب میں نے سمجھا کہ یہ تقریب کسی انسان کے بجائے سلسلہ سے منسوب ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے مجھے خود بھی اس خوشی میں شریک ہونا چاہیے۔''

(خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جلد 2 صفحہ 33)

مجلس مشاورت 1941ء میں فرمایا:

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزانہ اخبار کی ضرورت نہیں ہفتہ وار ہی کافی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں کیوں فرض کر دیں جبکہ ہر نماز میں وہی بات دہرائی جاتی ہے، ساری عمر میں ایک ہی نماز کافی تھی۔ ہر دو تین گھنٹے کے بعد نماز کا حکم کیوں دے دیا گیا؟ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے نماز کا تکرار ضروری قرار دیا ہے اسی طرح دین کی باتوں کا تکرار بھی ضروری ہے۔ یہ بات بھی صحیح نہیں کہ مولوی ابو العطاء کے مضامین کے سوا الفضل میں کام کا کوئی مضمون ہی نہیں ہوتا۔ میں علماء کے مضامین کا اس وقت ذکر نہیں کرتا۔ لاہور کے ایک طالب علم خورشید احمد صاحب کے مضامین بعض اوقات الفضل میں چھپتے ہیں جو بہت اچھے ہوتے ہیں اور میں ہمیشہ ان کو دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ حوالے بھی گو بالکل نئے تو نہیں ہوتے تاہم ایسے ضرور ہوتے ہیں جو عام طور پر مستعمل نہیں ہیں۔ پس یہ بالکل صحیح نہیں کہ مولوی ابو العطاء کے مضامین کے سوا کوئی اچھا مضمون نہیں ہوتا۔ پھر میر محمد اسحٰق صاحب کا درس حدیث چھپتا ہے۔ اس کی کسی بات سے مجھے اختلاف بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت مفید سلسلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات نہایت مؤثر پیرایہ میں اور تکرار کے ساتھ سامنے آتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ علمی اور عملی دونوں لحاظ سے بہت مفید ہے۔'' (خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 541)

جلسہ سالانہ 1951ء کے دوسرے دن 27/دسمبر کو الفضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اصل تقریر سے قبل الفضل کی اشاعت کو بڑھانے کی بھی تحریک کرتا ہوں۔ اس سال الفضل کا خاتم النبیین نمبر شائع ہوا تھا اور وہ فتنے کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے باقی سارے لٹریچر سے زیادہ کامیاب رہا۔ اس کا مضمون ایک تھا۔ مگر اس کے متعلق مختلف پہلوؤں کو جمع کر دیا گیا تھا۔ گویا وہ ایک باغیچہ تھا جس میں مختلف پھل اور پھول جمع کر دیے گئے تھے۔ مگر خوبی یہ تھی کہ وہ سب ایک ہی قسم کے تھے۔ چنانچہ ختم نبوت کے مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تحریریں۔ قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی اور ائمہ سلف کے خیالات کو جمع کر دیا گیا تھا تا کہ ہر قسم کی طبائع کو اپنے اپنے مذاق کے مطابق مواد مل سکے۔ جماعتوں کی طرف سے جو اطلاعیں آئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مخالفوں نے بھی مانگ مانگ کر یہ پرچہ پڑھا ہے۔ ان میں سے متعدد نے بعد میں اس خیال کا اظہار کیا کہ پہلے ہم احمدیت کو ایک خلاف اسلام تحریک سمجھتے تھے مگر اس نمبر کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ احمدی اسلام کے یا قرآن کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے ان کا اختلاف محض تاویل کا اختلاف ہے۔ متعدد جماعتوں نے خاتم النبیین نمبر کے متعلق لکھا کہ اس کی اشاعت کے بعد مخالفت کی رو بدل گئی۔ پس الفضل کی اشاعت کو بڑھانے کی کوشش کرو۔''

(الفضل 31/ دسمبر 1952ء صفحہ 3)

کئی بار مجالس شوریٰ میں الفضل سے متعلق تجاویز پیش ہوئیں۔ بعض احباب نے جب الفضل پر تنقید کی تو حضور نے جماعت کو الفضل کی مشکلات اور وسائل سے مطلع فرمایا اور ادارہ کو بھی اپنی کارکردگی بہتر بنانے کی تاکید فرمائی۔

حضور الفضل کے بجٹ پر بھی خصوصی نظر رکھتے تھے۔ مجلس شوریٰ 1937ء میں فرمایا:

''جب میں نے الفضل کے بجٹ کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ الفضل کا مالی پہلو خطرناک ہو رہا ہے۔ چونکہ خود میں نے الفضل جاری کیا تھا اس لیے مجھے بھی چھپوائی کا تجربہ ہے اور میں بجٹ کو دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہوں کہ اس میں کس جگہ غلطی ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے میں نے الفضل کے بجٹ کی تفصیلات محکمہ متعلقہ سے طلب کیں۔'' پھر حضورؓ نے تفصیل سے بجٹ کے بارہ میں ہدایات دیں۔ (خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 226)

الفضل کی بندش 1953ء

1953ء میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف فسادات میں ایک ظالمانہ فعل یہ بھی کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے 27/فروری 1953ء کو جماعتِ احمدیہ پاکستان کے واحد روزنامہ الفضل کی اشاعت ایک سال کے لیے جبراً بند کر دی۔

الفضل کی بندش پر لاہور ہی سے ہفت روزہ فاروق مکرم مولوی شفیع صاحب اشرف کی ادارت میں جاری کیا گیا تھا۔ یہ اخبار بھی 4/ مارچ و 11/ مارچ 1953ء کی دو اشاعتوں کے بعد بند کر دینا پڑا۔ (تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 489) حضورؓ نے خدا تعالیٰ کی تحریک خاص سے 3/مارچ 1953ء کو جماعتِ احمدیہ کے نام پُر شوکت پیغام دیا۔ جو 4/مارچ کو ہفت روزہ فاروق کے صفحہ اول پر جلی قلم سے شائع ہوا اور ملک بھر میں پہنچ گیا۔ فرمایا:

''الفضل کو ایک سال کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اس میں سب طاقت ہے ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گذشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لیے دوڑا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔''

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے 15/ جولائی 1950ء سے پندرہ روزہ اخبار المصلح جاری کیا تھا۔ الفضل لاہور کی بندش کے بعد المصلح کراچی کو روزنامہ کی شکل دینے کی کوشش شروع ہوئی جو 29/مارچ 1953ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 30/ مارچ 1953ء کو اس اخبار کی روزانہ اشاعت کا آغاز ہو گیا۔ اب المصلح کراچی عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا۔ اس کی اشاعت اور ادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔ اس کا دفتر احمدیہ ہال میگزین لین کراچی میں تھا۔ ابتداء میں یہ کلیم پریس لارنس روڈ، بعد ازاں علی پرنٹنگ پریس اور پھر آرمی پریس میں چھپتا رہا اور 31/ مارچ 1954ء تک یعنی الفضل کے دوبارہ اجرا تک نہایت باقاعدگی سے روزنامہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا۔ (تاریخ احمدیت کراچی جلد 2 صفحہ 169)

اس کے علاوہ بھی الفضل کو متعدد بار بندش اور دیگر ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔ چنانچہ 1984ء میں 4 سال، 1990ء میں 2 ماہ بند رہا۔ 2005ء اور 2006ء میں بھی ایسے ہی اقدامات کیے گئے۔ 5/ دسمبر 2016ء سے الفضل ربوہ پھر بند کر دیا گیا مگر الفضل جسے ایک ملک میں پابندیوں کا نشانہ بنایا گیا اسے خدا نے عالمی شہرت عطا کی اور 1994ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجرا فرمایا جو 27/ مئی 2019ء سے ہفتہ میں دو بار چھپتا ہے۔ اسی طرح 13/دسمبر 2019ء سے الفضل کا ڈیلی آن لائن ایڈیشن (www.alfazlonline.org) بھی جاری ہو چکا ہے۔

الفضل انٹرنیٹ پر

الفضل کی تاریخ میں ایک نہایت اہم موڑ اس وقت آیا جب اسے انٹرنیٹ سے منسلک کیا گیا۔ چنانچہ 3/اکتوبر 2002ء سے الفضل کے تمام شمارے جماعت کی مرکزی ویب سائٹ اور الفضل کی اپنی ویب سائٹ www.alfazl.com پر میسر ہے اور یہ روحانی نہر تمام دنیا کو سیراب کرتی ہے۔ ساری دنیا میں بیک وقت الفضل پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس طرح حضرت مصلح موعودؓ کا خواب، آپ کے خیالات اور امنگوں کا ترجمان اور خلافت احمدیہ کی آواز آج اپنی دوسری صدی میں رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کا یہ سفر اور خدمات سدا جاری رکھے۔ آمین۔

آپ پڑھ سکتے ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی اسے
صفحۂ برقی پہ ہر پل ضو فشاں ہے الفضل

☆...☆...☆

زندگی کا تُو نے نصب العین پورا کر دیا

دہر میں اسلام کا پھر بول بالا کر دیا
زندگی کا تُو نے نصب العین پورا کر دیا

مادیت کی موت سے تُو نے جہاں کو دی نجات
کس قدر مایوس بیماروں کو اچھا کر دیا

تو نے ذرّوں کو اٹھایا اور مہر و مہ کیا
تو نے قطروں پہ نظر کی اور دریا کر دیا

تو نے صحراؤں کے دل میں دھڑکنیں بیدار کیں
تو نے پھر مُردہ لبوں کو نغمہ پیرا کر دیا

اک نئے انداز سے کی تو نے تفسیر حیات
زندگی کا اک نیا مفہوم پیدا کر دیا

کھو گئے خود اس طرح اس حُسن کے انوار میں
اپنی ہر جانب اسی کو جلوہ آراء کر دیا

تو جو نکلا مشعل فرقان ہاتھوں میں لیے
تیرہ و تاریک دنیا میں اجالا کر دیا

(اکبر حمیدی فیروزوالہ)

بقیہ: پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا عظیم الشان ظہور

......از صفحہ نمبر 18

محاذ پر فوجی خدمات سرانجام دیں۔ یہ بٹالین احمدی رضا کاروں پر مشتمل تھی جس نے 1948ء سے 1950ء تک بہت جوش اور مستعدی سے کشمیر کے محاذ پر پاکستانی فوج کی مدد کی۔ احمدی رضا کاروں کو حکومت پاکستان اور اخبارات نے اس خدمت پر دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا۔

جماعت کے نظام کو مستحکم اور منظم کرنے کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی توفیق پائی ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپؓ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصف صدی سے زائد عرصہ منصبِ خلافت پر فائز رہے۔ تنظیم کا کام اس سارے عرصہ میں جاری رہا۔ جماعت کے انتظامی ڈھانچہ کو مستحکم کرنے کے لیے آپ نے 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کے نظام کو وسعت دی۔ جماعت کے مردوں اور عورتوں کو مختلف ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر کے اپنے اپنے دائرہ کار میں متحرک اور فعال بنانا بھی آپؓ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ 1922ء میں لجنہ اماءِ اللہ اور 1928ء میں ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم قائم فرمائی۔ خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء میں ہوا جبکہ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم 1940 میں بنائی گئی۔ اسی سال مجلس انصار اللہ کا قیام بھی عمل میں آیا۔

نظامِ خلافت کے بعد مجلسِ شوریٰ کا نظام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا آغاز 1922ء سے فرمایا۔ آپ نے باقاعدہ وقف زندگی کی تحریک 1917ء میں کی اور ان واقفین کی تعلیم و تربیت کے لیے 1928ء میں جامعہ احمدیہ اپنی موجودہ شکل میں قائم فرمایا۔ دارالقضاء کا قیام 1919ء میں عمل میں آیا۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہت سے نازک مراحل آئے لیکن عشاقِ اسلام کا یہ کارواں اپنے صاحب شکوہ، مسیحی نفس امام کی قیادت میں ہمیشہ امن و سلامتی کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتا رہا۔ پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق خدا کا سایہ اس کے سر پر تھا اور نصرتِ خداوندی کے سایہ میں اس نے دشمن کی ہر تدبیر کو ناکام و نامراد بنا دیا۔

1923ء میں ہندوؤں نے دوسرے لوگوں اور بالخصوص مسلمانوں کو ہندو بنانے کا عزم لے کر شدھی کی زبردست تحریک شروع کی۔ بہت سے مسلمان اس ریلے میں بہ کر ہندو ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کا دل سخت بے چین ہو گیا اور آپؓ نے شدھی کی اس تحریک کے مقابل پر جوابی تحریک شروع فرمائی۔ احمدیت کے وفا شعار مجاہدین نے آپؓ کی زیر ہدایت ایسی جاں نثاری سے اس جہاد میں حصہ لیا کہ نہ صرف بہت سے مسلمان ہندو ہونے سے بچ گئے بلکہ جو لوگ ہندو ہو گئے تھے وہ دوبارہ اسلام کی آغوش میں آ گئے۔

1934ء میں احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر تحریک جاری کی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، جماعت احمدیہ کو دنیا سے کلیۃً نابود کر دیں گے اور اس جماعت کا نام و نشان مٹا کر دم لیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی خداداد فراست سے نہ صرف احرار کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا بلکہ اس ناپاک منصوبہ کے جواب میں تحریک جدید کے نام سے ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک کا آغاز فرمایا جس کے ذریعہ ساری دنیا میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا جانے لگا۔ اس تحریک جدید کے شیریں ثمرات نے آج کل عالم کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے اور دنیا کے اکثر ممالک اسی بابرکت تحریک سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

1947ء میں جب برّصغیر کی تقسیم عمل میں آئی تو جماعت احمدیہ کو اپنے مقدس مرکز قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔ یہ وقت جماعت کے لیے بہت ہی کٹھن تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے کمال فراست اور حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نہ صرف افراد جماعت کی جانی و مالی حفاظت کا انتظام کیا بلکہ پاکستان میں جماعت کے لیے نیا مرکز بھی قائم کر دیا۔ ایک سال کے اندر اندر دارالہجرت ربوہ کا قیام فی الحقیقت ایک معجزہ سے کم نہیں۔ بے آب و گیاہ، ویران و بنجر سرزمین کی جگہ اب ایک سرسبز و شاداب، ترقی یافتہ، پر رونق اور خوب صورت شہر آباد ہے۔ ربوہ کا وجود قائم و دائم رہے گا۔ کوئی جبری قانون اس کے نام کو مٹا نہیں سکتا۔ اس بستی کا چپہ چپہ اس بات کا گواہ رہے گا کہ اس کا بانی صاحبِ عزم بھی تھا اور صاحبِ عظمت بھی!

مخالفت کی آندھیاں ہمیشہ سے خدائی جماعتوں کی تاریخ کا حصہ رہی ہیں۔ 1953ء میں پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف مجلسِ احرار نے ایک ملک گیر تحریک چلائی۔ ان کے عزائم انتہائی ظالمانہ اور خطرناک تھے۔ ایسے مراحل بھی آئے کہ بڑے صاحبِ حوصلہ لوگوں کے پتے پانی ہو رہے تھے لیکن وہ مبارک وجود جس کو خدا نے اپنے کلام میں ’’سخت ذہین وفہیم‘‘ فرمایا، جس کے نزول کو بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب قرار دیا، وہ اولوالعزم رہ نما، جماعت کے سر پر موجود تھا اور اس کے سر پر خدا کا سایہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس نازک دور میں جماعت کی حفاظت اور رہ نمائی کا فریضہ انتہائی خوش اسلوبی سے ادا فرمایا اور اللہ سے خبر پا کر یہ اعلان بھی فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد کو دوڑا چلا آ رہا ہے۔ ان ہنگاموں کے نتیجہ میں چند خوش قسمت احمدیوں نے شہادت کا اعزاز پایا لیکن مخالفت کا یہ سیلاب جماعت کی ترقی کو ہرگز روک نہ سکا۔ بلکہ جماعت کی مستقل ترقی کا ایک اور وسیلہ تحریکِ وقف جدید کی صورت میں نمودار ہوا جس کا آغاز حضرت مصلح موعودؓ نے 1957ء کے آخر پر فرمایا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پیشگوئی مصلح موعود میں فرزندِ موعود کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی تھی کہ

’’وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘‘

اس کا ایمان افروز ظہور اس طور پر ہوا کہ خدائے علّام الغیوب نے حضرت مصلح موعودؓ کو دنیاوی ڈگریوں کے بغیر اور نہایت کمزور صحت کے باوجود دینی اور دنیاوی علوم سے مالا مال کر دیا۔ آپ کو مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اس ذریعہ سے جو علم آپ حاصل کر سکتے تھے وہ آپؓ نے کیا۔ اس پر مزید یہ کہ اس سخت ذہین وفہیم انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کا سایہ تھا۔ خدا نے اس میں اپنی روح ڈال کر اس کو اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کے اجتماع نے نورٌ علیٰ نورٍ کی کیفیت پیدا فرما دی اور دنیا نے دیکھا، سنا اور بارہا مشاہدہ کیا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے دینی معاملات میں ایسا بلند علمی مرتبہ حاصل کیا جو اپنے زمانہ میں بے نظیر تھا۔ آپؓ نے اپنی زندگی میں متعدد کتب و رسائل تصنیف فرمائے اور سینکڑوں خطابات و خطبات میں جماعت احمدیہ اور امتِ مسلمہ کو رہ نمائی سے نوازا۔ حضورؓ کی کتب میں سے چند ایک کے نام بطور نمونہ حسب ذیل ہیں:

دیباچہ تفسیر القرآن۔ فضائل القرآن۔ سیرت خیر الرسلؐ۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ دعوت الامیر۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ ملائکۃ اللہ۔ ہستیٔ باری تعالیٰ۔ منہاج الطالبین۔ سیر روحانی۔

آپ کی جملہ کتب و خطابات ’’انوار العلوم‘‘ کے نام سے شائع ہو رہی ہیں۔

ان بلند پایہ علمی تصانیف سے بہت بڑھ کر آپؓ کے خداداد علم کا شاہکار آپؓ کی تصنیف فرمودہ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر ہیں۔ قریباً دس ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی یہ تفسیر کبیر لاجواب معارف سے پُر ہے۔ آپؓ کی علمی تصانیف اور بالخصوص تفسیر کبیر پڑھ کر بڑے بڑے علماء اور ماہرین علوم نے آپؓ کے تبحّر علمی کا اعتراف کیا۔ آپؓ کے فیض رساں علمی وجود کے ذریعہ دنیا کو جو برکت نصیب ہوئی اس کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ آپؓ کے دورِ خلافت میں دنیا کی کئی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت ہوئی اور آپؓ کی زیر نگرانی قریباً چالیس اخبارات اور رسائل دنیا کے مختلف ممالک سے جاری ہوئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی متحرک اور خدمات دینیہ سے بھرپور زندگی کے اگر دو جامع عناوین دیے جا سکتے ہیں تو وہ اشاعتِ اسلام اور خدمتِ قرآن ہیں۔ یہ دونوں باتیں تو گویا آپؓ کی روح کی غذا تھیں۔ آپؓ نے تحریر و تقریر کے میدان میں ان مقاصدِ عالیہ کی خاطر انتھک خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے قلم اور زبان میں ایسی دل کشی اور شیرینی رکھ دی تھی کہ پڑھنے والے آپؓ کی تحریرات پڑھتے ہوئے علمی معارف میں گم ہو کر رہ جاتے اور آپؓ کی تقریریں سننے والے گھنٹوں آپؓ کے خطابات سنتے رہتے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔ لاریب آپؓ اپنے وقت کے عظیم مصنف اور لاثانی خطیب تھے۔ مقدس باپ سلطان القلم تھا تو عظیم بیٹا سلطان البیان۔ حق یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ساری زندگی، اور ساری خداداد صلاحیتیں اس راہ میں وقف کر دیں۔

جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

1924ء کا سال حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کا ایک اہم سال ثابت ہوا۔ آپؓ نے لندن میں منعقد ہونے والی مذاہب عالَم کے نمائندگان کی عالمی کانفرنس میں شمولیت فرمائی۔ یہ کانفرنس ویمبلے امپیریل انسٹی ٹیوٹ لندن میں منعقد ہوئی۔ آپؓ نے اس کانفرنس کے لیے ایک خطاب لکھا جس کا انگریزی ترجمہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اجلاس میں سنایا۔ آپؓ کا یہ معرکہ آرا خطاب بعد ازاں ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اسی سفر کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے پرسوز دعاؤں کے ساتھ رکھا۔ یہ سنگ بنیاد گویا یورپ بلکہ ایک لحاظ سے ساری دنیا میں اشاعتِ اسلام کی عالمگیر مہم میں ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔

لندن میں تعمیر ہونے والی اس سب سے پہلی مسجد کے بعد تو اکناف عالم میں مساجد اور تبلیغی مراکز کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر آن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اشاعت اسلام کی ان ہمہ گیر کوششوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا تشخص دنیا کے کونے کونے میں متحقق ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کا مبارک نام بھی زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا ہے۔

خدمتِ اسلام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اور بہت ہی نمایاں کارنامہ 1928ء میں سیرت النبی ﷺ کے مبارک جلسوں کا آغاز ہے۔ سید المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کو داغدار بنانے کے مذموم ارادہ سے جب دشمنانِ اسلام نے رنگیلا رسول جیسی ناپاک کتابیں شائع کیں تو قلبِ محمودؓ پر ایک قیامت گذر گئی۔ آپؓ نے اس ناپاک اور ظالمانہ کوشش کے مثبت اور موثر جواب کے طور پر سارے ملک میں سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کا اہتمام کروایا۔ ایسی شان سے یہ جلسے منعقد ہوئے کہ قریہ قریہ اور بستی بستی حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام سے گونج اٹھے۔ بعد میں یہ سلسلہ اَور بھی وسیع ہو گیا اور اب تو سیرت النبی ﷺ کے یہ بابرکت جلسے جماعت احمدیہ عالمگیر کی پہچان بن گئے ہیں۔

اس عظیم پیشگوئی کے سب پہلوؤں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ حق یہ ہے کہ پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ، ربِ ذوالجلال کی قدرت، عظمت، جلال اور رحمت کا ایک تابندہ نشان ہے۔ ہر پہلو سے ایک تابناک معجزہ ہے۔ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ خدائے قادر کا کلام تھا جو بڑی شان سے پورا ہوا۔ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو سنا، وہ برحق تھا۔ آپؑ نے دنیا کو جو بتایا، وہ سچ تھا۔ اس پیشگوئی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ غلامِ احمد ہی وہ سچا مہدی اور مسیح ہے جس کی سچائی ثابت کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت، طاقت اور جبروت کا یہ زندہ نشان اسے عطا فرمایا!

لاکھوں لاکھ درود و سلام ہوں حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ آپؐ کے مبارک نامِ احمدؐ کی برکت سے ایک غلامِ احمدؑ کو آپ ﷺ کی غلامی کی برکت سے امتی نبوت کا تاج پہنایا گیا۔ پھر اس غلامِ احمدؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق ایک فرزند موعود سے نوازا جو ان ساری صفات کا مصداق ثابت ہوا جن کا ذکر مقدس پیشگوئی میں کیا گیا تھا۔ کلام اللہ کا مرتبہ اس شان سے پورا ہوا کہ پیشگوئی کا ایک ایک حرف اس پر صادق آیا اور ایک ایک بات کلام اللہ کی صداقت پر گواہ ٹھہری۔ حق یہ ہے کہ پیشگوئی کا اس طور پر ایمان افروز ظہور ہمیشہ ہمیش کے لیے صداقتِ اسلام کا ایک زندۂ جاوید نشان ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ تو انسان ہونے کے ناطے، اس دنیا سے فائز المرام رخصت ہوئے اور اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھائے گئے لیکن یہ آسمانی نشان ہمیشہ زندہ رہے گا اور حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یاد بھی اس نشان کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گی کہ یہ عظیم الشان پیش خبری آپؓ کے وجود میں بڑی شان سے پوری ہوئی اور اس کے فیوض قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایمان افروز ظہور کو دیکھ کر اور اس پیشگوئی کی جاری و ساری عالمگیر تاثیرات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد آج الحمد للہ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ

اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

☆...☆...☆

پسرِ موعود کی دو علامات بشیر الدولہ اور عالمِ کباب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میں دونوں علامات بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں

(محمد محمود طاہر۔ مربی سلسلہ)

صحف آسمانی واحادیث اور صلحائے امت کی پیشگوئیوں میں جہاں موعود اقوام، مسیح موعود، مہدی معہود اور امام آخر الزماں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی اس کی آسمانی بادشاہت کے وارث ایک عظیم الشان بیٹے کی پیشگوئی بھی موجود ہے۔

چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام الٰہی منشا کے ماتحت 1886ء میں چلہ کشی کے لیے ہوشیار پور تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پسر موعود کی مہتم بالشان پیشگوئی سے نوازا۔

پسر موعود کی پیشگوئی اس شان کی تھی کہ اس کی علامات کے بارے میں الہامات کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس موعود بیٹے کی کئی علامات اس کی پیدائش کے بعد بھی عطا کیں۔ بعد میں عطا ہونے والی علامات میں سے دو علامات کا تذکرہ اس وقت مضمون میں کیا جارہا ہے یعنی

(1)بشیر الدولہ (2)عالمِ کباب

یہ علامات اور پسر موعود کے الہامی نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1906ء میں عطا ہوئے جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سترہ سال کے ہو گئے تھے اور آپ جماعت میں اپنی علمی و انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے معروف ہو چکے تھے۔

بشیر الدولہ اور عالمِ کباب کے الہامات

19/فروری 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ

''منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا: ''بشیر الدولہ''۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ بشیر الدولہ کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایسا لڑکا میاں منظور محمد کے پیدا ہوگا جس کا پیدا ہونا موجب خوشحالی اور دولتمندی ہو جائے اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ لڑکا خود اقبال مند اور صاحبِ دولت ہو لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب اور کس وقت یہ لڑکا پیدا ہوگا۔ خدا نے کوئی وقت ظاہر نہیں فرمایا۔ ممکن ہے کہ جلد ہو یا خدا اس میں کئی برس کی تاخیر ڈال دے۔''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 511,510)

7/جون 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا جس کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

''بذریعہ الہامِ الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے۔ (1)بشیر الدولہ (2)عَالَم کباب

یہ ہر دو نام بذریعہ الہامِ الٰہی معلوم ہوئے اور اِن کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے:

(1) بشیر الدّولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہوگا۔ اُس کے پیدا ہونے کے بعد (یا اُس کے ہوش سنبھالنے کے بعد) زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی اور گروہِ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

(2) عَالَم کباب سے یہ مراد ہے کہ اُس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی بُرائی بھلائی شناخت کر لے دُنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دُنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اِس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔ غرض وہ لڑکا اِس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہوگا بشیر الدولہ کہلائے گا اور اِس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہوگا عالم کباب کے نام سے موسُوم ہوگا۔''

(تذکرہ صفحہ 534,533)

اسی طرح 19/جون 1906ء کو بذریعہ الہام الٰہی آپ کو مذکورہ بالا بیٹے کے 9 ناموں کے بارے میں بتایا گیا جس میں بشیر الدولہ اور عالم کباب کے نام بھی شامل ہیں۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 537)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی کے حاشیے میں اس بیٹے کے ناموں میں لکھا ہے ''(1)بشیر الدولہ۔ کیونکہ وہ ہماری فتح کے لیے نشان ہوگا...3)عالم کباب

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ 109)

مذکورہ بالا الہامات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ لڑکا جس کے صفاتی نام بتائے جارہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے بشیر الدولہ یعنی باعث اقبال وبشارت دینے والا اور فتح کا نشان ہوگا اور مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ ہوگا اور اس کے دور میں دنیا میں زلازل آئیں گے اور جنگیں ہوں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دعویٰ مصلح موعود

اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں جس کی پیشگوئی 20/فروری 1886ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمائی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پسر موعود کی پیشگوئی کی 52 علامات کا ذکر فرمایا اور ان 52 علامات کو اپنی ذات پر چسپاں فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے 47ویں اور 48ویں علامت یہ بیان فرمائی کہ

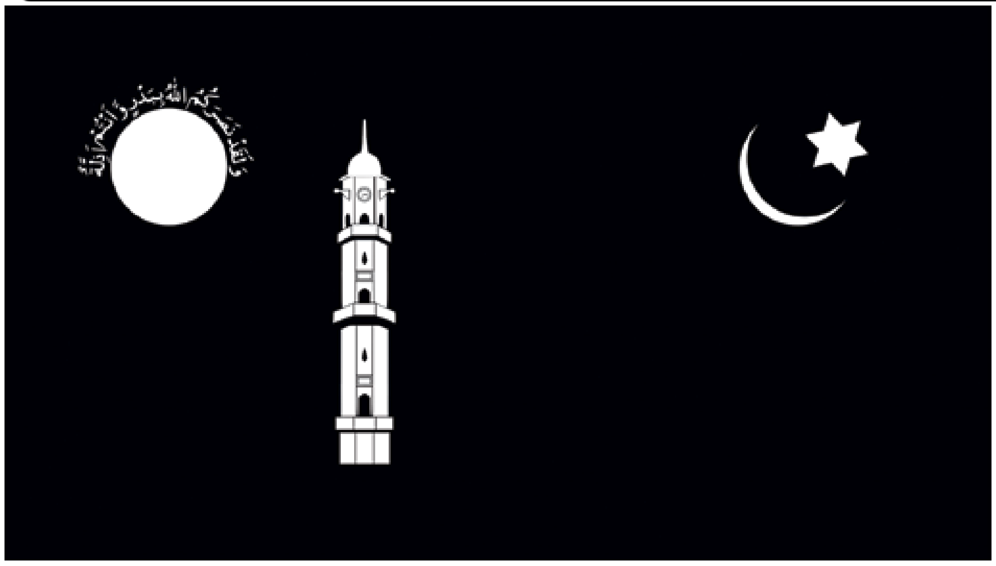
''وہ عالم کباب ہوگا۔ یعنی اس کے زمانہ میں بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم بھی میرے زمانہ خلافت میں ہوئی اور اب دوسری جنگ بھی میرے زمانہ میں ہو رہی ہے۔

اڑتالیسویں وہ بشیر الدولہ ہوگا۔ یعنی جس حکومت میں وہ ہوگا خدا اس حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔''

(دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پرشوکت اعلان، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 167)

منظور محمد کے بیٹے کی وضاحت

ضمناً یہاں ایک امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ بشیر الدولہ اور عالم کباب کے الہامی نام جو عطا ہوئے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں منظور محمد صاحب کے بیٹے کے لیے بیان کیے ہیں۔ ان کا تو بیٹا نہیں تھا تو یہ پسر موعود کے صفاتی نام کس طرح ہو سکتے ہیں۔



حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الہامات کے آغاز میں ہی یہ تحریر فرما دیا تھا کہ

''معلوم نہیں منظور محمد کے لفظ سے کس طرف اشارہ ہے...اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ لڑکا خود اقبالمند اور صاحبِ دولت ہو۔''

(تذکرہ ایڈیشن جلد چہارم صفحہ 511,510)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر الدولہ اور عالم کباب کی تشریح میں فرمایا:

''بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہوگا...غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہوگا بشیر الدولہ کہلائے گا اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہوگا عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا۔''

(تذکرہ ایڈیشن جلد چہارم صفحہ 533-534)

اس تشریح سے بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ علامات اس مہتم بالشان پیشگوئی کا حصہ ہیں جو پسر موعود کی بابت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کی اور منظور محمد سے مراد آپ علیہ السلام کا ہی بابرکت وجود ہے جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر اور عاشق صادق ہیں۔ پیشگوئیوں میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اور آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں میں بھی استعارات کا استعمال ہوا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی خواب قرآن میں درج ہے۔ سورج چاند ستارے دیکھے تو اس سے مراد والدین اور بھائی تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے محلات کی کنجیاں خواب میں دیکھیں کہ وہ آپؐ کو تھمائی گئی ہیں لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں قیصر و کسریٰ کی فتوحات ملیں۔ وہ خواب تو سچا نکلا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے دور میں پورا ہوا۔

بشیر الدولہ، عالم کباب اور اس کے ساتھ جو علامات الہام ہوئی ہیں یہ سب وہ علامات ہیں جو 20/فروری 1886ء والی پیشگوئی میں مختلف انداز میں بیان ہو چکی ہیں مثلاً 20/فروری والی پیشگوئی میں بشیر کی صفت کا ذکر ہے۔ کلمۃ اللہ کا ذکر ہے۔ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت کے نام سے یاد کیا گیا۔ جلال الٰہی کے ظہور کا موجب بھی قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس پیشگوئی میں مخالفین کی تباہی کا بھی تذکرہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ دونوں علامات بشیر الدولہ اور عالم کباب اس پسر موعود کی علامات کی تشریح وتسلسل ہے جو 20/فروری والی پیشگوئی پسر موعود میں بیان کی گئی ہیں۔

بشیر الدولہ کی علامت کا ظہور

بشیر الدولہ کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ

☆...وہ موجب خوشحالی اور دولت مندی ہوگا۔

☆...وہ اقبال مند اور صاحب دولت ہوگا۔

☆...وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہوگا۔

☆...اس کی پیدائش کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی اور گروہ کثیر ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے دعویٰ کے وقت بشیر الدولہ کی تشریح میں فرمایا:

☆...''وہ بشیر الدولہ ہوگا یعنی جس حکومت میں وہ ہوگا خدا اس کی حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔''

بشیر الدولہ کی مذکورہ علامات کو ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات میں دیکھتے ہیں تو بڑی شان کے ساتھ انہیں پورا اترتا ہوا دیکھتے ہیں۔ آپ کی ذات جماعت کے لیے موجب خوشحالی اور باعث اقبال ثابت ہوئی۔ بشیر الدولہ کا الہام 1906ء میں ہوا۔ یہ وہ سال ہے جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے محض 17 سال کی عمر میں تشحیذ الاذہان جیسا علمی رسالہ قادیان سے نکالا اور اس کے علمی معیار کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھی نے کیا۔ یہ سہ ماہی رسالہ تھا اور اس کا نام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عطا کردہ ہے۔

ایڈیٹر الحکم حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے تشحیذ الاذہان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''رسالہ تشحیذ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح و مہدی کی زبان اور قلم میں تھی۔''

(الحکم 21/ فروری 1909ء)

ہفتہ وار نیر اعظم مراد آباد نے لکھا:

''بلا مبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجرا سے بہت مدد ملے گی۔''

(تشحیذ الاذہان جلد اوّل نمبر 2 صفحہ ج)

پندرہ روزہ رسالہ البیان لکھنؤ نے لکھا:

''مارچ 1906ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ماہوار اردو زبان میں شائع ہوتا ہے... مضامین زور دار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اس کو ایڈٹ کرتے ہیں۔''

(تشحیذ الاذہان جلد اوّل نمبر 2 صفحہ ج۔د)

مولوی محمد علی صاحب نے تبصرہ کیا کہ

''اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت اقدسؑ کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب کی ...دین کی یہ ہمدردی اور دین کی حمایت کا یہ جوش...ایک خارق عادت بات ہے...وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟...اے بدقسمت لوگو! غور کرو! کیا مفتری کی اولاد جو اس کے زمانہ میں پرورش پائے ایسی ہوا کرتی ہے؟''

(ریویو آف ریلیجنز مارچ 1906ء صفحہ 117)

ان تبصروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ الہام بشیر الدولہ کے سال میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے ایسا علمی کارنامہ سرانجام دیا کہ جس سے وہ جماعت کے لیے صاحب اقبال اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ٹھہرے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے صدر انجمن احمدیہ کا قیام فرمایا تو آپ کو مجلس معتمدین کا ممبر مقرر فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر محض 17 سال تھی۔ جماعت کی ترقی کے لیے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی اپنا کردار ادا کیا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دورِ خلافت میں بھی جماعت کی حمایت اور سر بلندی کے لیے تن من دھن کی بازی لگائی۔ انجمن انصار اللہ کی بنیاد 1911ء میں ڈالی۔ اسی طرح 1913ء میں اخبار الفضل جاری فرمایا۔

1914ء میں آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور تقریباً 52 سالہ دور خلافت میں آپ جماعت کے لیے بشیر الدولہ ثابت ہوئے۔ جماعتِ احمدیہ کے لیے فتوحات کے دروازے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے کھولے جو کہ ایک لمبی داستان ہے۔

آپ نے 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا قیام فرمایا۔ 1919ء میں ہی دار القضاء کا نظام جاری کیا۔ 1922ء میں مجلس مشاورت کے باقاعدہ نظام کا اجرا فرمایا۔ آپ نے جماعت کو ذیلی تنظیموں میں تقسیم کیا اور لجنہ اماء اللہ 1922ء مجلس خدام الاحمدیہ 1938ء اور مجلس انصار اللہ 1940ء میں قائم فرمائی۔ تقسیم ہندوستان کے بعد پاکستان میں 1948ء میں نئے مرکز احمدیت ربوہ کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ تھا۔ تبلیغ اسلام اور تربیت کے نظام کے لیے تحریک جدید 1934ء میں اور وقف جدید 1957ء میں قائم فرمائی۔ غیر ممالک میں شوکت اسلام دکھانے اور دعوت اسلام پہنچانے کے لیے 1924ء اور 1955ء میں آپ نے یورپ کے سفر اختیار فرمائے۔

اسلام، قرآن، فلسفہ، تربیت، فقہ، سیرت، سیاسیات، اخلاقیات، اسلامی عقائد، جماعتی علم الکلام اور متفرق موضوعات پر 225 سے زائد کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ آپ کی تفسیر کبیر، تفسیر صغیر کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے پر بیّن ثبوت ہیں۔

آپؓ کے عہد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی اور افریقہ، امریکہ، یورپ اور جزائر میں اسلام کا پیغام پہنچا اور احمدیت کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ قائم ہوئیں۔ آپ نے فدائین اور سرفروش واقفین اور مبلغین کی ایک کثیر تعداد تیار کر دی جو دنیا بھر میں پھیل گئے اور دنیا کو الٰہی بشارت دینے کا سبب بنے۔ الغرض آپ کے بشیر الدولہ ہونے کی داستان بہت طویل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بشیر الدولہ کی یہ بھی تشریح فرمائی کہ جس حکومت میں وہ ہوگا خدا اس کی حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔ چنانچہ آپ نے دو حکومتوں (1) انگریزوں کے دور میں 1947ء تک کا وقت گزارا۔ اور اس دور میں جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم لڑی گئیں۔ دونوں جنگوں میں انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کو فتوحات نصیب ہوئیں۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ نے بشیر الدولہ کا کردار ادا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سی پیشگوئیاں جن کا تعلق زلزلہ عظیمہ اور جنگوں اور جماعتی ترقی کے ساتھ تھا وہ آپ کی پیدائش کے بعد یا آپ کے عہد خلافت میں پوری ہوئیں۔ اس لحاظ سے بھی آپ بشیر الدولہ ٹھہرے۔

عالم کباب کی علامت کا ظہور

پسر موعود کی علامت ''عالم کباب'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ

☆... آپ کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پر سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

☆... مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اس لیے عالم کباب سے موسوم ہوگا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے پسر موعود کی 47ویں علامت عالم کباب کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ

☆...اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے زمانے میں بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔



یوں یہ علامت اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی کے ظہور سے تعلق رکھتی ہے جس کا ایک ظہور تو من حیث المجموع پوری دنیا کے ساتھ ہے کہ جنگ وجدال سے بہت تباہی آئے گی اور زلزلے آئیں گے اور دوسری طرف جماعتی مخالفین کو بھی شرمندگی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ہر لحاظ سے یہ علامت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وجود میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

دنیا میں بڑی بڑی آفتیں، زلزلے، جنگیں اس دَور میں مسلط ہوئیں اور عالمگیر جنگیں بھی ہوئیں اور تاریخ میں معروف جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم دونوں حضرت مصلح موعودؓ کے عہد میں لڑی گئیں۔

زلزلوں کا آنا

زلزلوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قہری تجلی کا



ظہور اس دور میں کیا تا کہ لوگ اپنے خالق اور اس کے مامور کو پہچان سکیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ یہ پیشگوئی 1905ء میں ہندوستان میں پوری ہوئی جب زلزلہ نے تباہی مچادی اور بیس ہزار سے زائد افراد اس زلزلے کے نتیجہ میں ہلاک ہوئے۔

1906ء میں ایکواڈور، تائیوان اور چلّی میں زلزلے آئے جس سے ہزاروں ہلاکتیں ہوئی۔ 1907ء میں تاجکستان میں زلزلے سے 15000 افراد ہلاک ہوئے۔ 1908ء میں اٹلی میں آنے والے زلزلے نے تباہی مچائی اور 80/ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1915ء میں اٹلی میں پھر زلزلہ آیا 30/ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1923ء کے زلزلے نے جاپان میں تباہی مچادی اور ایک لاکھ چالیس ہزار افراد لقمہ اجل بنے۔ 1927ء میں چین میں تباہ کن زلزلہ سے چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1929ء اور 1930ء ایران میں زلزلوں سے تباہی ہوئی۔ 1934ء نیپال / بہار میں زلزلہ سے بارہ ہزار سے زائد لوگ ہلاک ہوئے۔ 1935ء میں بلوچستان میں آنے والے زلزلہ نے تباہی مچائی اور کوئٹہ شہر تباہ ہوا۔ تیس سے ساٹھ ہزار افراد کی ہلاکت کا ذکر ملتا ہے۔ 1939ء میں چلّی میں زلزلہ سے 28/ ہزار افراد اور ترکی میں 32/ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1945ء میں بلوچستان میں پھر زلزلہ آیا اور چار ہزار سے زائد لوگ مارے گئے۔ 1950ء میں تبت آسام میں زلزلہ سے بہت جانی نقصان ہوا۔ بڑے زلزلوں کی یہ ایک مختصر جھلک تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں آئے۔

جنگ وجدال

آپ کے زمانے میں بڑی بڑی جنگوں کا ہونا بھی عالم کباب ہونے کی نشانی تھی۔ چنانچہ بیسویں صدی میں دنیا میں بہت سی جنگیں لڑی گیں جن میں دو جنگیں تو عالمی نوعیت کی تھیں۔ جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم۔ جنگ عظیم اوّل اس وقت شروع ہوئی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور جنگ عظیم دوم اس وقت جاری تھی جب آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ گویا آپ کے عہد کے ساتھ جنگوں کا ہونا ایک بڑی علامت تھی۔ اسی طرح آپ کی وفات سے دو ماہ پہلے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ ہوئی۔ یوں عالم کباب ہونے کی پیشگوئی اس رنگ میں بھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ ان جنگوں کے علاوہ دنیا بھر میں مختلف خطوں میں بیسویں صدی میں جنگیں لڑی گئیں جن میں لاکھوں لوگ مارے گئے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ صرف اشارۃً بعض جنگوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

روس اور جاپان کے درمیان جنگ 1904-1905ء میں ہوئی۔ 1911-1912ء میں اٹلی اور ترک ریاستوں کے درمیان جنگ شمالی افریقہ میں ہوئی۔ 1914ء سے 1918ء کے درمیان جنگ عظیم اوّل ہوئی۔ اس جنگ میں جرمنی، ہنگری، آسٹریا اور ترکی نے اتحادیوں کے خلاف جنگ کی جن میں فرانس، برطانیہ، روس، اٹلی، جاپان اور امریکہ شامل تھے۔ اس جنگ میں اتحادیوں کو فتح ملی۔ اس جنگ میں 85/ لاکھ فوجی اور ایک کروڑ تیس لاکھ سویلین مارے گئے۔ -1918ء سے 1920ء میں روس اور پولینڈ کی جنگ ہوئی اس میں ہزاروں فوجی اور سویلین ہلاک ہوئے۔ 1932ء تا 1935ء کے دوران بولیویا اور پیراگوئے کے درمیان شدید جنگ ہوئی جسے Chaco War کہتے ہیں۔ ایک لاکھ سے زائد لوگ اس میں مارے گئے۔ 1935ء تا 1936ء میں اٹلی اور ایتھوپیا کی جنگ ہوئی۔ 1936ء تا 1939ء سپین میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں اٹلی اور جرمنی کی حمایت سے باغیوں نے جنگ کی اس میں پانچ لاکھ سے زائد جانوں کا نقصان ہوا۔

1937ء تا 1945ء چین اور جاپان کی جنگ میں بہت جانی نقصان ہوا۔ روس اور فِن لینڈ کے درمیان 1939ء اور 1940ء میں جنگ ہوئی۔ اور پھر 1939ء سے 1945ء تک دنیا میں جنگ عظیم دوم لڑی گئی۔ یہ جنگ جرمنی، اٹلی اور جاپان نے اتحادیوں کے خلاف لڑی جس میں امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس اور ان

کے اتحادی شامل تھے۔ اس جنگ میں چار سے پانچ کروڑ انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ 1944-1945ء تک یونان کی خانہ جنگی میں بھی شدید جانی نقصان ہوا۔ عرب اسرائیل جنگ جو 1948ء اور پھر 1956ء اور 1967ء میں ہوئی اور آج تک متنازعہ خطہ ہے اس میں لاکھوں جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ 1950-1953ء میں کوریا کی جنگ جو کہ شمالی اور جنوبی کوریا کے درمیان ہوئی اور بڑی بڑی طاقتوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا اس میں 25/لاکھ سے زائد لوگ مارے گئے۔ ویتنام کی جنگ جو 1954ء سے 1975ء تک جاری رہی یہ کمیونسٹوں اور امریکہ کے درمیان جنگ تھی۔ اس جنگ میں پچاس لاکھ سے زائد جانوں کا نقصان ہوا۔ یوں حضرت مصلح موعودؓ کے عہد کا عالم کباب ہونا ایک بہت بڑی داستان ہے۔

مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ

عالم کباب کی علامت میں یہ بات بھی داخل تھی کہ آپ اپنے مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ ہونگے۔ مخالف خواہ اندرونی ہوں یا بیرونی ہر دو مخالفتوں کے وقت آپ کوہِ وقار بنے رہے اور مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تائیدِ الٰہی سے مخالفین کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھی گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کا سارا عہد اندرونی اور بیرونی مخالفتوں اور سازشوں سے معمور ہوا ہے اور آپ نے ان تمام مخالفتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آغاز خلافت میں منکرین خلافت کے فتنہ کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ان کے لیے عالم کباب بنے رہے۔ اسی طرح کئی اور اندرونی فتنوں کا سامنا تیس کی دہائی اور پچاس کی دہائی میں آپ نے کیا اور مخالفین ناکام ہوئے۔

بیرونی مخالفتوں کی داستان بھی بہت طویل ہے۔ کئی مخالفتوں میں آپ کے مخالفین کو حکومتی پشت پناہی بھی حاصل تھی لیکن آپ کے وجود کے سامنے وہ مخالفین خس وخاشاک کی طرح ہَوا میں اُڑ گئے۔ 1934ء میں احرار نے کئی قوتوں کے ساتھ مل کر قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی بَڑھ ماری لیکن آپ ایک طرف تو جماعت کو حوصلہ دیتے ہوئے ان کے لیے بشیر الدولہ ثابت ہوئے تو دوسری طرف فرمایا کہ میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ یہ زمین نکلتی ہوئی سب نے مشاہدہ کی اور ایسے میں آپ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام اور الٰہی بشارات کو دنیا بھر میں پھیلانے کی مضبوط بنیاد رکھی جس کے افضال کا مشاہدہ آج ہم دنیا بھر میں کر رہے ہیں۔ 1953ء میں بھی مخالفین نے جماعت کے خلاف مخالفت کا پہاڑ کھڑا کرنے کی کوشش کی اور مخالفانہ شورش بپا کی لیکن ایسے حالات میں بھی مخالفین کی مخالفت ان کے اوپر پڑی اور جماعت حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں سرخرو ہو کر شاہراہِ ترقی پر گامزن رہی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ سیدنا محمودؓ کے جاری کردہ منصوبوں اور سکیموں اور آپ کے مشن کی تکمیل کے لیے زیادہ وسعت کے ساتھ سعیٔ پیہم کر رہی ہے اور اس کے نیک نتائج کا مشاہدہ ہر احمدی ہر روز ہر خطے میں کرتے ہوئے پسر موعود کی علامات کے پورا ہونے پر گواہ بنتا ہے۔ الغرض پیشگوئی پسر موعود کی مذکورہ بالا دونوں علامات بشیر الدولہ اور عالم کباب بڑی شان کے ساتھ سیّدنا محمود کی ذات میں پوری ہوئیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

☆...☆...☆

مقامِ محمودؓ

مرے محمود ، اے فضل عمر ، اے نور یزدانی
مسیح وقت کے لختِ جگر ، اے یوسف ثانی
تجھے بخشا خطاب مصلح موعود قدرت نے
تجھے سونپی وقار دینِ احمد کی نگہبانی
محمدؐ کے پیام جانفزا کا ترجماں تو ہے
روایاتِ کہن کی ایک زندہ داستاں تو ہے

تری تقریر سے کھلتے ہیں غنچے آرزوؤں کے
تری تحریر میں تحریر فطرت کارفرما ہے
ترا سینہ ازل سے مطلع انوار عرفاں ہے
تری رگ رگ میں درد احمدیت کارفرما ہے
جہاں میں عظمت دینِ متیں کا پاسباں تو ہے
خدا والوں کے لشکر کا امیر کارواں تو ہے

کچھ اس انداز سے چھیڑا سرود سرمدی تو نے
مرے آقا دلوں کو ایک سوز جاوداں بخشا
زمانے سے الگ شرح حدیث عشق کی تو نے
خدائے قادر مطلق نے تجھ کو وہ بیان بخشا
امین آگہی تو ہے خدا کا رازداں تو ہے
جہانِ آب و گل میں واقفِ سرنہاں تو ہے

بپا ہے چار سو ایک غلغلہ دنیائے باطل میں
کہ تو نے دامنِ جہل و ضلالت چاک کر ڈالا
خدا کے فضل سے تیغِ دلائل ہاتھ میں لے کر
وجود ماسوا کا تو نے قصہ پاک کر ڈالا
برائے دشمنان دیں بلائے ناگہاں تو ہے
رموز معرفت کا ایک بحرِ بیکراں تو ہے

(نسیم سیفی)

سو سال قبل تاریخ احمدیت … خلافت ثانیہ کا ساتواں سال

1920ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی مصروفیات کی جھلک اور تاریخ احمدیت سے چند واقعات

(ذیشان محمود۔مربی سلسلہ)

(یہ مضمون خصوصاً الفضل اور الحکم 1920ء کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔بعض کتب اور بعد کی اخبارات میں تواریخ کا اختلاف موجود ہے۔تاریخ احمدیت جلد 4 کو بھی ملحوظِ نظر رکھا گیا ہے۔ تاہم تواریخ کے اختلاف پر الفضل 1920ء کو ترجیح دی گئی ہے۔)

6/ جنوری 1920ء

☆ … حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 6/ جنوری 1920ء کو مسجد لندن کے لیے چندہ کی تحریک فرمائی۔

(الفضل 8/ جنوری 1920ء)

اس تحریک پر جماعت نے ایسے رنگ میں لبیک کہا کہ ایک دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی۔ چنانچہ عبدالمجید قریشی ایڈیٹر اخبار ''تنظیم'' امرتسر نے لکھا:

''تعمیر مسجد کی تحریک 6/ جنوری 1920ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی اس سے زیادہ مستعدی اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع و اطاعت کا اسوہ حسنہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ 10/ جون تک ساڑے اٹھتر ہزار روپیہ نقد اس کار خیر کے لیے جمع ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعہ نظم و ضبط امت اور ایثار و فدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 253)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 6/ جنوری 1920ء کو احمدیہ مسجد لندن کے لیے مستورات میں بھی چندہ کی تحریک فرمائی۔

(الفضل 15/ جنوری 1920ء)

10/ جنوری 1920ء

☆ … ایک تھیوسوفسٹ سوسائٹی نے حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کو مدعو کیا کہ وہ Ahmad the Promised Messiah پر تقریر کریں۔ 10/ جنوری 1920ء کو رات 8 بجے ویمبلڈن لاج میں مذکورہ بالا عنوان پر لیکچر ہوا۔ سوسائٹی کا ہال تعلیم یافتہ مرد و خواتین سے پُر تھا۔

چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم اے نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے حالات، آپ کے کام، تعلیم، نشانات، قبولیت دعا اور پیشگوئیوں پر قریباً پونے دو گھنٹے لیکچر دیا۔

(الفضل 12/ فروری 1920ء)

21/ جنوری 1920ء

☆ … حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے بغرض تبلیغ اسلام امریکہ روانہ ہونے کی تقریب پر انگریز نو مسلموں نے زیرِ صدارت ڈاکٹر لیون، ایم رائے، پی، ڈی الوداعی ایڈریس دیا اور مفتی صاحب سے اظہارِ اخلاص کیا۔

(الفضل 26/ فروری 1920ء)

22/ جنوری 1920ء

☆ … حضرت مسیح موعودؑ نے 1901ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ سلسلہ ایک سال جاری رہنے کے بعد بند ہو گیا۔ 22/ جنوری 1920ء کو یہ سلسلہ از سر نَو جاری ہوا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ضرورت مذہب کے عنوان پر پہلا لیکچر دیا۔ (الحکم 28/ جنوری 1920ء)

اس تقریب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کے طلباء شامل ہوئے۔

(الفضل 26/ جنوری 1920ء)

25/ جنوری 1920ء

☆ … نمازِ مغرب کے بعد ایک نو وارد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے احمد بیگ والی پیشگوئی کے متعلق پوچھا جس کے جواب میں حضور نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔

(الفضل 29/ جنوری 1920ء)

28/ جنوری 1920ء

☆ … حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لورپول سے امریکہ جانے والے ہنر فرڈ نامی جہاز میں سوار ہوئے۔

(الفضل 8/ مارچ 1920ء)

6/ فروری 1920ء

☆ … خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب آف رامپور کو سید زین العابدین صاحب ولی اللہ شاہ صاحب نے ناظر امور عامہ کا چارج دیا۔ آپ کو عارضی طور پر ناظر امور عامہ مقرر کیا گیا تھا۔

نمازِ عصر کے بعد امور عامہ کے دفتر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی موجودگی میں ایک اجلاس ہوا اور ٹی پارٹی کے بعد خان صاحب مہر محمد خانصاحب شہاب احمدی نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اس کے بعد بھائی نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد شیخ محمود احمد صاحب نے دو ایڈریس پیش کیے ایک شاہ صاحب کے لیے دوسرا خانصاحب کے لیے۔ آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطاب فرمایا اور دعا کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا۔ (الحکم 14/ فروری 1920ء)

7/ فروری 1920ء

☆ … میاں محمد عزیز الدین صاحب سیالکوٹی بغرض تبلیغ ولایت روانہ ہو گئے۔ (الفضل 5/ فروری 1920ء)

13/ فروری 1920ء

☆ … حضرت مصلح موعودؓ طبی مشورہ کے لیے لاہور روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل بیت الدعا قادیان میں لمبی دعا کی۔

(الفضل 23/ فروری 1920ء)

13/ 23/ فروری 1920ء

☆ … حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور اور امرت سر کے سفر اختیار فرمائے۔ حضورؓ نے اس سفر میں چھ عظیم الشان لیکچر دیے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 253)

15/ فروری 1920ء

☆ … قیام لاہور کے دوران میں حضورؓ نے کئی لوگوں سے مثلاً مسٹر رچرڈ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کو ملاقات کا موقع دیا اور دینی مسائل پر ان سے گفتگو فرمائی۔

(الفضل 23/ فروری 1920ء)

تاریخِ احمدیّت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے

سوانح حیات قبل از خلافت

اور خلافت ثانیہ کے عظیم الشان تبلیغی تربیتی اور علمی کارہائے نمایاں

اور زریں اسلامی خدمات

☆ … 15/ فروری کو بصدارت خان ذوالفقار علی خان صاحب بریڈلا ہال لاہور میں ایک لیکچر منعقد ہوا جس میں حضور نے مسٹر لائیڈ جارج وزیر اعظم انگلستان کے اس اعلان کی عقلی و نقلی دلائل سے دھجیاں اڑا دیں کہ آئندہ دنیا کا امن عیسائیت سے وابستہ ہے۔ حضورؓ نے روز روشن کی طرح ثابت فرما دیا کہ مستقبل میں امن و امان کا قیام صرف اسلام ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

(الفضل 26/ فروری 1920ء)

☆ … حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ امریکہ میں مشن قائم کرنے کے لیے فلاڈلفیا کی بندرگاہ پر اترے۔ مگر آپ کو شہر میں جانے سے روک دیا گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 250)

17/ فروری 1920ء

☆ … حضورؓ کا ایک لیکچر بعنوان ''واقعات خلافت علوی'' کے موضوع پر لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر انتظام کالج کے حبیبیہ ہال میں ہوا۔

حضور کے مشہور و مقبول لیکچر ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کی طرح یہ تاریخی تقریر بھی نہایت مقبول ہوئی اور صاحب صدر جناب خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بی۔اے نے اختتامی تقریر میں فرمایا:

حضرات! میں آپ سب صاحبان کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اس پر زور اور پر از معلومات تقریر کے لیے جو آپ نے اس وقت ہمارے سامنے کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ حضرت نے قریباً تین گھنٹے تقریر کی ہے اور آپ صاحبان نے ہمہ تن گوش ہو کر سنی ہے اس تقریر سے جو وسیع معلومات اسلامی تاریخ کے متعلق معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض بالکل غیر معمولی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کی تلاش اور تجسس کے لیے کسی وقت بہت سی کتب کا مطالعہ کیا ہو گا۔ مگر میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ یہ باتیں محض مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں بلکہ

ایں سعادت بزرو بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس روانی سے کسی نے تاریخی معلومات کو مسلسل بیان کیا ہو اور پھر کسی تاریخی مضمون میں ایسا لطف آیا ہو جو کسی داستان گو کی داستان میں بھی نہ آسکے۔ اس کے لیے میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' (الفضل یکم/مارچ 1920ء)

18/ فروری 1920ء

☆ … اس سفر کے دوران حضورؓ کا تیسرا لیکچر ''مذہب اور اس کی ضرورت'' 18/ فروری 1920ء کو احمدیہ ہوسٹل لاہور میں ہوا جس میں حضورؓ نے انگریزی خوانوں کے اعتراضات اور موجودہ علمی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے پیش کیا کہ دل وجد کرنے لگے۔ یہ لیکچر اپنی شان اور اپنے رنگ میں بالکل اچھوتا تھا۔ نہایت مشکل و ادق مسائل بڑی صفائی و برجستگی سے بیان فرمائے گئے تھے۔

(الفضل یکم/مارچ 1920ء)

19/ فروری 1920ء

☆ … حضورؓ نے 19/ فروری 1920ء کو بیرون دہلی دروازہ ایک نہایت عمدہ تبلیغی لیکچر دیا یہ لیکچر ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ اکثر احباب چشم پر آب تھے۔ اور غیر از جماعت دوست بھی بہت متاثر ہوئے۔ (الفضل یکم/مارچ 1920ء)

22/ فروری 1920ء

☆ … لاہور سے روانگی کے موقع پر جماعت احمدیہ لاہور سے شام سات بجے خطاب فرمایا۔ (الفضل 15/ مارچ 1920ء)

☆ … حضورؓ لاہور سے امرتسر تشریف لے گئے اور بندے ماترم ہال امرتسر میں صداقت اسلام و ذرائع ترقی اسلام پر لیکچر دیا۔ (یہ وہی جگہ ہے جہاں 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیکچر دیا تھا) اور باوجود ……باقی صفحہ 48 پر……

حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ... تحریک جدید

''میں سمجھتا ہوں ہزاروں قومی خرابیاں تکلفات سے پیدا ہوتی ہیں۔... سادہ زندگی بسر کرو اور روپیہ اس طرح خرچ کرو کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے'' (المصلح الموعودؓ)

(عبد الباسط شاہد۔ لندن)

1934ء میں جماعت کے خلاف ایک بہت بڑا طوفان اٹھایا گیا۔ صداقت کے مخالفوں نے اپنی کامیابی کے لیے تمام دنیوی سامان جمع کر لیے۔ ان کی پشت پر ہندو سرمایہ تھا۔ ان کی امداد آل انڈیا کانگریس کے اکابر کر رہے تھے۔ انگریز کی اس وقت کی حکومت کے بعض افسر جن میں پنجاب کے گورنر بھی شامل تھے ان کی بھرپور حمایت کر رہے تھے۔ مخالفت کرنے والا یہ گروہ جو اپنے آپ کو ''مجلس احرار'' کے نام سے مشہور کرتا تھا ان کے مقاصد وہی تھے جو محمد علی جناح صاحب کے مقابلے میں ہندو کانگریس کے تھے اور یہ بظاہر مسلمان اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اور اپنے سرپرستوں ابوالکلام آزاد اور مسٹر پٹیل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر کام کر گزرتے تھے اور اس بات کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی کہ یہ کام خلاف اسلام، خلاف قرآن اور خلاف عقل ونقل ہے۔ اس مجلس کے اس وقت کے سیکرٹری جنرل شورش کاشمیری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا آزاد کی سفارش پر مسٹر پٹیل سے ایک بھاری رقم وصول کی جس کی بندر بانٹ کی دلچسپ روئیداد بھی مفصل تحریر کی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی تو یہ پرانی پالیسی رہی ہے کہ

اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:30)

مخالفوں کا کوئی اثر قبول کیے بغیر باہم پیار و محبت سے اپنے مقصد یعنی سچائی کا بول بالا کرنے کے لیے کام کیے جانا۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہی پرحکمت طریق اختیار فرمایا۔

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

آپ نے جماعت کے سامنے ایک بہت ہی بابرکت اور انقلابی الہامی تحریک جاری فرمائی جو جماعت میں ''تحریک جدید'' کے نام سے مشہور ہے۔

مذکورہ تحریک کا اعلان کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ اس تحریک سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ افراد جماعت باہم پیار و محبت کی فضا پیدا کریں اور اگر کسی کی اپنے بھائی سے ناراضگی ہے تو وہ اس کے پاس جائے اور اس سے صلح کرے۔ آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ اس ناراضگی میں میں مظلوم ہوں اور میرے مخالف کی زیادتی ہے تو میں یہ حکم دیتا ہوں کہ صلح میں ابتدا اسی کی طرف سے ہونی چاہیے جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان کے لوگ جو یہ خطبہ سن رہے ہیں وہ آج شام تک اس پر عمل کر لیں اور باہر جب جماعتوں میں یہ خطبہ پڑھا جائے تو وہ لوگ بھی بلا تاخیر اس کی تعمیل کریں۔ آپ اپنی اس نہایت ضروری اور اہم نصیحت کی یاددہانی بھی کرواتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''آج چھ ماہ کے بعد میں پھر ان لوگوں سے جنہوں نے اس عرصہ میں کوئی جھگڑا کیا ہو کہتا ہوں کہ وہ توبہ کریں، توبہ کریں، توبہ کریں ورنہ خدا کے رجسٹر سے ان کا نام کاٹ دیا جائے گا اور وہ تباہ ہو جائیں گے۔ منہ کی احمدیت انہیں ہرگز ہرگز نہیں بچا سکے گی۔ ایسے لوگ خون آلود گندے چیتھڑے کی طرح ہیں جو پھینک دیے جانے کے قابل ہے۔ اس لیے ہر وہ شخص جس نے اپنے بھائی سے جنگ کی ہوئی ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ خدا کا غضب اس پر نازل ہو وہ ہمیشہ کے لیے صلح کر لے۔''

(تقریر 26/مئی 1935ء)

اس خوشگوار فضا اور ماحول میں آپ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا۔ جس میں آپ نے جماعت کے سامنے قربانیوں کا ایک وسیع اور متنوع پروگرام رکھا۔ آپ نے ابتدائی ضروری کاموں کے لیے 27ہزار روپے کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے اس سے بہت بڑھ کر وعدے اور چندہ پیش کر دیا۔ مگر حضورؓ کے مطالبات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ چندہ ایک ضمنی مطالبہ تھا مگر اصل مطالبات بنیادی اہمیت کے ہیں۔ مثلاً

1۔ زندگی وقف کرنا۔
2۔ تبلیغ کرنا۔
3۔ مرکز سے تعلق کو مضبوط کرنا۔
4۔ بچوں کو تعلیم کے لیے مرکز بھجوانا۔
5۔ بے کاری ترک کر کے کوئی نہ کوئی کام کرنا۔
6۔ دفتر امانت کے امانت فنڈ کو مضبوط کرنا۔
7۔ پینشن یافتہ لوگوں کا مرکز میں آنا اور رہنا۔
8۔ اگر کوئی کام کرنے سے معذور ہو تو اس کا دعاؤں میں مصروف رہنا۔

یہ سب مطالبات ضروری اور بنیادی امور ہیں۔ ان کے بغیر انفرادی اور جماعتی ترقی ممکن ہی نہیں ہے۔ تحریک جدید کے مطالبات میں ایک مطالبہ سادہ زندگی اختیار کرنا اور سادہ زندگی بسر کرنا بھی تھا۔ بظاہر یہ ایک بہت ہی معمولی، آسان مطالبہ ہے مگر اس پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ منافع اور کثیر فوائد ہیں۔ حضورؓ نے اس مطالبہ کی طرف بطور خاص توجہ دلائی۔ بار بار اس کی یاددہانی کروائی۔ خود ہمیشہ اس طریق پر عمل پیرا رہے۔ اس سلسلے میں آپ کے ارشادات بہت تفصیلی تھے۔ آپ نے اپنے کئی خطبات اور تقریروں میں اس کی طرف توجہ دلائی اور اس کی اہمیت، ضرورت اور فوائد کو بیان کیا مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

''سستیوں اور غفلتوں کو دور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو... چندہ اور امانت فنڈ دونوں میں حصہ لو اور سادہ زندگی اختیار کرو کہ وہ نور بخشنے والی ہے۔ جو اسے اختیار نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اس کے لیے جہنم تیار ہے۔ کوئی بات میں نے ایسی نہیں کہی جس کی کل ضرورت پیش نہیں آنے والی۔ جب وقت آئے گا تو جنہوں نے مان کر عمل کیا دعائیں دیں گے اور نہ ماننے والے اپنے آپ کو لعنت کریں گے۔''

(الفضل 21/ستمبر 1935ء)



سادگی کو ترک کرنے والے تصنع اور بناوٹ کی ایسی زندگی اپناتے ہیں جس میں وقتی طور پر تو بہت چکا چوند اور رونق و ٹھاٹھ نظر آتا ہے مگر ایسے لوگ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ میک اپ کی کثرت چہرے کو بگاڑ دیتی ہے۔ لباس میں تکلف بے شرمی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے۔ کھانے میں تکلف مرغن کھانوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جس میں وقتی طور پر لذت اور مزا تو ضرور ہوتا ہے مگر اس کا نتیجہ ذیابیطس اور موٹاپے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور یہاں اس بات کی وضاحت کرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ تمام بیماریاں اور دواؤں کا استعمال یہیں سے شروع ہوتا ہے اور ان سے نجات کے لیے عقلمند لوگ رضاکارانہ طور پر سادگی کی طرف لوٹ آتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی نصیحتوں کے باوجود اپنا تکلف کا طریق نہیں چھوڑتے اور حسرت و ندامت کا شکار ہوتے ہیں۔ عبرت اور نصیحت کے یہ نشان ہمیں ہر طرف نظر آتے ہیں اور بزبان حال یہ بتاتے ہیں کہ سادگی میں بہت سکھ ہے

اے ذوقِ تکلف میں ہے تکلیف سراسر

مالی قربانی کرنے والے خوش قسمت افراد کو توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جس رنگ میں جماعت نے مالی قربانی کی ہے اس حد تک دوسری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ سادہ زندگی کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ہزار ہا لوگوں نے اپنے اندر تغیر پیدا کیا مگر ابھی بہت ہیں جن کو اپنے اندر تغیر پیدا کرنا چاہیے۔''

(الفضل 7/نومبر 1935ء)

سادہ زندگی کو دنیا کے تمدن کی بنیاد قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''خصوصاً سادہ زندگی کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سادہ زندگی کی ہدایت پر عمل کرنے میں کچھ نقص ہے۔... سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی تحریک نہیں بلکہ درحقیقت دنیا کے آئندہ تمدن کی بنیاد اس پر ہے۔''

(الفضل 16/اکتوبر 1936ء)

آپ نے ایک اور جگہ فرمایا:

''...دوستوں کو تحریک جدید کے اس حصہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو سادہ زندگی اختیار کرنے کا ہے۔... جہاں تک میں اسلام پر غور کرتا ہوں مجھے اس کے تمدن کا یہ نقطہ مرکزی نظر آتا ہے اور میں سمجھتا ہوں ہزاروں قومی خرابیاں تکلفات سے پیدا ہوتی ہیں۔... سادہ زندگی بسر کرو اور روپیہ اس طرح خرچ کرو کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام ایسے تمدن کو بیان کرنا چاہتا ہے جو دنیا کے تمدن سے بالکل مختلف ہے اور یہ اس تمدن کی پہلی سیڑھی ہے۔ آج اگر ہم تمدن تبدیل نہیں کر سکتے تو جب ہمیں بادشاہتیں ملیں گی اس وقت کیا کریں گے۔''

(خطبہ 8/دسمبر 1936ء)

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سادہ زندگی کے متعلق بیان کرتے ہوئے بعض دفعہ یہ سننے میں آتا ہے کہ پہلے زمانے میں غربت زیادہ تھی اس لیے لوگ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اب ہمیں آسائش اور آسانیاں حاصل ہیں اس لیے سادہ زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تاثر کہ پہلے غربت زیادہ تھی قابل توجہ ہے۔ معیار زندگی کو ذہن میں رکھا جائے تو بخوبی سمجھ آسکتی ہے کہ امیر اور غریب میں جو فرق اور امتیاز آج پایا جاتا ہے وہ پہلے کبھی نہیں تھا۔ ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آج بھی دنیا کی اکثریت غربت، افلاس اور بے بسی میں اس بری طرح پس رہی ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

سادہ زندگی کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کا اپنے لفظوں میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ ...باقی صفحہ 34 پر...

حاصل مطالعہ

’’میاں تو بڑا ہی میاں آدمی ہے۔ اے مولا! اے میرے قادرِ مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنادے۔‘‘

’’حضور کا چہرہ آخری وقت ازحد شگفتہ اور خوبصورت ہوگیا تھا اور آخری سانس اس طرح پُرسکون طور پر گزرے کہ حضورؓ کے رُخِ انور کو دیکھ کر ہم ایمانی لحاظ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؓ اپنے ربّ سے راضی ہو رہے تھے اور اپنے ربّ کو اپنے ساتھ راضی ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے۔‘‘

خلیفہ خدا بناتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت شوق محمد رضی اللہ عنہ (عرضی نویس) تحریر کرتے ہیں:

’’1903ء میں مَیں قادیان میں بغرض تعلیم مقیم تھا۔ میں نے اپنے زمانۂ قیام دارالامان میں متعدد بار دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) بچپن سے ہی چلتے وقت نہایت نیچی نظریں رکھا کرتے تھے اور چونکہ آپ کو آشوب چشم کا عارضہ عموماً رہتا تھا۔ اس لیے کئی بار میں نے حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو خود اپنے ہاتھ سے آپ کی آنکھوں میں دوائی ڈالتے دیکھا۔ وہ دوائی ڈالتے وقت عموماً نہایت محبت اور شفقت سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا کرتے اور رخسار پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا کرتے۔ ’’میاں تو بڑا ہی میاں آدمی ہے۔ اے مولا! اے میرے قادرِ مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنادے۔‘‘ بعض اوقات فرماتے: ’’اس کو سارے جہان کا امام بنادے۔‘‘ مجھ کو حضور کا یہ فقرہ اس لیے چبھتا کہ آپ کسی اور کے لیے ایسی دعا نہیں کرتے۔ صرف ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔... میں نے ایک روز کہہ ہی دیا کہ آپ میاں صاحب کے لیے اس قدر عظیم الشان دعا کرتے ہیں کسی اور شخص کے لئے ایسی دعا کیوں نہیں کرتے۔

اس پر حضور نے فرمایا:

اس نے تو امام ضرور بننا ہے میں تو صرف حصولِ ثواب کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ورنہ اس میں میری دعا کی ضرورت نہیں۔ میں یہ جواب سن کر خاموش ہوگیا۔

جلسہ سالانہ گذشتہ کے موقعہ پر کئی ہزار کے قریب مجمع کی بھیڑ اور حسن انتظام دیکھ کر اور مبلغین کے کارنامے جو انہوں نے بیرون جات کیے اور مشن احمدیت جو غیر ممالک میں قائم ہوئے۔ ان کے حالات و کوائف سن کر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ دعائیں یاد آگئیں۔ جو حضور کے بچپن کے زمانہ میں آپ کیا کرتے تھے۔ ہزار افسوس کہ غیر مبائعین اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا رہے بلکہ الٹا اظہارِ دشمنی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ جس عظیم الشان انسان کو انہوں نے مسیح موعود اور مہدی مسعود تسلیم کیا تھا اُسی کا فرزند حقیقی معنوں میں اس کا خلف الصدق ثابت ہو رہا ہے اور دین اسلام کی خدمت پوری جانفشانی سے کر رہا ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل 13/ مارچ 1938ء نمبر 59 جلد 26 صفحہ 3)

(مرسلہ: ظہیر احمد طاہر۔ جماعت نوئے ہوف، جرمنی)

سیّدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت مصلح موعودؓ کے قدیم طبّی خادم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب حضورؓ کے آخری لمحات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

......مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نورانی چہرے کو بھی دیکھا اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا۔ یہ دونوں نورٌ علیٰ نور تھے۔ لیکن میرے لیے یہ مقدّر تھا کہ مَیں حضرت سیّدنا محمود کے قدموں میں اپنی زندگی گزاروں۔

مَیں جب عشق محمود کے زیر اثر اپنی ملازمت اور اپنے عزیز وطن (پٹیالہ) کو اچانک ترک کر کے حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؓ نے مجھے تین ماہ اُسی دالان میں اپنے پاس سلایا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ حضورؓ نے پہلے روز ہی مجھے حکم دیا تھا کہ اِس کمرے سے باہر کسی دوسری جگہ میری اجازت کے بغیر نہ جانا۔ یہ ارشاد میرے لئے انتہائی خوشی کا موجب ہوا۔ مَیں تو خود ہی حضور سے ایک لمحہ دور نہ ہونا چاہتا تھا پس ہم دونوں ایسے اکٹھے ہوئے کہ تازیست سیدنا حضرت محمودؓ نے اس عاجز کو اپنے قرب سے نوازا اور یہ عاجز حضورؓ کے در کا غلام رہا۔ اس جگہ تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ بھی عرض کر دوں کہ حضور نے اپنی آخری علالت کے شروع میں 59ء میں مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے میرے کمرے کے اس ساتھ والے کمرے میں ہی رہنا ہے۔ چنانچہ مَیں نے اس پر عمل کیا۔ درمیان میں جب بعض منتظمین نے مجھے وہاں سے ہٹانا چاہا اور حضور کو اس کا علم ہوا تو حضور نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ میرا قیام حضور کی زندگی کی آخری گھڑیوں تک حضور کے قربِ خاص میں رہا۔ علاوہ ازیں عاجز کو تینوں خلافتوں کی بیعت بالمشافہ اوّل دن ہی کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللّٰہ و ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

سیدنا حضرت محمودؓ بشارتوں کے ساتھ آئے اور عمر بھر خدمتِ اسلام انجام دیتے اور کامیابی کا منہ دیکھتے رہے اور تمام ذمہ داریوں سے سرخرو ہوتے ہوئے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور ہم کمزوروں کو روتا چھوڑ گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضورؓ کی زندگی کے آخری لمحوں میں بھی مجھے حضورؓ کو دیکھنے اور پاس ٹھہرنے کا موقعہ عنایات خداوندی سے مل گیا تھا۔ حضورؓ کا چہرہ آخری وقت ازحد شگفتہ اور خوبصورت ہوگیا تھا اور آخری سانس اس طرح پُرسکون طور پر گزرے کہ حضورؓ کے رُخِ انور کو دیکھ کر ہم ایمانی لحاظ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؓ اپنے ربّ سے راضی ہو رہے تھے اور اپنے ربّ کو اپنے ساتھ راضی ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ سانس کے بند ہوجانے پر خاکسار نے پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا اے خدا کے موحد بندے! اے رسول اللہ ﷺ کے عاشق! اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق! اے اسلام کے شیدائی! تُو اپنے ربّ کے حضور سلامتی کے ساتھ جا اور تجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کا قرب مبارک ہو۔

خاکسار
حشمت اللہ

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 نومبر 1965ء)

(مرسلہ: مظہر احمد چیمہ۔ لندن)

☆...☆...☆

بقیہ: ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں......از صفحہ نمبر 12

کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے اور یہ وہ مشن ہے جس کی تکمیل کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور یہ کام ہے جو آج جماعت احمدیہ نے کرنا ہے اور ہم نے ہر مسلمان کو، ہر اسلامی ملک کو یہ باور کرانا ہے کہ یہ ہمارے مقاصد ہیں۔ اگر ہماری مخالفت میں یہ لوگ ہماری بات نہیں سنتے تو تڑپ تڑپ کر ان کے لیے دعا کرنی ہے۔ دعا سے تو ہمیں کوئی نہیں روک سکتا کہ یہ اس بات کو سمجھنے والے بن جائیں۔ پاکستان ہو یا سعودی عرب ہو یا مصر ہو یا شام ہو یا ایران ہو یا انڈونیشیا ہو یا ملائیشیا ہو یا سوڈان ہو یا کوئی بھی اسلامی ملک ہو، ان لوگوں کو یہ بتانا ہوگا کہ علیحدہ علیحدہ رہ کر تمہاری کوئی ساکھ نہیں بن سکتی۔ تمہاری ساکھ اُسی وقت بن سکتی ہے اور تمہاری بقا اسی میں ہے، ان ممالک کا رعب تبھی ہے جب وہ ایک ہو کر اسلام کی عظمت کے بارے میں سوچیں گے۔ جب وہ اپنے ملکوں کے اندر بھی اور اپنے ہمسایوں میں بھی فرقوں سے بالا ہو کر سوچیں گے۔ یہ پیغام ہے جو ہم نے ان ملکوں کو بھی دینا ہے۔ آج ہمیں مصر کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے اور شام کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے، لیبیا کے لیے بھی یہ پیغام اُن کے اربابِ حل وعقد کو پہنچانا چاہیے کہ اگر اپنے قبیلوں اور فرقوں کو ہی فوقیت دیتے رہے اور اس کے لیے ظلم کرتے رہے تو خود اپنے ہاتھ سے اپنے ملکوں کو کھوکھلا کرنے والے بنتے رہو گے۔ تمہارے اندر نہ ہی ملکی لحاظ سے اور نہ ہی مسلم اُمہ کے لحاظ سے کبھی طاقت آئے گی بلکہ کمزوری بڑھتی ہی جائے گی اور غیر تمہیں پھر اپنے پنجے میں لے لیں گے۔ پھر اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے کہ غلامی کی زنجیروں میں بعض ملک جکڑے بھی جاسکتے ہیں۔ پس ان کو یہ پیغام دینا ہے کہ ہوش کرو اور صرف اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی فکر نہ کرو۔ صرف اپنے قبائل اور فرقوں کی ناجائز طرفداری نہ کرو ورنہ سب کچھ ہاتھ سے کھو بیٹھو گے۔ ملکوں کی انفرادیت قائم رکھنے کی بجائے اسلام کی عظمت کو قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظمت کو قائم کرنے کے لیے جس شخص کو بھیجا ہے اُس کی باتوں پر بھی غور کرو۔

پس یہ عظیم مقصد حاصل کرنے کے لیے موقع کے لحاظ سے، سمجھا کر بھی اور دعاؤں سے بھی ہم نے یعنی ہر ملک میں رہنے والے احمدی نے اپنا کردار ادا کرتے چلے جانا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے گذشتہ سال بھی کہا تھا کہ ہم میں سے ہر احمدی کو دنیا کی اصلاح کی یہ کوشش کر کے مصلح بننے کا کردار ادا کرنے والا ہونا چاہیے تا کہ مصلح موعود کے مقاصد کو جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے دنیا کو لانے کا ایک عظیم منصوبہ ہے اُسے ہم حاصل کرسکیں۔ پس یہ دور جو فساد میں بڑھتے چلے جانے کا دور ہے، جس میں بڑی طاقتوں کی نظریں بھی اسلامی ممالک کے وسائل پر لگی ہوئی ہیں۔ اس میں بہت زیادہ کوشش کر کے ہم احمدیوں کو ہر اسلامی ملک کو بھی اور مسلم اُمہ کو بھی ہوس پرستوں کی ہوس سے بچانے کے لیے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اقدام کرنے چاہئیں اور اس کے لیے سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے کہا دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمان ملکوں کے سیاستدانوں اور لیڈروں کو بھی عقل اور سمجھ دے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر سوچیں۔ علماء جن کو عوام الناس علوم اور روحانیت میں بڑھا ہوا سمجھتے ہیں وہ بھی عقل سے کام لیں اور اپنے مفادات کے بجائے قرآنی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے مفادات کی خاطر عوام اور حکمرانوں کو لڑانے کی بجائے تقویٰ سے کام لیں اور جیسا کہ میں نے کہا، اس کا سب سے خوبصورت حل زمانے کے امام کی آواز کو سن کر اس پر عمل کرنا ہے۔ اور اللہ کرے کہ عوام الناس بھی اپنے نورِ فراست کو بڑھانے کی کوشش کریں اور زمانے کے حالات دیکھنے کے باوجود آنکھیں بند کر کے عقل اور حکمت سے عاری باتیں کرنے والوں کی، چاہے وہ علماء میں سے ہوں یا لیڈروں میں سے ہوں، اُن کی اندھی تقلید نہ کریں۔ اللہ کرے کہ ہم جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواہش کا اظہار فرمایا تھا، ایک خوبصورت اسلامستان دیکھنے والے ہوں اور یہی ایک حل ہے جو دنیا کو فسادوں سے بچا سکتا ہے۔ اللہ کرے دنیا کو عقل آجائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ مارچ 2012ء صفحہ 7 تا 8)

یہ دن حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی صداقت کا دن ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 15/ فروری 2013ء میں فرماتے ہیں:

’’پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20/ فروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لیے کہ 20/ فروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20/ فروری کی نہیں تھی۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ فروری 2013ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8 مارچ 2013ء صفحہ 5)

حضرت مصلح موعودؓ کی بلندیٔ درجات کے لیے دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ فروری 2018ء میں فرماتے ہیں:

’’یوم مصلح موعود کا منایا جانا اور اس کے حوالے سے جلسے منعقد کرنا اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش کی وجہ سے۔ یہ وضاحت مَیں نے اس لئے کی ہے کہ بعض لوگ اور یہاں کی نئی نسل، نوجوان یا کم علم یہ سوال کرتے ہیں کہ یوم مصلح موعود جب مناتے ہیں تو پھر باقی خلفاء کے یومِ پیدائش کیوں نہیں مناتے۔ ایک تو یہ بات واضح ہو کہ یہ دن حضرت مصلح موعود کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔ آپ کی پیدائش تو 1889ء میں 12/ جنوری کو ہوئی تھی۔...

پس اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعود کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔ ان جلسوں میں جو آج کل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر جہاں ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کے بڑھتے چلے جانے کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لیے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ فروری 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16/ مارچ 2018ء صفحہ 5 تا 8)

سنتِ نبویؐ اور سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عکس حضرت مصلح موعودؓ کی حیاتِ طیبہ سے

کچھ یادیں کچھ باتیں

(صاحبزادہ مرزا غلام احمد مرحوم)



[ماہنامہ انصار اللہ ربوہ کے حضرت مصلح موعود نمبرؓ (مئی، جون، جولائی 2009ء) میں مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (مرحوم) کے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کردہ کچھ واقعات بعنوان ''کچھ یادیں کچھ باتیں'' شائع ہوئے ہیں۔ یہ نہایت خوبصورت یادیں ماہنامہ انصار اللہ ربوہ کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین ہیں۔ (مدیر)]

☆…بچپن میں ہوش سنبھالنے کے ساتھ ہی جس طرح ماں باپ، بہن بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کے ہونے کا احساس ہوتا ہے اسی طرح ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور آپ کے وجود کا احساس بھی بہت چھوٹی عمر سے ہے۔ ہمیشہ جب ہم چھٹیوں میں قادیان آتے تھے تو ہمیں خاص طور پر حضور کی خدمت میں ملانے کے لیے لے جایا جاتا تھا اور جب کبھی حضور اس شہر میں تشریف لاتے جہاں ہم رہتے تھے تو حضور ہمارے گھر قیام فرماتے اور اگر کہیں اور بھی قیام پذیر ہوتے تو ملنے کے لیے ضرور ہمارے گھر بھی تشریف لایا کرتے تھے۔

☆…سب سے پہلا واقعہ جس میں حضور کے ساتھ میرا براہ راست تعلق ہوا میرے نام کی تبدیلی کا واقعہ ہے۔ ابّا جان نے میرے بڑے بھائی مرزا سعید احمد صاحب کی وفات پر حضور سے پوچھ کر میرا نام سعید رکھا تھا لیکن حضور نے اس کی اجازت صرف ابّاجان کی جذباتی کیفیت کے پیش نظر دی تھی۔…1944ء میں جب ہم ملتان میں رہتے تھے حضرت صاحب سندھ جاتے ہوئے کچھ دن کے لیے ہمارے گھر ٹھہرے۔ مَیں اور میری بڑی بہن جب سکول سے واپس گھر آئے تو حضور تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجھے اب تک یاد ہے جب میں حضور کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت حضور ایک آرام کرسی پر تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ سلام کے جواب کے بعد حضور نے مجھے فرمایا ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر تمہارا نام احمد رکھتے ہیں۔ تم لکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کے الفاظ ساتھ لکھ لیا کرنا۔ نیز فرمایا کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گزرے ہوئے اتنا وقت نہیں ہوا کہ ہم بے تکلفی کے ساتھ آپ کا نام لے سکیں۔ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر نام رکھتے ہوئے حضور کے پیش نظر یہ بات بھی ہو کہ اس طرح ابّاجان زیادہ محسوس نہ کریں گے۔

☆…1945ء میں ابّاجان کی ریٹائرمنٹ کے بعد ہم رہائش کے لیے قادیان آگئے اور 1947ء کی ہجرت تک وہاں پر ہی قیام پذیر رہے۔ ایک دفعہ گرمیوں کے موسم میں جب حضور ڈلہوزی تشریف لے گئے تو مجھے اور میری بڑی بہن کو ساتھ جانے کا موقعہ ملا۔ ابّاجان اور اُمّی قادیان میں ہی رہے۔ وہاں قیام کے دوران ایک دفعہ حضور ایک دو روز کے لیے قادیان تشریف لے جا رہے تھے اور ہم سب بیت الفضل سے جو حضور کی کوٹھی تھی حضور کو رخصت کرنے کے لیے ایجنسی تک جا رہے تھے۔ ڈلہوزی میں ایجنسی وہ جگہ تھی جہاں موٹریں کھڑی کر دی جاتی تھیں۔ باقی شہر میں موٹریں لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ میری بہن نے حضور کے ساتھ قادیان جانا تھا۔ مجھے یاد ہے راستے میں چلتے چلتے حضور مجھ سے بات کرنے لگے اور مجھے پوچھا قادیان چلنا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ تم اپنے کپڑے تو ساتھ لائے ہی نہیں، پہنو گے کیا؟ پھر مذاقاً فرمانے لگے چلو میری شلوار پہن لینا۔ اس طرح میں بھی حضور کے ساتھ حضور کی موٹر میں ہی بیٹھ کر قادیان آ گیا۔ مجھے یاد ہے کہ رات ہم سوئے ہوئے تھے صبح صبح غالباً فجر کی نماز کے فوراً بعد کا وقت ہوگا کہ آوازوں سے میری آنکھ کھلی تو میں اُٹھا اور جس کمرے سے آواز آرہی تھی ادھر گیا تو میں نے دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور ان کی گود میں ایک بچہ ہے۔ اُس وقت مجھے پتہ چلا کہ رات بہن پیدا ہوئی ہے جس کو دیکھنے کے لیے حضور صبح صبح تشریف لائے ہیں۔

☆…ڈلہوزی کا ذکر آیا ہے تو ایک اور واقعہ بھی یاد آتا ہے۔ اس سفر سے پہلے کی بات ہے حضور ڈلہوزی میں قیام پذیر تھے۔ حضرت اماں جان بھی حضور کے ساتھ تھیں اس وقت حضور کا قیام ایک کوٹھی میں تھا جس کا نام راشی تھا۔ ہم اپنی امّی کے ساتھ ڈلہوزی گئے میری بہن اور بھائی خورشید بھی ساتھ تھے اور حضرت اماں جان والے کمرے میں ٹھہرے۔ ناشتہ اور کھانا حضرت صاحب کا ہی ہوتا تھا۔ ہمارے جانے پر یہ کہنے کے بجائے کہ میرے مہمان آگئے ہیں ناشتہ کا سامان زیادہ درکار ہوگا۔ اماں جان نے حضرت صاحب کو یہ کہلا بھیجا کہ میاں میرا گزارہ ایک ڈبل روٹی میں نہیں ہوتا زیادہ سامان بھجوایا کرو۔ یہ حضرت اماں جان کی مہمان نوازی کی صفت تھی۔ یہ نہیں کہا کہ ہمارے مہمان آگئے ہیں۔ امّاں جان کی مہمان نوازی کا یہی طریق تھا جو حضرت صاحب میں بھی پایا جاتا تھا۔ مہمان کے جذبات کا بہت زیادہ احساس آپ کو ہوتا تھا اور نہایت لطیف طریق پر آپ مہمانوں کے جذبات کا خیال فرماتے تھے۔

☆…پچھلی دفعہ بھائی خورشید نے جو واقعہ سنایا تھا وہی واقعہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں کیونکہ آپ میں سے بہت سارے اس وقت شاید موجود نہ ہوں۔ تقسیم ہند کے بعد کی بات ہے۔ قادیان سے آنے کے بعد خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے سارے افراد لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ حضور کے قادیان سے تشریف لانے سے قبل ہمارا قیام جودھامل بلڈنگ میں تھا۔ جب حضور بھی تشریف لے آئے تو ہم جودھامل بلڈنگ کے سامنے رتن باغ میں مقیم ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سارا خاندان اور دیگر افراد جماعت بالکل تہی دامن ہو کر قادیان سے نکلے تھے اور سب کے ذرائع آمد قادیان میں ہی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں خاندان کے تمام افراد حضرت صاحب کے مہمان تھے اور سب حضور کے دستر خوان پر ہی کھانا کھاتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں خاندان کے افراد کا انتظام ہوتا گیا اور ذرائع آمد میسر ہوئے لوگوں نے اپنا کھانے کا انتظام خود کرنا شروع کیا۔ امّی بتایا کرتی تھیں کہ ہمارا ابھی کوئی انتظام نہ ہو سکا اور آمد کی صورت نہ تھی۔ اس لیے مجھے اور تمہارے ابّاجان کو بہت گھبراہٹ تھی اور شرم بھی آتی تھی کہ سب لوگ اپنا انتظام کر رہے ہیں اور ہم مجبور ہیں کہ حضرت صاحب پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ امّی کہتی تھیں کہ میں نے اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا لیکن دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کرتی تھی کہ ایک دن حضرت اماں جان تشریف لائیں اور فرمانے لگیں کہ لڑکی! میاں (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) نے مجھے بھیجا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس وقت سب لوگ مجھے چھوڑ رہے ہیں تم نہ مجھے چھوڑنا۔ امّی کی طرف سے کسی اظہار کے بغیر حضور نے خود ہی ہماری تکلیف کا احساس کیا اور اس تکلیف کو ایسے لطیف طریق پر دور کیا کہ جس سے عزت نفس بھی مجروح نہ ہو۔ خود بھی بات نہیں کی امّاں جان کو بھجوایا اور ایسے رنگ میں اور ان الفاظ میں پیغام بھجوایا کہ گویا حضور کا احسان ہم پر نہیں بلکہ ہم حضور کے دستر خوان پر کھانا کھا کر ان پر کوئی احسان کر رہے ہیں۔ حضرت صاحب کی ذات کا یہی حسن تھا جو بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے دلوں کو بھی موہ لیتا تھا اور بچے بھی آپ کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے۔

☆…انہی دنوں کا ایک اور چھوٹا سا واقعہ بھی سن لیں۔ تقسیم کے بعد حضرت صاحب کے ذرائع آمد بھی محدود تھے اوپر سے سارے خاندان کے کھانے کا خرچ بھی حضرت صاحب پر تھا۔ ابتدا میں حضور نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ہر آدمی کو ایک روٹی ملے گی۔ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی ایک صاحبزادی امتہ الباری بیگم جو نواب عباس احمد خان کی بیگم ہیں، حضور کو دبا رہی تھیں۔ حضور نے آپا باری سے کہا: باری! کیا کمزوروں کی طرح دبا رہی ہو تمہارے ہاتھوں میں طاقت نہیں ہے۔ آپا باری کہنے لگیں ''چچا ابّا اِک روٹی نال تے اَینی طاقت آ سکدی اے''۔ اس واقعہ یا لطیفہ کے بعد پھر ایک کی بجائے دو روٹی ہر ایک کو ملنے لگی۔

☆…قادیان کی ایک بات رہ گئی۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے تحریک فرمائی کہ احمدی اپنے ہاتھ سے کام کر کے کچھ کمائی کریں اور جو آمد ہو اسے چندہ میں دے دیں۔ حضور کے اس حکم پر قادیان کے اکثر و بیشتر احمدیوں نے کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کی۔ بڑوں کو دیکھ کر بچوں کو بھی شوق ہوا۔ چنانچہ میں نے بھی کسی سے کتابوں کی جلد سازی سیکھی تا کہ جلدیں کر کے کچھ چندہ دیا جاسکے۔ امّی نے کہیں حضرت صاحب سے ذکر کر دیا۔ میری عمر اس وقت کوئی چھ ساڑھے چھ سال ہوگی۔ حضرت صاحب نے ایک بچے کی حوصلہ افزائی کے لیے اپنی بے انتہا مصروفیات میں سے وقت نکالا اور ایک دن مجھے اپنے دفتر بلایا۔ مجھے یاد ہے مرحوم لطیف نھا صاحب مجھے لینے آئے۔ مجھے اب تک یاد ہے ان کے ساتھ جاتے ہوئے میں اپنے آپ کو نہایت اہم تصور کر رہا تھا۔ حضور اپنے دفتر کے نیچے قائم خلافت لائبریری میں تشریف لائے اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ مجھے کچھ کتابیں دکھا کر پوچھا کہ ان کی کیا اُجرت لوں گا۔ مجھے یاد ہے کہ اخبار الفضل کی جلد کے لیے خاکسار نے 12 روپے مانگے تھے جس پر حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو بہت زیادہ ہیں ہم تو اس سے بہت کم میں جلد کراتے ہیں۔ جس بات کا میرے پر اب تک اثر ہے وہ یہ ہے کہ سارا وقت جس میں حضرت صاحب مجھے کتابیں دکھا رہے تھے ایک دفعہ بھی مجھے یہ تاثر نہیں ہوا کہ یہ ایک مذاق یا بچے کو بہلانے کی بات ہے۔ حضور نے ایسا سنجیدہ رویہ اختیار فرمایا تھا کہ جیسے کسی بڑے شخص کے ساتھ معاملہ طے فرما رہے ہوں۔

☆…1949ء میں ہم ربوہ آگئے۔ ہمارے ربوہ آنے کے دو ایک ماہ بعد حضور بھی ربوہ تشریف لے آئے۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضور کا رہائشی مکان بھی کچا تھا۔ باقی مکانوں سے صرف اتنا فرق تھا کہ حضور کے لیے بالائی منزل بنائی گئی تھی جس میں

حضور رہائش پذیر ہوئے اور 1953ء تک جب تک قصرِ خلافت کی پختہ عمارت نہیں بن گئی وہاں ہی مقیم رہے۔ یہ عرصہ حضور نے کچے مکان میں اور بغیر بجلی کے گزارا تھا بلکہ بجلی تو پختہ قصرِ خلافت میں منتقل ہونے کے بھی ایک سال بعد آئی ہے۔ ان حالات میں بغیر آرام اور راحت کے معمولی سامانوں مثلاً بجلی، پانی اور فلش والے غسلخانوں کے بغیر خاندان اور جماعت کے لوگوں کا رہنا صرف اسی لیے ممکن ہوا کہ حضور بھی ان حالات میں ربوہ میں مقیم تھے۔

آج آپ سوچیں کہ بجلی بند ہوتی ہے تو ہم شور مچا دیتے ہیں۔ اس وقت بجلی ہوتی ہی نہیں تھی۔ ہر چیز میں مٹی ہوتی تھی۔ بالوں میں مٹی پڑ جاتی تھی جس کو صاف کرنے کے لیے پانی بھی کم ہوتا تھا۔

☆... حضور کے ربوہ تشریف لانے کے جلد بعد کی بات ہے ہمارے بڑے بہنوئی صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے سرگودھا میں وکالت کی پریکٹس شروع کی۔ ایک دفعہ ابّاجان، امّی اور میری بہنوں کے ساتھ ان کے پاس چند دن کے لیے سرگودھا گئے ہوئے تھے۔ مَیں ربوہ میں ہی تھا۔ ایک دن ڈاک میں مجھے ایک خط ملا جس کے لفافہ پر میرا نام تھا۔ جب مَیں نے خط کھولا تو اندر ابّاجان کا حضرت صاحب کے نام خط تھا۔ مَیں نے دیکھ کر رکھ لیا اور سوچا کہ شام کو جا کر حضرت صاحب کو دے آؤں گا۔ شام کو جب مَیں خط لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو مَیں نے دیکھا حضور دوسری منزل پر اپنے گھر کے برآمدے میں کھڑے تھے۔ مجھے داخل ہوتے دیکھ کر حضور نے اُوپر سے ہی مجھے آواز دی کہ احمد! تم کہاں غائب تھے مَیں صبح سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ ابّاجان نے ایک خط حضرت صاحب کے نام لکھا تھا اور ایک میرے نام۔ جب خط لفافوں میں ڈالے تو میرے خط کے لفافے پر حضرت صاحب کا نام اور پتہ لکھ دیا اور حضرت صاحب کے خط کے لفافے پر میرا نام لکھ دیا۔ اس طرح میرا خط حضرت صاحب کو مل گیا۔ اس خط میں ابّاجان نے بعض اجناس اور گڑ شکر کا لکھا تھا کہ گھر سے لے کر سرگودھا پہنچ جاؤں۔ یہ خط حضرت صاحب کو ملا اور حضرت صاحب کو مَیں جب نہ ملا تو حضور نے میرا مزید انتظار کرنے کی بجائے یہ خیال کر کے کہ پتہ نہیں کیا حالات ہیں اور کیا ضرورت پیش آ گئی ہے فوری طور پر ان تمام چیزوں کا بندوبست کروایا اور میاں عبدالرحیم احمد صاحب کو وہ تمام چیزیں دے کر سرگودھا بھجوا دیا۔

☆... یہ طریق عمل صرف وہی اختیار کر سکتا ہے جس کو دوسرے کی ضرورت اور مشکل کا احساس ہو ورنہ عام آدمی ہوتا تو یہ سوچ کر کہ جس کا خط ہے وہ خود آ کر لے جائے گا اور پھر چیزیں بھجواتا رہے گا۔ لیکن حضور کی طبیعت میں دوسروں کا خیال کرنا، دوسرے کی تکلیف کا احساس کرنا اور دوسرے کی ضرورت کو پورا کرنے کا جذبہ اتنا فوری تھا کہ حضور یہ برداشت ہی نہ کر سکتے تھے کہ اس انتظار میں رہتے کہ میں آ کر اپنا خط لے جاؤں۔

☆... باتوں باتوں میں مَیں واقعات کے بیان میں ترتیب نہیں رکھ سکا۔ ایک واقعہ تقسیم ہند کے کچھ عرصہ بعد کا جب ابھی حضرت صاحب بھی اور ہم لوگ بھی رتن باغ میں مقیم تھے، یاد آ گیا۔ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ اس زمانے میں رتن باغ کے عقبی حصے میں ایک بہت بڑا باغ تھا وہاں ہوتا تھا۔ جمعہ کے وقت رتن باغ کے ایک دروازے سے حضور جمعہ پر جانے کے لیے نکلے۔ دوسرے دروازے سے مَیں نکلا۔ میری عمر اس وقت ساڑھے آٹھ سال کے قریب تھی۔ حضرت صاحب نے دیکھا کہ میں نے نکّر پہن رکھی ہے اور نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت صاحب نے مجھے ڈانٹا کہ جمعہ پڑھنے جا رہے ہو اور نکّر پہنی ہوئی ہے اور تمہارے گھٹنے ننگے ہیں؟ حضرت صاحب نے یہ خیال نہیں کیا کہ چھوٹی عمر ہے اس لیے کچھ نہ کہا جائے بلکہ تربیت کے نقطہ نظر سے فوری طور پر مجھے ٹوک کر توجہ دلائی۔

☆... تربیت کے بارے میں حضور بہت حساس تھے۔ بہت بعد کی بات ہے جب میں نے ایم اے کرنے کے بعد وقف کیا تو وقف قبول فرماتے ہوئے حضور نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کا علم حاصل کروں۔ اگرچہ میں گھر میں اور ٹی، آئی سکول میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کر چکا تھا۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں تفسیر کبیر کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ دوبارہ مکرم مولانا محمد صادق صاحب سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا اور صحیح بخاری اپنے ماموں مکرم سید داؤد احمد صاحب سے اور موطا امام مالک مکرم مولانا محمد احمد ثاقب سے پڑھی۔

اس بات کا ذکر میں اس لیے کر رہا ہوں کہ یہاں واقف زندگی بھی بیٹھے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو عملی طور پر دین کی خدمت کے لیے وقف ہیں ان کو بھی حضور کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے اور کام کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

☆ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں حضرت صاحب نے قرآن کریم کا مختصر نوٹس کے ساتھ ترجمہ تفسیر صغیر کے نام سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار 1957ء میں شائع ہوا۔ 1954ء میں ایک بدبخت نے حضور پر حملہ کیا تھا اور حضور زخمی ہو گئے تھے۔ اس حملہ کے بعد حضور کا بیشتر وقت صحت کی کمزوری کی حالت میں گزرا تھا۔ اسی کمزوری اور بیماری کی حالت میں ہی حضور نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا تھا۔ گرمیوں کے دنوں میں حضور بعض دفعہ جابہ جو وادی سون سکیسر میں ایک مقام ہے اور اونچائی پر ہونے کی وجہ سے نسبتاً ٹھنڈا ہے، تشریف لے جاتے تھے اور وہاں ترجمہ کا کام جاری رہتا تھا۔ ایک مرتبہ مجھے بھی ایک ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ حضور کے ساتھ وہاں رہنے کا موقع ملا تھا۔ اس وقت حضور کے ساتھ چھوٹی آپا اور مہر آپا اور حضور کے ایک صاحبزادہ کے علاوہ صرف مَیں ہی تھا۔ مجھے یاد ہے کہ صبح ناشتہ کرنے کے بعد حضور ترجمہ کا کام شروع فرماتے تھے۔ اس وقت حضور کس طرح کام کرتے تھے۔ صبح آٹھ بجے ناشتہ کے بعد یا ساڑھے آٹھ بجے تک بہر حال دفتر چلے جاتے تھے۔ وہاں مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب ہوتے تھے اور حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب بھی اکثر ہوتے تھے اور سارا دن کام کرتے تھے۔ گھر میں کہا یہ ہوا تھا کہ ڈیڑھ بجے مجھے کھانے کے لیے توجہ دلادو۔ ایک آدمی جاتا تھا۔ حضرت صاحب کام کرتے رہتے تھے۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ وہ کام مسلسل جاری رہتا حتّٰی کہ ساڑھے تین چار بج جاتے تھے۔ اس وقت حضرت صاحب وہ کام بند کرتے تھے۔ پھر نمازیں جمع ہوتی تھیں، پھر کھانے پہ آتے تھے۔ اب ہمیں بھوک بہت لگتی تھی کہ حضرت صاحب تو شام ہو جاتی ہے کھانا ہی نہیں کھاتے، ہم کیا کریں۔ وہاں اِن دنوں گرمیوں میں آپ کو پتہ ہے آم بھی ہوتا ہے۔ آم حضرت صاحب کے سندھ کے باغ سے آتے تھے۔ حضرت صاحب آم کے معاملے میں جس طرح بھائی خورشید کو بھی پتہ ہے، خود پیٹی کھولتے تھے، خود ان کو نکالتے تھے اور گریڈنگ کرتے تھے، پھر جو کھانے والے ہوتے تھے، وہ رکھواتے تھے۔ کھانا ہم نے حضرت صاحب کے ساتھ کھانا ہوتا تھا۔ ہم نے یعنی میں نے اور حضور کے صاحبزادے نے جو وہاں تھے، اس کا حل یہ نکالا کہ حضور کے سندھ کے باغ سے جو آم آتے ہم دونوں وہ کھاتے رہتے تھے اور بعض اوقات اتنے آم کھا لیتے تھے کہ پھر کھانا نہیں کھایا جاتا تھا۔ دو تین روز حضرت صاحب نے ہمیں دیکھا کہ ہم کھانا ٹھیک طرح نہیں کھا رہے تو فکرمند ہو کر چھوٹی آپا سے فرمایا کہ یہ دونوں کھانا نہیں کھاتے۔ کیا پسند نہیں آیا؟ جو آم آتے تھے حضور ان کی پیٹیاں خود کھلواتے تھے اور آم پیٹی سے نکالتے تھے دوسری طرف حضرت صاحب نے یہ نوٹ کیا آم کم ہوتے جاتے ہیں۔ اس طرح حضرت صاحب کو پتہ چلا کہ دراصل ہم کھانے سے پہلے آم کھا کھا کر پیٹ بھر چکے ہوتے ہیں تو تب حضرت صاحب کی فکر دور ہوئی۔

☆... جابہ میں جو جگہ حضرت صاحب نے اپنے قیام کے لیے چنی تھی اور جہاں حضور نے اپنی کوٹھی اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کچھ کوارٹر بھی بنوائے تھے کا نام حضور نے نخلہ رکھا تھا۔ حضرت صاحب کی عادت تھی کہ جہاں جاتے سارے خاندان کو بلا لیتے اور خاندان کے ان گھرانوں کو جو اپنے طور پر پہاڑ پر نہ گئے ہوں، انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتے اور اصرار کر کے لے جاتے اور لوگوں کی تعداد سے حضرت صاحب کو کوئی گھبراہٹ نہ ہوتی۔ جو بھی ہوتا اس کو بلا لیتے تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو اصرار کر کے بلاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو تقریباً زبردستی بلایا تھا۔ میاں صاحب کی عادت تھی کہ گھر سے نہیں نکلنا۔ وہ صرف حضرت صاحب کے حکم کی وجہ سے وہاں جاتے۔

☆... نخلہ کا ہی واقعہ ہے ایک بار خاندان مسیح موعود کے بہت سے افراد گرمیوں کے ایام میں وہاں جمع تھے اور سب حضور کے مہمان تھے۔ ایک روز خاندان والوں نے پکنک منانے کے لیے کلر کہار جانے کا پروگرام بنایا۔ حضور کے ساتھ صرف حضرت چھوٹی آپا، حضرت مہر آپا اور مکرم میر داؤد احمد صاحب رہ گئے اور مجھے اور حضور کے ایک صاحبزادہ کو وہ اس لیے نہ لے کر گئے کہ موٹروں میں جگہ نہ تھی۔ ہم دونوں کو اس بات پر بہت غصہ تھا۔ دوپہر کو کھانے کی میز پر حضور کو احساس ہو گیا کہ ہمیں پکنک پر ساتھ نہ جانے کا رنج ہے۔ حضور نے ہم دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں لے کر نہیں گئے؟ اچھا میں تم دونوں کو کل پکنک پر لے جاؤں گا اور یہ لوگ تو صرف کلر کہار گئے ہیں مَیں تمہیں کلر کہار کے علاوہ چواسیدن شاہ بھی لے جاؤں گا اور جو آج گئے ہیں وہ کل نہیں جائیں گے۔ اگلے روز صبح صبح حضرت چھوٹی آپا نے ہم دونوں کو بلایا اور کہا حضرت صاحب کہتے ہیں کہ مبارکہ بیگم یعنی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کل بھی پکنک پر گئی تھیں اگر تم لوگ کہو تو انہیں بھی آج لے جاتے ہیں۔ ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ حضور نے چونکہ ہمیں یہ کہا تھا کہ جو پہلے ہو آیا ہے وہ دوبارہ نہیں جائے گا اس لیے ہم سے پوچھنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ حضور ہمیں لے کر کلر کہار اور چواسیدن شاہ گئے اور سارا دن وہاں گزار کر شام کو واپس آئے۔

☆... جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حضور تمام موقعوں پر سارے خاندان کو ساتھ لے کر چلتے تھے خواہ وہ سیر و تفریح کی تقریبات ہوں یا جماعتی مواقع۔ مجھے یاد ہے 3/ اکتوبر 1949ء کو ربوہ مسجد مبارک کی بنیاد رکھی گئی۔ معلوم نہیں کس وجہ سے ابّاجان اس روز ربوہ میں موجود نہ تھے۔ نہ بھائی خورشید یہاں تھے۔ حضرت صاحب ابّاجان کو اس تاریخی موقع پر شامل کرنا چاہتے تھے۔ صرف ابّاجان کو شامل کرنے کے لیے حضرت صاحب نے مجھے بھی مسجد کی بنیاد رکھنے کی اس تقریب میں شریک کیا اور خود ہی ابّاجان کی طرف سے چندہ کی رقم بھی لکھوا دی۔ یہ بھی حضرت صاحب کا ایک خاص وصف تھا کہ اپنے عزیزوں کو نیک کاموں میں شریک کرنے کی بہت خواہش حضور کو ہوتی تھی۔ اس کی ایک مثال میرے ایک بڑے بھائی مرزا مبارک احمد مرحوم کی وصیت کا معاملہ ہے۔ 1942-43ء کی بات ہے وہ بیمار تھے اور بہت بیمار تھے اور امرتسر میں ہسپتال میں سینی ٹوریم میں زیر علاج تھے۔ حضرت صاحب قادیان سے تشریف لائے۔ ان کو پوچھنے کے لیے وصیت فارم اپنے ساتھ لے کر آئے لیکن اپنی طبیعت کے باعث کہہ نہ سکے کہ وصیت فارم پر کر دو تو جاتے ہوئے امّی کو دے گئے کہ یہ وصیت فارم پر کروا کر قادیان بھیج دو۔ اس طرح عزیزوں رشتہ داروں کو شامل کرتے تھے۔

(اس موقع پر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے کہا: ''اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ ہماری والدہ کو کہہ گئے نصیرہ بیگم! مجھے ہمت نہیں ہوئی مبارک کو یہ فارم دینے کی تم پر کر کے بھجوا دو تو بعد میں ہماری والدہ نے وہ فارم بھجوا دیا۔ حضور نے وہ فارم نظارت بہشتی مقبرہ بھجوایا۔ اس وقت حضرت مولوی سرور شاہ صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ تھے تو اس پر حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے وہ فارم واپس کیا اور عرض کیا کہ حضور یہ مرض الموت کی وصیت ہے۔ مرض الموت کی وصیت تو قابل قبول نہیں ہے۔ ان کو پتہ تھا کہ بڑا ہی شدید بیمار ہیں۔ ٹی، بی تھی ان کو اور آخری Stage تھی۔ حضور نے اصولی طور پر ان کا یہ موقف قبول فرمایا اور اس پر کہ میں نے فارم بھیجا ہے اور آپ نے واپس کر دیا ہے، کچھ نہیں کہا۔ لیکن جب ہمارے بھائی کی وفات ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کی جائے۔ خلیفۃ المسیح کو یہ اختیار ہے۔ تو حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ہاں اب آپ کو اختیار ہے''۔)

☆... مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ سلسلہ کا ایک خادم خاندان ہے، ان کے کسی فرد کے متعلق حضرت صاحب نے ایک اعلان لکھا کہ یہ الفضل میں شائع ہو جائے۔ مجھے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بلایا اور فرمانے لگے کہ خلیفہ وقت کی طرف سے جو ڈانٹ پڑتی ہے اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ مجھے بات سمجھ نہ آئی کہ میرا اس سے کیا تعلق ہے۔ لیکن مجھے اچھی طرح سمجھا کر ساتھ ہی فرمایا کہ بعض دفعہ جو ڈانٹ کھا رہا ہوتا ہے یہ ڈانٹ اس کے لیے نہیں ہوتی کسی اور کے لیے ہوتی ہے۔ میاں صاحب کی عادت تھی کہ وہ اپنی بات بڑے اطمینان سے پوری کرتے تھے اور ان کو جلدی نہیں ہوتی تھی۔ تو میاں صاحب نے مجھے پہلے تو سمجھایا اور پھر فرمانے لگے کہ یہ خط حضرت صاحب کے پاس لے جاؤ اور تمہیں اس کے اوپر ڈانٹ پڑے گی۔ خیر میں وہ خط لے گیا، صبح کا وقت تھا۔ یہ حضور کی بیماری کے ایام کا واقعہ ہے۔ حضرت صاحب ناشتہ تھوڑا لیٹ کیا کرتے تھے۔ میں گیا تو حضرت صاحب ناشتہ کر رہے تھے۔ چھوٹی آپا تشریف رکھتی تھیں۔ میں نے جا کر وہ خط دے دیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ خیر وہ جس طرح میاں صاحب نے کہا تھا مجھے سخت ڈانٹ پڑی ''یہ لے جاؤ واپس''۔ میں خط واپس لے آیا۔ واپس آ کے مَیں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ حضرت صاحب نے تو بڑا ڈانٹا ہے۔ میاں صاحب نے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور کہنے لگے کہ میں دوبارہ ایک خط لکھ رہا ہوں، یہ تم لے جاؤ۔ میں نے کہا میں نے نہیں لے کے

جانا اور ڈانٹ پڑے گی۔ میاں صاحب نے کہا کہ نہیں نہیں یہ لے کے جانا، تمہیں تو ڈانٹ نہیں پڑی۔ مجھے ڈانٹ پڑی ہے۔ خیر میں انکار بھی نہیں کرسکتا تھا۔ پھر دوبارہ میں لے گیا۔ پھر دوبارہ ڈانٹ پڑی۔ پھر میں واپس آیا اور عرض کیا کہ عمّو صاحب اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں جاؤں۔ لیکن میاں صاحب نے پھر مجھے اصرار کرکے بھیج دیا۔ تیسری دفعہ حضرت صاحب نے چھوٹی آپا کو فرمایا کہ جس طرح میاں بشیر کہتے ہیں اسی طرح لکھ دو۔ اصل میں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ اس سے یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت صاحب کی پہلی بات غلط تھی۔ جہاں خلیفہ وقت اپنی بات بدلتا ہے وہاں اس کو پتہ ہوتا ہے کہ جو مشورہ دینے والا ہے وہ درست مشورہ دے رہا ہے۔

☆... سب سے بڑی بات جو میں نے حضرت صاحب میں محسوس کی اور میرا خیال ہے بھائی خورشید اس کی تائید کریں گے وہ یہ تھی کہ بچپن میں بھی ہمیں کبھی احساس نہ ہوا تھا کہ حضرت صاحب ہم سے اپنے بچوں پوتے پوتیوں سے سلوک میں کچھ فرق کرتے ہیں۔ یہ تو حقیقت ہے کہ طبعی طور پر بہرحال حضور کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح اپنے بچوں اور پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں سے بہت تعلق ہوگا۔ لیکن جہاں تک ظاہری سلوک کا تعلق ہے میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ ان کو مجھ پر کوئی ترجیح حضرت صاحب نے دی ہو۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا بھی حضرت صاحب پر اسی طرح حق ہے جس طرح ان کے اپنے بچوں کا۔ یہ حضور کے مزاج کا ایک ایسا پہلو ہے جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ کم از کم میں نے تو کسی اور میں یہ بات نہیں دیکھی۔

(اس موقعہ پر مرزا خورشید احمد صاحب نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ

''ایک بار میری والدہ نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیٹی روحی کا قد چھوٹا ہے کوئی دوا دیں۔ حضور نے کوئی دوا تجویز فرمائی۔ پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بھی ساتھ بیٹھی تھیں۔ وہ کہنے لگیں کہ آپ کی اپنی پوتی امۃ الحئی کا قد چھوٹا ہے اُسے تو آپ نے کوئی دوا نہ دی۔ حضور اس پر امّی کو مخاطب کرکے فرمانے لگے، نصیرہ بیگم دیکھو مبارکہ بیگم کہتی ہیں روحی میری پوتی نہیں! روحی میری پوتی نہیں! اور اتنی بار یہ فقرہ کہا کہ حضرت پھوپھی جان شرمندہ ہوکر بار بار کہتی تھیں میرا یہ مطلب تو نہیں تھا''۔)

☆... صلہ رحمی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے تعلق رکھنا اور ان سے حسن سلوک کرنا حضرت صاحب کا ایک خاص وصف تھا۔ پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بتایا کرتی تھیں کہ حضرت امّاں جان کے رشتہ داروں سے حضور نے آخر تک تعلق رکھا۔ تقسیم برصغیر سے قبل دلّی کے سفروں میں اور حیدرآباد کے سفروں میں حضور خاص طور پر امّاں جان کے ان رشتہ داروں سے ملتے تھے۔ اسی طرح پاکستان بننے کے بعد جب ان میں سے بہت سے لوگ کراچی آگئے تو حضور اپنے کراچی کے سفر میں ان سے ملاقات کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت امّاں جان کی ایک دور کی عزیزہ جو احمدی نہیں تھیں ربوہ آیا کرتی تھیں اور اپنے بچوں سمیت لمبا عرصہ حضور کے گھر قیام کرتی تھیں۔

☆... اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے عزیزوں سے بھی حضور تعلق رکھتے تھے۔ مرزا نظام دین صاحب کا نام آپ نے سُنا ہی ہوگا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد تھے اور سخت معاند، مخالف اور دشمن تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ حضور ان کے بیٹے مرزا گل محمد صاحب کا خیال رکھیں۔ یہ بات حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے علم میں آئی تو انہوں نے حضرت صاحب کو تنبیہ کے طور پر کہلا بھیجا کہ سانپ کے بچے سنپولیے ہی ہوتے ہیں اور اس طرح مرزا نظام دین کی مخالفت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی اولاد کس طرح آپ کی دوست ہوسکتی ہے۔ لیکن حضرت صاحب کے حسن سلوک نے آپ کی بات کو اور اس مثل کو بھی غلط ثابت کردیا اور مرزا گل محمد صاحب نہ صرف احمدی ہوگئے بلکہ وفات تک حضور کے فرماں بردار اور وفادار رہے۔ حضور نے ان کی شادی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی جو حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہ کی بہن تھیں سے کرادی تھی۔

☆... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ایک اور عزیز تھے۔ ان کا نام لینا مناسب نہیں یہ بھی چچا گل محمد کے مکان کے ایک حصہ میں رہتے تھے۔ آپ میں سے جس نے قادیان دیکھا ہو اس کو پتہ چل جائے گا۔ اس وقت جس مکان میں نصرت گرلز سکول ہے اس مکان میں ان کی رہائش تھی اور ان کی رہائش گاہ اور دارالمسیح کے درمیان صرف ایک چھوٹی گلی ہے۔ یہ بھی احمدی تھے اور مخلص احمدی تھے۔ حضور کے ساتھ بہت تعلق تھا اور حضور ان پر مہربان بھی بہت تھے اور حضور کی مہربانیوں نے انہیں دلیر بھی کردیا تھا۔ ابتدائی زمانہ کی بات ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر سے گندم کی بوری چکی پر پسوائی کے لیے بھجوائی گئی۔ ایک مزدور جو غیر احمدی تھا اور کہیں قریب کے کسی گاؤں کا رہائشی، آٹے کی بوری حضور کے گھر پر پہنچانے کے لیے لے کر آیا۔ گلی میں وہ عزیز بھی کھڑے تھے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا گھر کون سا ہے؟ انہوں نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا اور اسے ساتھ لے جاکر آٹے کی بوری اپنے گھر میں اتروالی۔ مزدور نے جب مزدوری کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حضور کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ اُس گھر سے جاکر لے لو۔

حضرت صاحب رشتہ داری کے تعلق اور ان کے مالی حالات کے پیش نظر ایسی تمام باتوں کے باوجود ان سے نہایت مہربانی اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کی عبارت کچھ یوں تھی کہ

''بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ... گزارش ہے کہ خاکسار کی بھینس گلی میں باندھی جاتی ہے اور اس گلی میں حضور کی موٹر گاڑی بھی آتی جاتی ہے اور حضور کی موٹر کی تعظیم کے لیے میری بھینس کو بار بار کھڑے ہونا پڑتا ہے اور وہ حاملہ ہے اور خدشہ ہے کہ اس طرح بار بار کھڑے ہونے سے اس کا حمل ضائع نہ ہوجائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسے مقوی غذا دی جائے''

اور آگے انہوں نے اس مقوی غذا کی فہرست دی اور لطف یہ کہ حضور نے بھینس کی وہ غذا ان کے ہاں بھجوادی لیکن بے تکلفی کے ان واقعات سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ حضور کے خادم اور آپ کے تابعدار نہ تھے۔

حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے رشتہ داروں میں سے جو احمدی ہوگئے تھے وہ نہ صرف حضور کے وفادار تھے بلکہ نظام جماعت کے بھی فرماں بردار تھے۔ چچا گل محمد کے ایک ماموں تھے مرزا ارشد بیگ ان کا نام تھا۔ ان کی شادی ماسی محمد بیگم صاحبہ کی ہمشیرہ ماسی عنایت سے ہوئی تھی۔ ایک بار جب مرزا ارشد بیگ صاحب بیمار تھے کچھ لڑکوں کی لڑائی ہوئی جس میں ان کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔ ان کے بیٹوں اور چند اور لڑکوں کو نظام جماعت کی طرف سے بید لگانے کی سزا دی گئی۔ ان لڑکوں میں ایک معروف بزرگ کے صاحبزادے بھی شامل تھے۔ اس کی والدہ ماما ارشد بیگ سے ملنے آئیں تاکہ ان کے ساتھ مل کر سزا لینے سے انکار کیا جائے اور نظام جماعت کے فیصلہ کو نہ مانا جائے۔ جب انہوں نے ماما ارشد بیگ صاحب سے یہ بات کہی تو انہوں نے ان کو یہ جواب دیا کہ ''بی بی میں اپنے منڈے کوئی ککڑی ہیٹھاں تے نہیں کڈھائے کہ او دو بید کھا کے مر جان گے''۔

دوسری طرف جب سزا دینے کا وقت آیا تو انہوں نے بچوں کو تو کچھ نہیں کہا بیماری اور کمزوری کی حالت میں خود پلنگ سے اُٹھے اور لڑکھڑاتے ہوئے باہر کے دروازے کا رُخ کیا۔ گھر والوں نے جن میں دونوں بیٹے بھی تھے ان کو روکا اور پوچھا کہ اس بیماری میں آپ کہاں جارہے ہیں تو کہنے لگے میں ایہناں منڈیاں دی تھاں سزا لین جاریاں آں۔ یہ ایک ایسا نفسیاتی حربہ انہوں نے استعمال کیا کہ ان کے دونوں بیٹے گئے اور نظام جماعت کے فیصلہ کے مطابق کسی شکوہ شکایت کے بغیر خوشدلی کے ساتھ بیدوں کی سزا لے لی۔

☆... انہی مرزا ارشد بیگ صاحب کا واقعہ ہے صرف یہ نہیں کہ نظام کے پابند تھے حضرت صاحب کے تابعدار اور فرمانبردار تھے بلکہ وہ جماعت کے مخالف لوگوں پر نظر بھی رکھتے تھے۔ ابّا جان کہتے ہیں کہ ایک جلسے پر مجھے انہوں نے اس طرح کہنی ماری کہ باہر چلیں۔ ہم باہر آئے تو کہنے لگے چلو شہر چلیں۔ کہتے ہیں ہم شہر پہنچے تو احمدیہ چوک میں عبدالرحمٰن صاحب مصری کھڑے تھے اور اپنی داڑھی میں کھجلی کررہے تھے تو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ پتہ ہے کون ہے؟ تو ابّا جان نے کہا، ہاں مصری صاحب ہیں۔ تو کہنے لگے نہیں، یہ احمدی Snake ہے۔ یہ سوچ رہا ہے کہ یہاں اتنی رونق کیوں ہے۔ یہ مصری صاحب کے فتنے کے ظاہر ہونے کے چار پانچ سال پہلے کی بات ہے۔

☆... حضور کے صلہ رحمی اور حسن سلوک کے بارے میں جتنے بھی واقعات میں نے اپنے بزرگوں سے سنے اور جن میں سے کچھ بیان کرچکا ہوں، یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضور رشتہ داروں سے تعلق کسی فائدہ کے حصول کے لیے نہ رکھتے تھے بلکہ ان کا مقصد ان عزیزوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا تھا اور خواہ مالی امداد کا معاملہ ہو یا جذباتی تعلق کی بات ہو ہر صورت حال میں حضور کا ہاتھ ہمیشہ اوپر ہی رہتا تھا۔

(اس موقع پر مرزا خورشید احمد صاحب نے تائید کرتے ہوئے کہا:

''یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے۔ صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کے سلسلے میں حضور کا ہاتھ ہمیشہ اُوپر ہی رہتا تھا اور شاید ہی کوئی عزیز ہوگا جس پر حضور کا احسان نہ ہو۔ آپ نے عام زمینداروں کو دیکھا ہوگا اُن کا اپنے رشتہ داروں سے سلوک بھی دیکھا ہوگا۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کرسکتے کہ اُن کا کوئی عزیز اُن سے زمین کی ملکیت میں یا اثر و رسوخ میں آگے بڑھ جائے۔ لیکن حضور کی کیا کیفیت تھی؟ اُس کا پتہ سندھ میں اراضی کی خرید سے لگتا ہے۔ حضور نے اس یقین پر کہ یہ زمین بہت فائدہ مند ہوگی نہ صرف خود زمین لی، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کو لے کر دی بلکہ اپنے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کو تحریک کی اور بہت زور دیا کہ وہ بھی زمین خریدیں اور زمین کے حصول کے سلسلے میں تمام عزیزوں کی مدد بھی کی''۔)

☆... حضرت صاحب کی طبیعت کا ایک اور پہلو جس کا احساس مجھے بچپن ہی میں ہوا وہ یہ تھا کہ اپنے تمام تر جلال اور رعب اور خداداد وقار کے باوصف حضور کی طبیعت میں ایک ایسا جذب تھا جو بھی حضور کو دیکھ لیتا وہ حضور کی طرف کھنچا چلا جاتا۔ آپ کے رُعب کی یہ کیفیت تھی کہ اگر آپ پوری آنکھ اُٹھا کر دیکھتے تو آدمی گھبرا جاتا تھا۔ لیکن اس رُعب کے ساتھ ساتھ ایک عجیب طور پر کشش تھی جو آپ کو دیکھنے والے کو اپنے حسن کا اسیر کرلیتی تھی۔

☆... چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت شفقت اور پیار اور محبت والا ہوتا تھا۔ میری دو چھوٹی بہنوں کے نام دردانہ اور فرزانہ ہیں۔ ان سے چھوٹی کا نام حضور نے نزہت رکھا تھا لیکن اسے چھیڑنے کے لیے بڑی بہنوں کے ناموں کے وزن پر اسے ایک آنہ کہا کرتے تھے۔ اس قسم کی چھیڑ چھاڑ خاندان کے سب بچوں سے جاری رہتی۔ میری بہن دردانہ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دخت عزیز مرزا کو دردانہ کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

☆... بچوں سے خوش طبعی اور مذاق کی بات آپ نے سنی۔ اب ایک بڑوں سے مذاق کی بات سُن لیں۔ ابّا جان عام طور پر پلاؤ اور زردہ ملا کر کھاتے تھے اور اس طرح نمکین اور میٹھا ملا کر کھانا حضرت صاحب کو پسند نہ تھا۔ اس بات کو مذاق کے رنگ میں بیان کرتے ہوئے حضور فرمایا کرتے تھے کہ میاں عزیز احمد کا کیا ہے یہ تو ساگ اور فرنی ملا کر کھاتے ہیں۔

☆... حضور جہاں بڑوں اور چھوٹوں سے مذاق کرتے وہاں ان کی تربیت کا بھی ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کی دعوت ولیمہ کی بات ہے۔ یہ دعوت پرائیویٹ سیکرٹری کے پرانے دفتر کے صحن میں ہوئی تھی۔ فرش پر دریاں بچھا کر دسترخوان بچھائے گئے تھے اور مہمان بھی اور حضرت صاحب بھی زمین پر ہی بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ اتفاق سے میں حضور کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔ اگرچہ درمیان میں فاصلہ کافی تھا حضور صحن کے ایک کونے پر دفتر کے برآمدے کے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں بالکل آخر پر گیٹ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کچھ عرصہ قبل جماعت کا ایک قافلہ جلسہ سالانہ قادیان سے واپس آیا تھا ان دنوں ہندوستان میں لٹھا اچھی قسم کا ملتا تھا جو پاکستان میں میسر نہ تھا۔ جماعت کے ایک معروف بزرگ قادیان سے واپسی پر کچھ زیادہ ہی لٹھے کے تھان اپنے ساتھ لائے۔ یہ بات قافلے کے لوگوں کی زبانی ربوہ میں پھیل گئی اور ہوتے ہوتے حضور تک بھی پہنچ گئی۔ وہ بزرگ بھی اس دعوت میں موجود تھے۔ حضور نے مجھے دیکھا اور اونچی آواز سے فرمایا احمد! تم بھی قادیان چلے جاتے تو کچھ لٹھے کے تھان بھی لے آتے۔ اس طرح بغیر نام لیے حضور نے ان بزرگ کو اصلاح کی طرف توجہ دلادی۔

☆... آپ کو پتہ ہوگا کہ 1960ء کے بعد حضرت صاحب بیماری کی وجہ سے جلسے پر تشریف نہیں لاسکے تھے۔ حضور لمبا عرصہ بیمار رہے۔ 60ء یا 61ء کے بعد بیماری میں خاندان کے سارے لڑکے جو تھے وہ ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میں بھی ان میں شامل تھا۔ ان بیماری کے ایّام میں حضرت صاحب بستر پر ہوتے تھے۔ نظارت امور عامہ کے کارکن مکرم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامبھڑی اکثر رات کو رپورٹ پیش کرنے

کے لیے آتے تھے۔اس وقت بھی حضرت صاحب رپورٹ لیتے تھے۔پہلے تو جب وہ آتے تھے توحضرت صاحب جب تک خود اُٹھ سکتے تھے،جاتے تھے۔لیکن جب بستر پر آگئے تو وہ پھر لکھی ہوئی رپورٹ دیتے تھے تو میں جاکر چھوٹی آپا یا مہر آپا کو جس کی بھی باری ہوتی، دے دیتا تھا اور وہ سُناتی تھیں اور اسی طرح دِن کے وقت بھی سلسلے کے جو کارکن تھے،وہ آتے اور حضور کی ہدایات لیتے تھے۔ ملاقاتیں بھی اسی طرح ہوتی تھیں۔جلسہ پر بھی ملاقات ہوتی تھی۔حضرت صاحب لیٹے ہوتے تھے اور لوگ پاس سے گزرتے رہتے تھے۔جس کوحضرت صاحب روکنا چاہتے روک کے باتیں کر لیتے تھے۔

☆...8نومبر 1965ء شام کو چھ،سات بجے جو آخری بات مجھے یاد ہے،میں ڈیوٹی پر تھا اور حضرت صاحب کے سرہانے کی طرف کھڑا تھا۔حضرت صاحب نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور تھوڑی دیر دیکھتے رہے اور پھر فرمانے لگے کہ میاں عزیز احمد کے بیٹے ہو۔تو میں نے کہاجی اور پھر فرمایا کہ ہم قادیان میں ڈھاب میں کشتی چلایا کرتے تھے۔ اسی رات دو بجے حضور انتقال فرما گئے۔اور خاندان کے افراد کے علاوہ جو ڈاکٹرز تھے وہ بھی وہاں تھے۔ ان میں ایک ڈاکٹر ذکی الحسن بھی تھے جو غیر از جماعت تھے اور کراچی سے ان کوحضرت صاحب کے علاج کے لیے بلایا گیا تھا اور وہ کئی دن سے قیام پذیر تھے۔اس وقت جب حضرت صاحب کی وفات ہوئی تو خاندان کی کسی لڑکی یا عورت کے رونے کی آواز ذرا اُونچی نکلی۔اس پر حضرت پھوپھی جان نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بڑی زور دار آواز میں کہا کہ یہ صبر اور رضا اور دُعاؤں کا وقت ہے۔یہ بات ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب نے بھی سنی۔ اس کے کوئی پندرہ سال بعد 1980ء کی بات ہے کہ میری ایک دفعہ کراچی میں ان سے ملاقات ہوئی۔یہ بات ان کو اس وقت بھی یاد تھی اور انہوں نے کہا کہ میں حیرت زدہ رہ گیا،میں حیران رہ گیا تھا کہ ایک اتنا بڑا آدمی فوت ہوتا ہے اور اس وقت میں نے کسی کی رونے کی آواز نہیں سنی اور کوئی صبر کے خلاف بات نہیں دیکھی اور ذرا سی اگر آواز نکلی تو ان کی ہمشیرہ نے اتنی زور دار آواز میں یہ توجہ دلائی کہ یہ صبر اور رضا اور دعاؤں کا وقت ہے۔

یہ تربیت تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خاندان کی بھی فرمائی تھی اور یہی تربیت تھی جو جماعت کی فرمائی تھی۔ورنہ صدمہ بہت بڑا تھا۔حضرت صاحب 52/سال خلیفہ رہے اور جماعت کے افراد حضرت صاحب کے علاوہ کوئی اور خلیفہ دیکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن اس کے باوجود خاندان کے لوگ اور جماعت کے احباب بھی صبر کے ساتھ راضی بہ رضا ہی رہے۔

☆...☆...☆

اسلام کا شیدائی۔اللہ کا دیوانہ

اے فضل عمر تیرے اوصافِ کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں ، پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

قدرت نے جو بخشا تھا اک نورِ سکونِ دل
آنکھوں سے ہے اب اوجھل وہ نرگسِ مستانہ

دشمن بھی پکار اٹھے اسلام کی خاطر ہی
محمود نے دکھلائی جانبازئ پروانہ

اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تُو نے اُجاگر کی سرگرمئ فرزانہ

ہاں! علم و عمل میں تھا اک پیکرِ عظمت تو
اسلام کا شیدائی ۔ اللہ کا دیوانہ

تیری ہی دعاؤں نے بخشے ہیں ہمیں ناصر
ربوہ کی فضا پر ہے پھر لطفِ کریمانہ

عابدؔ ہے دعا میری اس تیری نشانی کو
حاصل رہے مولیٰ کی ہر نصرتِ شاہانہ

(مبارک احمد عابد)

بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہر گز تم
کوچۂ یار یگانہ کے گدا ہو جاؤ
بحر عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم
بانئ کعبہ کی تم کاش دعا ہو جاؤ
قطب کا کام دو تم ظلمت وتاریکی میں
بھولے بھٹکوں کے لیے راہ نما ہو جاؤ

(کلام محمود صفحہ 63)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ... تحریک جدید

......از صفحہ نمبر 29

کی پیروی کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔اولیاء اللہ کی سی زندگی گزارنے کی توفیق ملتی ہے۔ہزاروں معاشرتی خرابیوں رشوت، کرپشن اور نفسانفسی وغیرہ سے نجات ملتی ہے۔سادگی اور کفایت سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں زیادہ خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ سادگی کے نتیجہ میں حقوق العباد کی بہتر ادائیگی کی جاسکتی ہے۔تکلف اور تصنع سے پیدا ہونے والی بے شمار خرابیوں اور بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔سادہ لباس شریعت اور شرم و حیا کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔سادہ زندگی سے بے کاری (جو بہت سے گناہوں کی جڑ ہے) سے نجات ہوسکتی ہے۔سادہ زندگی گزارنے سے زیادہ عبادت کی توفیق ملتی ہے۔سادہ زندگی سے غریب اور امیر کے درمیان فرق ختم ہو کر مساوات کی بنیاد پڑتی ہے۔

فوائد کی یہ فہرست تو کبھی ختم نہیں ہوسکتی البتہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہم اس نیکی کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی عادت بنا لیں تو ہم پکے، کھرے اور خالص مومن بندے بن سکتے ہیں اور یہی ہمارا مقصود و مطلوب ہے۔وباللہِ التوفیق۔

☆...☆...☆

تربیت اولاد کے حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نمونہ اور آپ کی نصائح

”میں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہیں“

(سیدہ منورہ سلطانہ۔ جرمنی)

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
(درثمین)

تاریخ عالم پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب سے یہ دنیا وجود میں آئی خدا تعالیٰ اپنے فرستادے دنیا میں بھیجتا رہتا ہے جو لوگوں کی رہ نمائی کا موجب بنتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو روشن نشانوں کے ساتھ مبعوث کیا جن میں سے ایک عظیم الشان نشان ”مصلح موعود“ کا ظہور تھا یہ نشان حضرت مصلح موعود کے وجود باجود میں پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو ایک پاک بیٹے کی بشارت دی۔ جس کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ 12/ جنوری 1889ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپؓ نے پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق کہ وہ جلد جلد بڑھے گا بچپن ہی سے ایسی روحانی منازل طے کیں کہ دیکھنے والے حیران وششدر رہ گئے۔ بظاہر حالات اور اسباب اس سے بالکل مختلف نظر آتے تھے۔ آپ جسمانی طور پہ کمزور تھے اور اکثر بیمار رہتے تھے خود حضرت مسیح موعودؑ نے اساتذہ کو کہہ رکھا تھا کہ ”محمود کی صحت اچھی نہیں ہے جتنا یہ شوق سے پڑھے پڑھنے دو زیادہ زور نہ دو۔“ مگر پھر دنیا نے دیکھا کہ بظاہر ضعیف اور کمزور نظر آنے والا انتہائی نیک سیرت، عمدہ خصائل اوصاف حمیدہ کا مالک بچہ خدائی منشا کے مطابق ایک اولوالعزم نوجوان کے طور پہ سامنے آتا ہے، اور آپ کی قیادت میں جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے ہم کنار ہوتی ہے۔ اور بڑی تحدی سے یہ اعلان فرمایا ”دنیا کی بڑی بڑی مالدار طاقتیں اور قومیں مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلے میں ناکام ہوں گی۔“ چنانچہ احمدیت کا وہ نازک پودا جس کی آبیاری اور حفاظت کا کام خدا نے آپ کے سپرد کیا آپ کی شبانہ روز کوششوں سے نامساعد حالات کے باوجود ایک تناور درخت بن گیا۔ الحمد للہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پیش گوئی مصلح موعود کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”... حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے۔ اور جیسا کہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سب پر ثابت کرنا تھا۔ یہاں بھی آپ اس پیشگوئی اور نشان کو پیش فرما کر یہ نہیں فرما رہے کہ یہ میری صداقت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ فرمایا کہ اس نشانِ آسمانی کو خدائے کریم جل شانہٗ نے ہمارے نبی کریم، رؤوف الرحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا ہے۔ اور فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے... اور کسی مردہ کا زندہ ہونا اگر مان بھی لیا جائے تو اس سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مگر یہاں بفضلہٖ تعالیٰ و احسانہٖ ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 99 اشتہار نمبر 34 مطبوعہ ربوہ)... پس جیسا کہ میں نے کہا، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کا حامل وہ بیٹا ہونا تھا اور ایک دنیا نے دیکھا کہ وہ بیٹا پیدا ہوا اور 52 سال تک خلافت پر متمکن رہنے کے بعد اپنی خصوصیات کا لوہا دنیا سے منوا کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگر ان خصوصیات کی گہرائی میں جا کر دیکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لیے کئی کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ کسی خطبہ میں یا کسی تقریر میں حضرت مصلح موعود کی زندگی اور آپ کے کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا... خلیفہ ثالث فرماتے ہیں کہ جیسا کہ فرمایا تھا کہ وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ ان پر ایک نظر ڈال لیں تو اُن میں علوم ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علومِ باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا، ہر شخص نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 21/ فروری 2014ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/ مارچ 2014ء صفحہ 5 تا 6)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جماعت کی تربیت کا بے حد احساس تھا اس کے لیے جہاں آپ نے عورتوں، مردوں نوجوانوں کے لیے تنظیمیں قائم کیں اسی طرح چھوٹے بچوں کے لیے خدام الاحمدیہ اور بچیوں کے لیے ناصرات الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تا کہ بہت چھوٹی عمر سے ہی ان کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو سکے، اس میں آپ نے ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمایا اور اپنی اولاد اور روحانی اولاد کی تربیت ان خطوط پر کی جس پر چل کر ہم اور ہماری آئندہ نسلوں کی نہ صرف بقا کی ضمانت ہے بلکہ غلبہ اسلام کا وعدہ بھی پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے ہمارے لیے قلمی ولسانی ہر لحاظ سے بے بہا خزانہ چھوڑا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم تربیت اولاد کے بارے میں آپ کے ارشادات جگہ کی مناسبت سے اختصار سے بیان کریں گے۔

نکاح کی غرض وغایت

تربیت اولاد کا سلسلہ انسان کی شادی سے قبل ہی شروع ہو جاتا ہے وہ اس لحاظ سے کہ وہ تقویٰ کی بنیاد پر جیون ساتھی کا انتخاب کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”اسلام میں جو نکاح کا مسئلہ رکھا ہے یہ بھی ان تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے جو ہلاکت اور تباہی سے بچاتی ہے اور انسان کو سچا دوست اور مخلص مددگار مہیّا کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بیوی کے متعلق آتا ہے کہ لِتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا۔ یعنی انسان کو جو مصائب اور تکالیف آتی ہیں اور جن کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ وہ ہمت ہار دے اس وقت بیوی اس کی مددگار اور آرام کا باعث ہوتی ہے اور اس کی ہمت بڑھانے والی ہوتی ہے۔ اسی حکمت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے نکاح کو رکھا ہے اور اس کے لیے ایسی خواہشیں اور جذبات اور طاقتیں انسان کے اندر رکھ دی گئی ہیں کہ یہ مجبور ہے کہ کوئی ایسا ساتھی پیدا ہو... اسلام نے شادی کے متعلق ایسے قواعد بتا دیے ہیں کہ اس پر کاربند ہونے سے انسان کو سچا دوست اور مخلص مددگار مل جاتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 15)

ایک واقعہ حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ نے یوں بیان فرمایا:

”... عموماً شادیاں ہوتی ہیں دلہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشقِ الٰہی کی باتیں تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں کا لُب لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں، دین کی خدمت کروں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپؓ کا ہاتھ بٹاؤں، بار بار آپؓ نے اس کا اظہار فرمایا کہ ”میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے“ اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔“

(سوانح فضلِ عمر جلد پنجم صفحہ 353 تا 354)

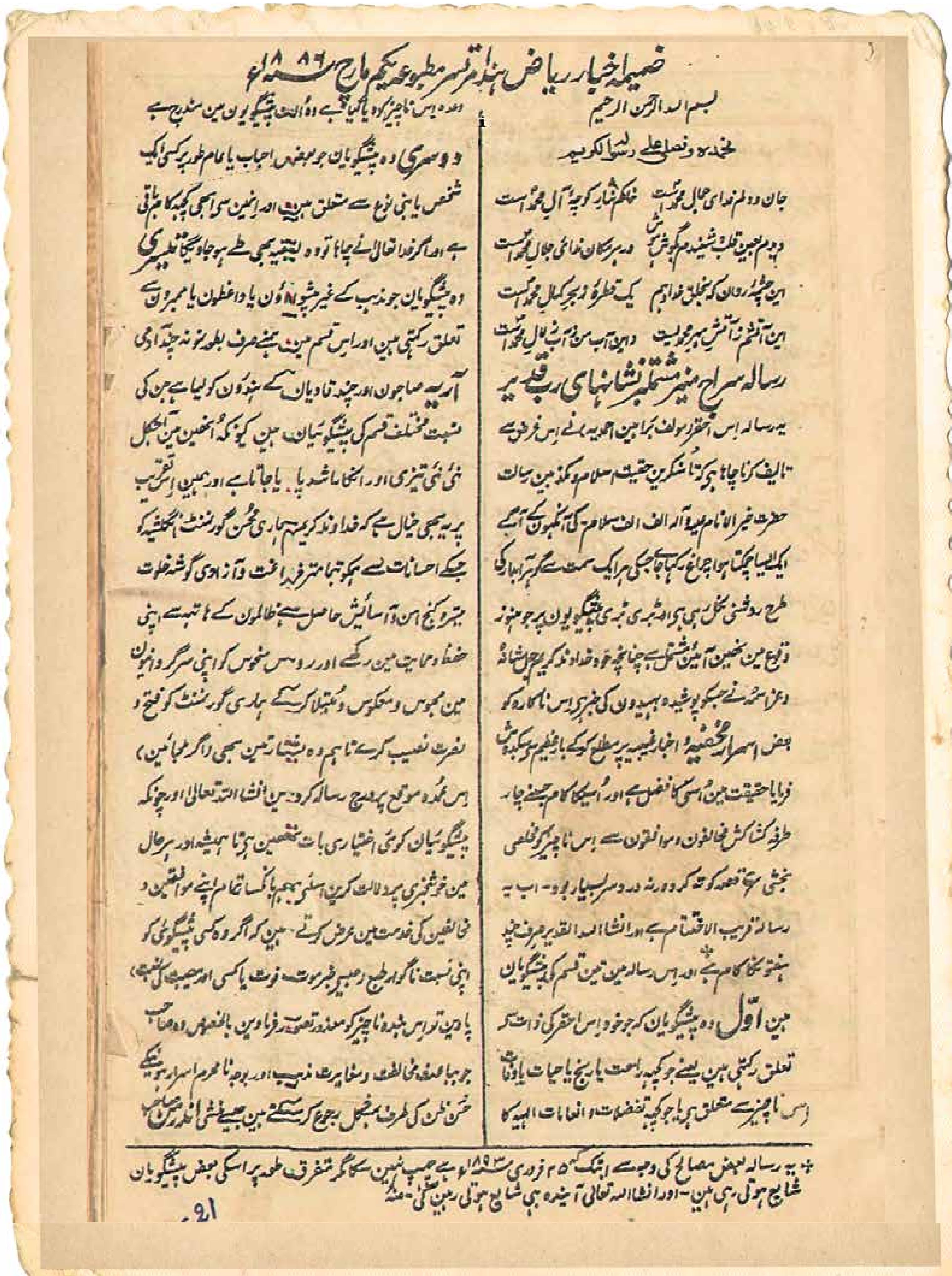
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ اولاد کی تربیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”پہلا دروازہ جو انسان کے اندر گناہ کا کھلتا ہے وہ ماں باپ کے اُن خیالات کا اثر ہے جو اُس کی پیدائش سے پہلے اُن کے دلوں میں موجزن تھے۔ اور اس دروازہ کا بند کرنا پہلے ضروری ہے۔ پس چاہیے کہ اپنی اولادوں پر رحم کر کے لوگ اپنے خیالات کو پاکیزہ بنائیں۔ لیکن اگر ہر وقت پاکیزہ نہ رکھ سکیں تو اسلام کے بتائے ہوئے علاج پر عمل کریں تا اولاد ہی ایک حد تک محفوظ رہے۔ اسلام ورثہ میں ملنے والے گناہ کا یہ علاج بتاتا ہے کہ جب مرد و عورت ہم صحبت ہوں تو یہ دُعا پڑھیں بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّیۡطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیۡطٰنَ مَا رَزَقۡتَنَا۔ اے خدا ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ یہ کوئی ٹونا نہیں۔ جادو نہیں۔ ضروری نہیں کہ عربی کے الفاظ ہی بولے جائیں۔ بلکہ اپنی زبان میں انسان کہہ سکتا ہے کہ الٰہی گناہ ایک بُری چیز ہے اس سے ہمیں بچا اور بچہ کو بھی بچا۔ اُس وقت کا یہ خیال اس کے اور بچہ کے درمیان دیوار ہو جائے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یہ دعا کرنے سے جو بچہ پیدا ہو گا اس میں شیطان کا دخل نہیں ہو گا۔ کئی لوگ حیران ہوں گے کہ ہم نے تو کئی دفعہ دعا پڑھی مگر اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جو بتایا گیا ہے۔ مگر ان کے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو وہ لوگ اس دعا کو صحیح طور پر نہیں پڑھتے صرف ٹونے کے طور پر پڑھتے ہیں۔ دوسرے سب گناہوں کا اِس دُعا سے علاج نہیں ہوتا بلکہ صرف ورثہ کے گناہوں کے لیے ہے۔ ورثہ کے گناہ کے بعد کے گناہ کی آمیزش انسان کے خیالات میں اُس کے بچپن کے زمانہ میں ہوتی ہے۔ اس کا علاج اسلام نے یہ کیا ہے کہ بچہ کی تربیت کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قرار دیا ہے جبکہ بچہ ابھی پیدا ہی ہوا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہو سکتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ جب بچہ رحم میں ہو اُسی وقت سے تربیت کا وقت شروع ہو جانا چاہیے۔ مگر یہ چونکہ ہو نہیں سکتا تھا اس لیے پیدائش کے وقت سے تربیت قرار دی اور وہ اس طرح کہ فرما دیا کہ بچہ جب پیدا ہو اسی وقت اس کے کان میں اذان کہی جائے۔ اذان کے الفاظ ٹونے یا جادو کے طور پر بچہ کے کان میں نہیں ڈالے جاتے۔ بلکہ اس وقت بچہ کے کان میں اذان دینے کا حکم دینے سے ماں باپ کو یہ امر سمجھانا مطلوب ہے کہ بچہ کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔ اذان کے علاوہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بچپن ہی سے ادب سکھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اپنے عزیزوں کو بھی بچپن میں ادب سکھا کر عملی ثبوت دیا ہے حدیثوں میں آتا ہے، امام حسنؓ جب چھوٹے تھے تو ایک دن کھاتے وقت آپؐ نے ان کو فرمایا: کُلۡ بِیَمِیۡنِکَ وَکُلۡ مِمَّا یَلِیۡکَ۔ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ حضرت امام حسنؓ کی عمر اس وقت اڑھائی سال کے قریب ہو گی۔ ہمارے ملک میں اگر بچہ سارے کھانے میں ہاتھ ڈالتا اور سارا منہ بھر لیتا ہے بلکہ اردگرد بیٹھنے والوں کے کپڑے بھی خراب کرتا ہے تو ماں باپ بیٹھے ہنستے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے۔ یا یونہی معمولی سی بات کہہ دیتے ہیں جس سے ان کا مقصد بچہ کو سمجھانا نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایک اور واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ بچپن میں امام حسنؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور مُنہ میں ڈال لی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لیے بوجھ بننا۔ غرض بچپن کی تربیت ہی ہوتی ہے جو انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنۡ مَّوۡلُوۡدٍ اِلَّا یُوۡلَدُ عَلَی الۡفِطۡرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوۡ یُنَصِّرَانِہٖ اَوۡ یُمَجِّسَانِہٖ

(بخاری و مسلم)

کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اُسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اُسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور ان کی باتیں سن کر وہی بنتا ہے جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ مَیں کہتا ہوں اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب تو ہو سکتا ہے کہ جب ......باقی صفحہ 40 پر......

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء کا عکس جس میں پیشگوئی مصلح موعود شائع ہوئی



ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جان و دلم فدای جمال محمد است ۔ خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش ۔ در ہر مکان ندای جلال محمد است

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم ۔ یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

این آتشم ز آتش مہر محمدیست ۔ وین آب من ز آب زلال محمد است

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہای ربِّ قدیر

یہ رسالہ اس احقر مولف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ و آلہ الف الف سلام کو اپنے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ دکھایا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گہرے ابر کی طرح روشنی نکل رہی ہو اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے چنانچہ خود خداوند کریم جل شانہ و عز اسمہ نے جسکو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بالہام خاص مخاطب فرمایا حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسیکا کام جسنے چار طرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی ہے تعصہ کوتہ کرد و ورنہ درد سر بسیار بود۔ اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام ہے☩ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہیں اوّل وہ پیشگوئیاں کہ جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنے جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات و انعامات الہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ الہامی پیشگوئیوں میں مندرج ہے

دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں اور انہیں سے ابھی کچھ کام باقی ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بھی عنقریب طے ہو جاویگا تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذہب کے غیر مشہور ہندوؤں یا واعظوں یا ممبروں سے تعلق رکھتی ہیں اور اس قسم میں ہمنے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ انہیں میں آجکل نئی نئی تیزی اور انکار ناشدنیا پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکے احسانات سے ہمکو تمام تر فراغت و آزادی گوشہ خلوت جیتر کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس و مبتلا کرکے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے تاہم وہ پیشگوئیاں بھی (اگر ملجائیں) اس عمدہ موقع پر درج رسالہ کردیں انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہوتا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں اسلئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع رنجیدہ خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغایرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونیکے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندرمن صاحب

☩ یہ رسالہ بعض مصالح کی وجہ سے ابتک کہ ۵ م فروری ۱۸۹۳ء ہے چھپ نہیں سکا مگر متفرق طور پر اسکی بعض پیشگوئیاں شایع ہوتی رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی شایع ہوتی رہینگی۔ منہ

۲۱

۳

مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ مین بتقیید مدت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا ان صاحبون کی خدمت مین دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہین کہ ہمین فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل مین نہین بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہین اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہین اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے اور سب کے لئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہین لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنج دہ ہو تو ہم اسمین بکلی مجبور و معذور ہین۔ ہان ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دکھنے کا موجب ٹھہرے ہم سخت لعن و طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہرینگے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہین اور عالم الغیب کو گواہ رکھکر کہتے ہین کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے اور ہمین کسی فرد بشر سے عداوت نہین اور گو کوئی بدظنی کی راہ سے کیسی ہی بدگوئی و بدزبانی کی مشق کر رہا ہے اور ناخداترسی سے ہمین آزار دے رہا ہے ہم پھر بھی اسکے حق مین دعا ہی کرتے ہین کہ اے خدائے قادر و توانا اسکو سمجھ بخش اور ہم اسکو اسکے ناپاک خیال اور ناگفتنی باتون مین معذور سمجھتے ہین کیونکہ ہم جانتے ہین کہ ابھی اسکا مادہ ہی ایسا ہے اور ہنوز اسکی سمجھ اور نظر اسیقدر ہے کہ جو حقایق عالیہ تک نہین پہنچ سکتی۔

زاہد ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

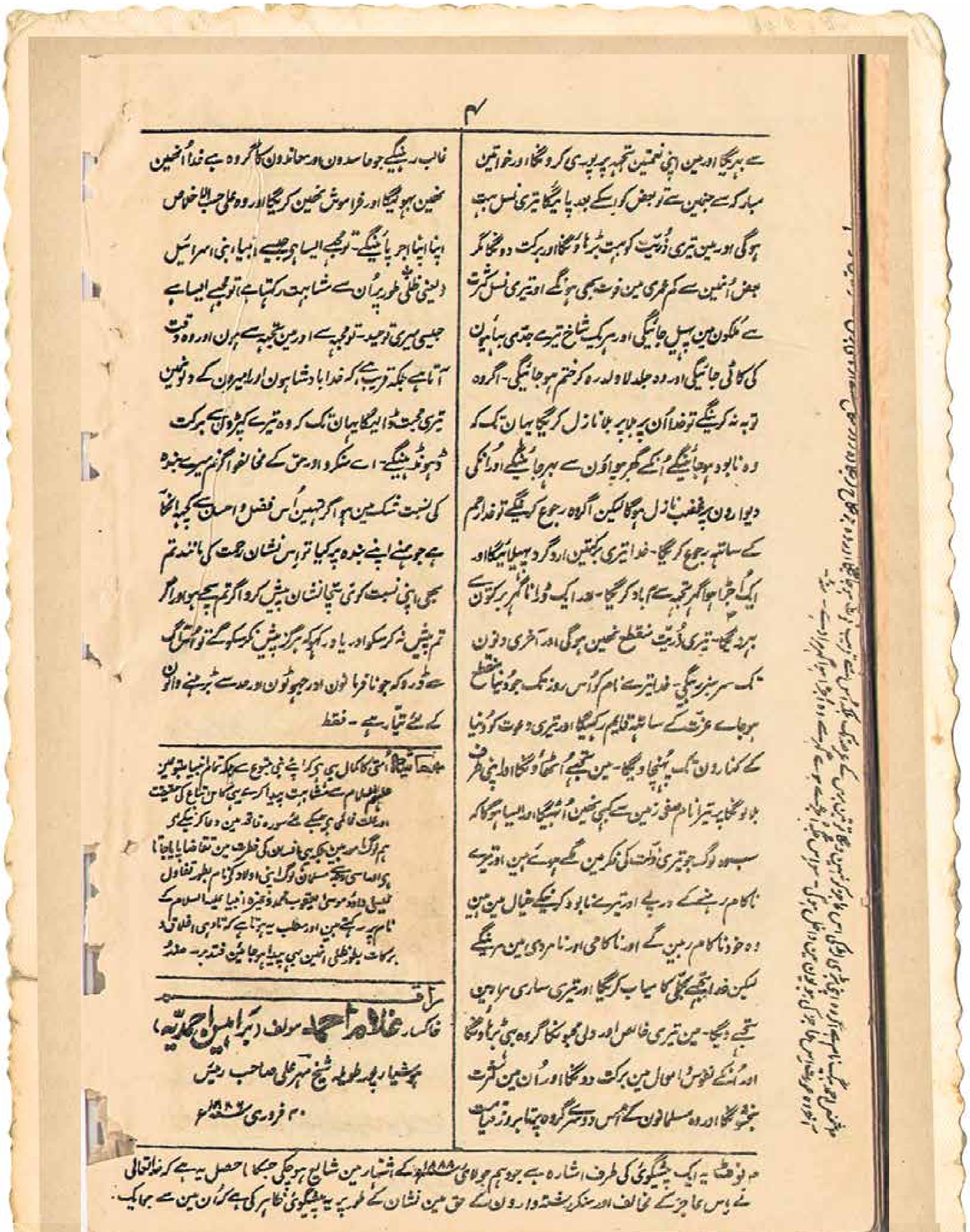
اور باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود مین رکھی ہے اگر کسی کی نسبت کوئی بات ناملایم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جسکو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالہ مین تحریر کرینگے۔ چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدّی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستون کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیون کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہین اور ایک دیسی امیر نووارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبرین جو کسی کے ابتلا اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہین جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائینگی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہین اور ہر ایک کے لئے ہم دعا کرتے ہین کیونکہ ہم جانتے ہین کہ اگر تقدیر معلّق ہو تو دعاؤن سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے اسی لئے رجوع کرنیوالی مصیبتون کے وقت مقبولون کی طرف رجوع کرتے ہین اور شوخیون اور بیراہیون سے باز آجاتے ہین۔ باایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہین کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار مین پہلی دفعہ یہ مضمون شایع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنے دستخطی تحریر سے مجھکو اطلاع دین تا وہ پیشگوئی جسکے ظہور سے وہ ڈرتے ہین اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جاوے اور موجب دلآزاری سمجھکر کسی کو اسپر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اسکے وقت ظہور سے خبر نہ دیجاوے۔

اُن ہر سہ قسم کی پیشگوئیون مین سے جو انشاء اللہ رسالہ مین
بہ بسط تمام درج ہونگی پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق
ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مین جو مطابق پندرہ جمادی الاول
ہے برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر
لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ مین مندرج ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّ و جلّ خدائے
رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ
و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ مین تجھے
ایک رحمت کا نشان دیتا ہون اُسی کے موافق جو تو نے مجھ
سے مانگا سو مین نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤن
کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو
ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا
سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل
اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید
تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو
زندگی کے خواہان ہین موت کے پنجہ سے نجات پاوین اور
وہ جو قبرون مین دبے پڑے ہین باہر آوین اور تا دین اسلام
کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگون پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی
تمام برکتون کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستون
کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھین کہ مین قادر ہون
جو چاہتا ہون کرتا ہون اور تا وہ یقین لاوین کہ مین تیرے ساتھ
ہون اور تا اُنہین جو خدا کے وجود پر ایمان نہین لاتے اور خدا
اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو
انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہین ایک کھلی نشانی ملے اور
مجرمون کی راہ ظاہر ہوجائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور
پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا وہ
لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک
لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُسکا نام **عنموائیل** اور **بشیر** بھی ہے اُسکو
مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے
مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اُسکے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے
کے ساتھ آئیگا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا
وہ دنیا مین آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت
سے بہتون کو بیماریون سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے
کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے
وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و
باطنی سے پُر کیا جائیگا اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا (اسکے
معنے سمجھ مین نہین آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند
دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلاء کأن اللّٰہ
نزل من السماء جسکا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا
موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر
سے ممسوح کیا ہم اسمین اپنی روح ڈالین گے اور خدا کا سایہ
اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیرون کی رستگاری
کا موجب ہوگا اور زمین کے کنارون تک شہرت پائیگا اور قومین
اُس سے برکت پائینگی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا
جائیگا وکان امرًا مقضیًا۔

92 پھر خدائے کریم جلّ شانہٗ نے مجھے بشارت دیکر کہا کہ تیرا گھر برکت

مطبوعہ ریاض ہند قادیان



۴

سے بھر دیگا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا اور خواتین مبارکہ سے جنمیں سے تو بعض کو اسکے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض اُنمیں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے اور تیری نسل کثرت سے مُلکوں میں پھیل جائیگی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائیگی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کرینگے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کریگا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائینگے اُنکے گھر بیواؤں سے بھر جائینگے اور اُنکی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کرینگے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائیگا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کریگا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دیگا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہیگی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھیگا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ میں تجھے اُٹھاؤنگا اور اپنی طرف بلاؤنگا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھیگا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مرینگے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور اُنکے نفوس و اموال میں برکت دونگا اور اُن میں کثرت بخشونگا اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہینگے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا اُنہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کریگا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائینگے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر اُن سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالیگا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو اگر تمہیں اُس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط

حاشیہ انبیاء اُمّتی کا کمال یہی ہے کہ اپنے نبی متبوع سے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے یہی کمال اتباع کی حقیقت اور علامت کاملی ہے جیسے سورہ فاتحہ میں دعا کرنیکے ہم لوگ مدعی ہیں کہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے اسی لئے مسلمان لوگ اپنی اولاد کو نام بطور تفاؤل عیسیٰ و داؤد موسیٰ یعقوب محمد وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظلی اُنمیں بھی پیدا ہو جائیں فتدبر۔ منہ

راقم

خاکسار غلام احمد مولف (براہین احمدیہ)

ہوشیارپور۔ طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

* نوٹ یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو ہم جولائی ۱۸۸۵ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی جسکا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک

بقیہ: تربیت اولاد......از صفحہ نمبر 35

وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سُنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اور آوازیں اس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سنے گا۔ اگر فرشتے اُسے اپنی بات نہیں سُنائیں گے تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کان میں نہ پڑیں گی تو بد پڑیں گی اور وہ بد ہو جائے گا۔ پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں تو جس طرح سگریشن کمپ ہوتا ہے اُس طرح بناؤ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری دور کر دو۔ تا کہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔

تربیت کے طریق

اب میں تربیت کے طریق بتاتا ہوں:

(1) بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلے تربیت اذان ہے۔ جس کے متعلق پہلے بتا چکا ہوں۔

(2) یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کر دیا جائے۔ شاید بعض لوگ یہ کہیں کہ یہ کام تو عورتوں کا ہے۔ یہ صحیح ہے مگر پہلے مردوں میں یہ خیال پیدا ہو گا تو پھر عورتوں میں ہو گا۔ پس مردوں کا کام ہے کہ عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں کہ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئیں گے... اگر بچہ ظاہر میں صاف ہو تو اس کا اثر اس کے باطن پر پڑے گا اور اس کا باطن بھی پاک ہو گا۔ کیونکہ غلاظت کی وجہ سے جو گناہ پیدا ہوتے ہیں اُن سے بچا رہے گا۔ یہ بات طب کی رو سے ثابت ہو گئی ہے کہ بچہ میں پہلے گناہ غلاظت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب بچہ کا اندام نہانی صاف نہ ہو تو بچہ اسے کھجلاتا ہے۔ اس سے وہ مزہ محسوس کرتا اور اس طرح اُسے شہوانی قوت کا احساس ہو جاتا ہے۔ اگر بچہ کو صاف رکھا جائے اور جوں جوں وہ بڑا ہو اُسے بتایا جائے کہ ان مقامات کو صفائی کے لیے دھونا ضروری ہوتا ہے، تو وہ شہوانی بُرائیوں سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ تربیت بھی پہلے دن سے شروع ہونی چاہیے۔

(3) غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہیے۔ اس سے بچہ میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے چوری، لوٹ کھسوٹ وغیرہ بہت سی برائیاں خواہشات کو نہ دبانے کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسے انسان میں جذبات پر قابو رکھنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب بچہ رویا ماں نے اسی وقت دودھ دے دیا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہیے۔ اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وقت پر کھانا دیا جائے۔ اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں (1) پابندی وقت کا احساس (2) خواہش کو دبانا (3) صحت (4) مل کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے بچوں میں خود غرضی اور نفسانیت نہ ہو گی۔ جبکہ وہ سب کے سب ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے۔ (5) اسراف کی عادت نہ ہو گی۔ جو بچہ ہر وقت کھانے کی چیزیں لیتا رہتا ہے وہ ان میں سے کچھ ضائع کرے گا، کچھ کھائے گا لیکن اگر مقررہ وقت میں مقررہ مقدار میں اسے کھانے کی چیز دی جائے گی تو وہ اس میں سے کچھ ضائع نہیں کرے گا۔ پس اس طرح بچہ میں تھوڑی چیز استعمال کرنے اور اسی سے خواہش کے پورا کرنے کی عادت ہو گی۔ (6) لالچ کا مقابلہ کرنے کی عادت ہو گی مثلاً بازار میں چلتے ہوئے بچہ ایک چیز دیکھ کر کہتا ہے۔ یہ لینی ہے۔ اگر اُس وقت اُسے نہ لے کر دی جائے تو وہ اپنی خواہش کو دبا لے گا۔ اور پھر بڑا ہونے پر کئی دفعہ دل میں پیدا شدہ لالچ کا مقابلہ کرنے کی اس کو عادت ہو جائے گی۔ اسی طرح گھر میں چیز پڑی ہو اور بچہ مانگے تو کہہ دینا چاہیے کہ کھانے کے وقت پر ملے گی۔ اس سے بھی اس میں یہ قوت پیدا ہو جائے گی کہ نفس کو دبا سکے گا...۔

(4) بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ اس کی صحت کے لیے بھی مفید ہے لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء میں وقت کی پابندی کی حِسّ پیدا ہو جاتی ہے۔ وقت مقررہ پر پاخانہ پھرنے سے انتڑیوں کو عادت ہو جاتی ہے اور پھر مقررہ وقت پر ہی پاخانہ آتا ہے... تو بچہ کے لیے یہ بہت ضروری بات ہے۔ وقت پر کام کرنے والے بچے میں نماز، روزہ کی پختہ عادت پیدا ہو جاتی ہے اور قومی کاموں کو پیچھے ڈالنے کی عادت نہیں پیدا ہوتی۔ علاوہ ازیں بے جا جوش دب جاتے ہیں۔ کیونکہ بے جا جوش کا ایک بڑا سبب بے وقت کام کرنے کی عادت ہوتی ہے خصوصاً بے وقت کھانا کھانا مثلاً بچہ کھیل کود میں مشغول ہوا۔ وقت پر ماں نے کھانا کھانے کے لیے بلایا مگر نہ آیا۔ پھر جب آیا تو ماں نے کہا ٹھہرو کھانا گرم کر دوں۔ کیونکہ اسے اُس وقت بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے اس لیے وہ روتا چلاتا اور بے جا جوش ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ اُسی وقت کھانے کے لیے آتا ہے جب اس سے بھوک دبائی نہیں جاتی۔ اور اس لیے نہایت شور کرتا ہے۔

(5) اسی طرح غذا اندازہ کے مطابق دی جائے۔ اس سے قناعت پیدا ہوتی اور حرص دور ہوتی ہے۔

(6) قِسم قِسم کی خوراک دی جائے، گوشت، ترکاریاں اور پھل دیے جائیں کیونکہ غذاؤں سے بھی مختلف اقسام کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ پس مختلف اخلاق کے لیے مختلف غذاؤں کا دیا جانا ضروری ہے۔ ہاں بچپن میں گوشت کم اور ترکاریاں زیادہ ہونی چاہئیں۔ کیونکہ گوشت ہیجان پیدا کرتا ہے اور بچپن کے زمانہ میں ہیجان کم ہونا چاہیے۔

(7) جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہیے مثلاً یہ کہ فلاں برتن اُٹھا لاؤ۔ یہ چیز وہاں رکھ آؤ۔ یہ چیز فلاں کو دے آؤ۔ اِسی قسم کے اور کام کرانے چاہئیں ہاں ایک وقت تک اسے اپنے طور پر کھیلنے کی بھی اجازت دینی چاہیے۔

(8) بچہ کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے مثلاً چیز سامنے ہو اور اُسے کہا جائے ابھی نہیں ملے گی۔ فلاں وقت ملے گی۔ یہ نہیں کہ چھپا دی جائے۔ کیونکہ اس نمونہ کو دیکھ کر وہ بھی اسی طرح کرے گا۔ اور اس میں چوری کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

(9) بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی برائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں۔ اس سے اس میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(10) ماں باپ کو چاہیے کہ ایثار سے کام لیں مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اُس نے نہیں کھائی تو وہ بھی نہ کھائیں اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اُس سے کہیں کہ تم نے نہیں کھائی اس لیے ہم بھی نہیں کھاتے۔ اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہو گی۔

(11) بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ بزدلی، خود غرضی، چڑچڑاہٹ جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی بُرائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو بلا بلا کر پاس بٹھاتے ہیں۔ لیکن کئی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی اُن کے پاس سے گزرے تو کہہ اُٹھتے ہیں۔ ارے دیکھتا نہیں، اندھا ہو گیا ہے۔ یہ خرابی لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ بیماری میں بیمار کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے آرام پانا اپنا حق سمجھ لیتا ہے اور ہر وقت آرام چاہتا ہے۔

(12) بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سنانی چاہئیں۔ اِس سے اُن میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے انسان بڑے ہو کر بہادری کے کام نہیں کر سکتے۔ اگر بچہ میں بُزدلی پیدا ہو جائے تو اُسے بہادری کی کہانیاں سُنانی چاہئیں۔ اور بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہیے۔

(13) بچہ کو اپنے دوست خود نہ چننے دیے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔ اس میں ماں باپ کو بھی یہ فائدہ ہو گا کہ وہ دیکھیں گے کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔ دوسرے ایک دوسرے سے تعاون شروع ہو جائے گا کیونکہ جب خود ماں باپ بچہ سے کہیں گے کہ فلاں بچوں سے کھیلا کرو تو اس طرح ان بچوں کے اخلاق کی نگرانی بھی کریں گے۔

(14) بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیے جائیں تا کہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔ ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک باپ کے دو بیٹے تھے۔ اس نے دونوں کو بُلا کر اُن میں سے ایک کو سیب دیا اور کہا کہ بانٹ کر کھا لو۔ جب وہ سیب لے کر چلنے لگا تو باپ نے کہا جانتے ہو کس طرح بانٹنا ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ باپ نے کہا۔ جو بانٹے وہ تھوڑا لے اور دوسرے کو زیادہ دے۔ یہ سُن کر لڑکے نے کہا پھر دوسرے کو دیں کہ وہ بانٹے۔ معلوم ہوتا ہے اُس لڑکے میں پہلے ہی بری عادت پڑ چکی تھی لیکن ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس امر کو سمجھتا تھا کہ اگر ذمہ داری مجھ پر پڑی تو مجھے دوسرے کو اپنے پر مقدم کرنا پڑے گا۔ اس عادت کے لیے بعض کھیلیں نہایت مفید ہیں جیسے کہ فٹ بال وغیرہ۔ مگر کھیل میں بھی دیکھنا چاہیے کہ کوئی بُری عادت نہ پڑے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچے کی تائید کرتے ہیں اور دوسروں کے بچہ کو اپنے بچہ کی بات ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس طرح بچہ کو اپنی بات منوانے کی ضد پڑ جاتی ہے۔

(15) بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہیے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نکتہ فرمایا ہے کہ بچہ کو گالیاں نہ دو کیونکہ گالیاں دینے پر فرشتے کہتے ہیں ایسا ہی ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ فرشتے اعمال کے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ جب بچہ کو کہا جاتا ہے تو بد ہے تو وہ اپنے ذہن میں یہ نقشہ جما لیتا ہے کہ مَیں بد ہوں اور پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ پس بچہ کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں بلکہ اچھے اخلاق سکھانے چاہئیں اور بچہ کی تعریف کرنی چاہیے۔ آج صبح میری لڑکی پیسہ مانگنے آئی۔ جب مَیں نے پیسہ دیا تو بایاں ہاتھ کیا۔ مَیں نے کہا یہ تو ٹھیک نہیں۔ کہنے لگی ہاں غلطی ہے پھر نہیں کروں گی۔ اسے غلطی کا احساس کرانے سے فوراً احساس ہو گیا۔

(16) بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونی چاہیے۔ اگر بچہ کسی بات پر ضد کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ کسی اور کام میں اُسے لگا دیا جائے اور ضد کی وجہ معلوم کر کے اُسے دور کیا جائے۔

(17) بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہیے۔ بچہ نقّال ہوتا ہے۔ اگر تم اُسے تو کہہ کر مخاطب کرو گے۔ تو وہ بھی تو کہے گا۔

(18) بچہ کے سامنے جھوٹ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لے گا۔ عام طور پر ماں باپ بچہ کو جھوٹ بولنا سکھاتے ہیں۔ ماں نے بچہ کے سامنے کوئی کام کیا ہوتا ہے مگر جب باپ پوچھتا ہے تو کہہ دیتی ہے میں نے نہیں کیا۔ اس سے بچہ میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کی غیر موجودگی میں ماں باپ یہ کام کریں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو ہر وقت اِن عیبوں سے نہیں بچ سکتے وہ کم سے کم بچوں کے سامنے ایسے فعل نہ کریں۔ تا مرض آگے نسل کو بھی مبتلا نہ کرے۔

(19) بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔ نشوں سے بچہ کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اس وجہ سے جھوٹ کی بھی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اور نشہ پینے والا اندھا دھند تقلید کا عادی ہو جاتا ہے۔ ایک شخص حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ دار تھا وہ ایک دفعہ ایک لڑکے کو لے کر آیا اور کہتا تھا اِسے بھی میں اپنے جیسا بنا لوں گا۔ وہ نشہ وغیرہ پیتا اور مذہب سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے کہا تم تو خراب ہو چکے ہو اِسے کیوں خراب کرتے ہو۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ ایک موقع پر آپؓ نے اُس لڑکے کو اپنے پاس بلایا اور اسے سمجھایا کہ تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔ اس کے ساتھ پھرتے ہو۔ کوئی کام سیکھو۔ آپؓ کے سمجھانے سے وہ لڑکا اُسے چھوڑ کر چلا گیا مگر کچھ مدّت کے بعد وہ ایک اور لڑکا لے آیا۔ اور آ کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا۔ اَب اِسے خراب کرو تو جانوں۔ اُس کے نزدیک یہی خراب کرنا تھا کہ اُس کے قبضہ سے نکال دیا جائے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہتیرا اُس لڑکے کو سمجھایا اور کہا کہ مجھ سے روپیہ لے لو اور کوئی کام کرو۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ آخر آپؓ نے اُس شخص سے پوچھا اِسے تم نے کیا کہا ہے تو وہ کہنے لگا۔ اس کو میں نشہ پلاتا ہوں اور اس وجہ سے اس میں ہمت ہی نہیں رہی کہ میری تقلید کو چھوڑ سکے۔ غرض نشہ سے اقدام کی قوت ماری جاتی ہے۔ جھوٹ سب سے خطرناک مرض ہے کیونکہ اس کے پیدا ہونے کے ذرائع نہایت باریک ہیں اُس مرض سے بچہ کو خاص طور پر بچانا چاہیے۔ بعض ایسے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ مرض آپ ہی آپ بچہ میں پیدا ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہ بچے کا دماغ نہایت بلند پرواز واقع ہوا ہے وہ جو بات سنتا ہے آپ ہی اس کی ایک حقیقت بنا لیتا ہے۔ ہماری ہمشیرہ بچپن میں روز ایک لمبی خواب سُنایا کرتی تھیں۔ ہم حیران ہوتے کہ روز اِسے کس طرح خواب آ جاتی ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ سونے کے وقت جو خیال کرتی تھیں وہ اُسے خواب سمجھ لیتی تھیں۔ تو بچہ جو کچھ سوچتا ہے اُسے واقعہ خیال کرنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اُسے جھوٹ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اِس لیے بچہ کو سمجھاتے رہنا چاہیے کہ خیال اور چیز ہے اور واقعہ اور چیز ہے۔ اگر خیال کی حقیقت بچہ کے اچھی طرح ذہن نشین کر دی جائے تو بچہ جھوٹ سے بچ سکتا ہے۔

(20) بچوں کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہیے۔

(21) ننگا ہونے سے روکنا چاہیے۔

(22) بچوں کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اس کے طریق یہ ہیں:

(1) اُن کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے (2) اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اس سے اِس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو یہ محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہو گیا ہے جس

کی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے ہمدردی کر رہے ہیں اور اُسے سمجھانا چاہیے کہ دیکھو اس غلطی سے یہ نقصان ہو گیا ہے۔(3) آئندہ غلطی سے بچانے کے لیے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔مثلاً بچہ سے جو نقصان ہوا ہو وہ اس کے سامنے اس کی قیمت وغیرہ ادا کرے اِس سے بچہ میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ نقصان کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ کفارہ نہایت گندا عقیدہ ہے مگر میرے نزدیک بچہ کی اِس طرح تربیت کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔(4) بچہ کو سرزنش الگ لے جا کر کرنی چاہیے۔

(23) بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہیے۔اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہے:

(1)صدقہ دینے کی عادت۔(2) کفایت شعاری۔ (3)رشتہ داروں کی امداد کرنا مثلاً بچہ کے پاس تین پیسے ہوں تو اُسے کہا جائے ایک پیسہ کی کوئی چیز لاؤ اور دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر کھاؤ۔ایک پیسہ کا کوئی کھلونا خرید لو۔اور ایک پیسہ صدقہ میں دے دو۔

(24)اِسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے۔یہ تم سب بچوں کا ہے۔سب اس کے ساتھ کھیلو۔اور کوئی خراب نہ کرے۔اِس طرح قومی مال کی حفاظت پیدا ہوتی ہے۔

(25) بچہ کو آداب و قواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہیے۔

(26) بچہ کی ورزش کا بھی اور اُسے جفاکش بنانے کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔کیونکہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاحِ نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔اخلاق اور روحانیت کی جو تعریف میں اوپر بیان کر چکا ہوں اس کے مطابق وہی بچہ تربیت یافتہ کہلائے گا جس میں مندرجہ ذیل باتیں ہوں:

(1)ذاتی طور پر بااخلاق ہو اور اس میں روحانیت ہو۔ (2)دوسروں کو ایسا بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔(3) قانون سلسلہ کے مطابق چلنے کی قابلیت رکھتا ہو۔(4) اللہ تعالیٰ سے خاص محبت رکھتا ہو جو سب محبتوں پر غالب ہو۔

پہلے امر کا معیار یہ ہے کہ (1) جب بچہ بڑا ہو تو امورِ شرعیہ کی لفظاً و عملاً و عقیدۃً پابندی کرے۔(2) اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تا آئندہ فتنہ میں نہ پڑے (3) اس کا اپنی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھنا اور جان بچانے کی قابلیت رکھنا۔(4) اپنے اموال وجائیداد بچانے کی قابلیت کا ہونا اور اس کے لیے کوشش کرنا۔

دوسرے امر کا معیار یہ ہے:(1) اخلاق کا اچھا نمونہ پیش کرے۔(2) دوسروں کی تربیت اور تبلیغ میں حصہ لے۔(3) اپنے ذرائع کو ضائع ہونے نہ دے بلکہ انہیں اچھی طرح استعمال کرے جس سے جماعت و دین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

تیسرے امر یعنی قانونِ سلسلہ کے مطابق چلنے کی طاقت رکھنے کا یہ معیار ہے:

(1) اپنی صحت کا خیال رکھنے والا ہو۔(2) جماعتی اموال اور حقوق کا محافظ ہو۔(3) کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔(4) قومی جزا اور سزا کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو۔چوتھے امر کا معیار یہ ہے:

(1) کلام الٰہی کا شوق اور ادب ہو۔(2) خدا تعالیٰ کا نام اُسے ہر حالت میں مؤدّب اور ساکن بنا دے۔(3) دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بکلی الگ ہو۔(4) خدا کی محبت کی علامات اس کے وجود میں پائی جائیں۔

(منہاج الطّالبین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 199 تا208)

دین بچپن میں سکھانا چاہیے

’’اس طرح ایک اور خرابی یہ ہے کہ اور تو ساری باتیں بچپن میں سکھانے کی خواہش کی جاتی ہے مگر دین کے متعلق کہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر سیکھ لے گا ابھی کیا ضرورت ہے۔بچہ نے ابھی ہوش نہیں سنبھالی ہوتی اور ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ ابھی اسے پڑھنے نہ بھیجو مگر ماں باپ اُسے سکول بھیج دیتے ہیں اور گو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ آوارہ پھرتا ہے اس لیے سکول میں بیٹھا رہے گا مگر اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ سال جو اُس کے ہوش میں آنے کے ہیں اُن میں بھی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی لے۔مگر نماز کے لیے جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ جاتا ہے تب بھی یہی کہتے ہیں ابھی بچہ ہے بڑا ہو کر سیکھ لے گا۔اگر یہ کہا جائے کہ بچے کو نماز کے لیے جگاؤ تو کہتے ہیں نہ جگاؤ نیند خراب ہو گی لیکن اگر صبح امتحان کے لیے انسپکٹر نے آنا ہو تو ساری رات جگائے رکھیں گے۔تو بچّے کو بچپن میں ہی دین سکھانا چاہیے جو بچپن میں نہیں سکھاتے اُن کے بچے بڑے ہو کر بھی نہیں سیکھتے۔جس طرح بڑی عمر میں جو شخص علم سیکھنا شروع کرتا ہے وہ کبھی اعلیٰ ترقی نہیں کر سکتا اسی طرح بڑی عمر میں دین بھی نہیں سیکھا جا سکتا۔مگر مصیبت یہ ہے کہ دُنیا کے کاموں میں جو عمر بلوغت کی سمجھی جاتی ہے دین کے متعلق نہیں سمجھی جاتی۔18۔18 سال تک کے لڑکے کے متعلق کہتے ہیں ابھی بچہ ہے دین کی پابندی کرانے کے لیے سختی کی ضرورت نہیں حالانکہ چھوٹا سا بچہ جو چند سال کا ہوتا ہے اگر قلم اُٹھا کر کہیں پھینک دیتا ہے تو اسے دھمکایا جاتا ہے اگر کسی کتاب کو پھاڑ دیتا ہے تو ڈانٹا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر ابھی اُسے نہ سمجھایا گیا تو اُسے چیزیں خراب کرنے کی عادت پڑ جائے گی لیکن اگر خدا کے دین کو خراب کرے تو کچھ نہیں کہا جاتا۔اور دین اس وقت سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے جب لڑکا سمجھتا ہے کہ اب تو میں اُستاد ہوں اور میں دوسروں کو سکھا سکتا ہوں اور اس وجہ سے کچھ نہیں سیکھ سکتا۔پس جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں گے کہ دین سیکھنے کا زمانہ بچپن ہے اور جب تک یہ نہ سمجھیں گے کہ ہمارا اثر بچپن میں ہی بچوں پر پڑ سکتا ہے تب تک بچے دین دار نہیں بن سکیں گے۔‘‘

(الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 6 تا7)

بچوں کی تربیت میں عورتوں کا حصہ

’’اور پھر جب تک عورتیں بھی مردوں کی ہم خیال نہ بن جائیں گی بچے دیندار نہیں ہو سکیں گے کیونکہ مرد ہر وقت بچوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔بچے اکثر ماؤں کے ہی پاس رہتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ دیندار مائیں بھی بچوں کو دین سکھانے میں سستی کر جاتی ہیں۔نماز کا وقت ہو جائے اور بچہ سو رہا ہو تو کہتی ہیں ابھی اور سو لے۔پس جب تک ماؤں کے ذہن نشین نہ کریں کہ بچوں کی دینی تربیت بچپن میں ہی کی جا سکتی ہے اُس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی...بچوں کی دینی تربیت بچپن میں ہی کرو اور بچپن میں ہی اُن کو دین سکھاؤ تا کہ وہ حقیقی دیندار بنیں۔‘‘

(الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 7)

بچے کی آواز بلند ہونی چاہیے

’’مجھے نیچی آواز سے سخت چڑ ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔میرے نزدیک بچہ کا یہ پیدائشی حق ہے کہ ماں باپ اس کی آواز اونچی بنائیں تا کہ بچہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی آواز سنا سکے۔جس بچہ کی آواز طوطی کی سی ہو گی وہ دنیا کے نقار خانہ میں اپنی آواز نہیں سنا سکے گا۔دیکھو کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کی آواز عمدہ اور اچھی نہ ہو۔اور یہ نہایت ضروری ہے کہ انسان کی آواز بلند ہو۔‘‘ (الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 8)

بچوں میں دلیری اور جرأت پیدا کرو

’’دوسری بات یہ ہے کہ اخلاق کے متعلق جو بات مدِنظر رکھنی چاہیے اور جو اعلیٰ خُلق ہے اور دوسرے اخلاق پر حاوی ہے وہ دلیری اور جرأت ہے۔کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بچوں کو بہادر اور دلیر بنایا جائے ماسٹر صاحب نے مثال بیان کی ہے کہ ڈھاب میں نہانے سے جب بچوں کو روکا جاتا تو اُن کے والد مخالفت کرتے اور کہتے یہ تیرنا جانتے ہیں یہ نہیں ڈوبیں گے مگر وہ دوسروں کو تو ڈبوتے جو تیرنا نہیں جانتے۔میرے نزدیک اگر بچے بے احتیاطی سے ڈوبتے ہیں تو ان کو بچانا چاہیے لیکن اگر تیرنا سیکھتے ہوئے باوجود ممکن احتیاط کے ڈوبتے ہیں تو کیا حرج ہے؟ انگریزوں میں تیرنے کے مقابلے ہوتے ہیں۔کشتیاں دوڑنے کے مقابلہ کرتی ہیں اور بعض اوقات ٹوٹتی اور ڈوبتی ہیں۔جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں لیکن یہ نہیں کہ آئندہ کے لیے مقابلہ چھوڑ دیں۔پھر جاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔‘‘

(الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 9)

کھیل میں اخلاق سکھانا

’’پس بچوں کے لیے کھیلنا کودنا بہت ضروری ہے۔ہاں کھیل میں اخلاق سکھانا چاہئیں مثلاً یہی کہ کہا جائے اگر کوئی گالی دے تو اس کو گالی نہ دی جائے۔اور پھر گروپ کے لڑکوں کے متعلق رپورٹ منگوائی جائے کہ کون سے لڑکے ہیں جنہوں نے گالی کا جواب گالی سے دیا۔اگر کوئی ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اسی طرح یہ کہ ہر ایک غریب اور مسکین کو مدد دیں اور اس قسم کے واقعات آ کر سنائیں کہ اسی طرح کے لڑکے کو مدد کرنے کا موقع ملا ہے مگر اس نے مدد نہیں کی مثلاً کوئی چھوٹا بچہ ہے۔ادھر گائے آئی ہے لڑکا پاس کھڑا تھا اسے چاہیے تھا کہ چھوٹے بچے کو پرے ہٹا لیتا مگر اس نے نہ ہٹایا تو اس کی باز پُرس کی جائے یا مثلاً کوئی برقع پوش عورت تھی جس پر جانور حملہ کرنے لگا تھا اور لڑکا پاس کھڑا تھا مگر اسے بچانے کی کوشش کرنے کی بجائے ہنس رہا تھا تو اس کو بھی تنبیہ کی جائے ایسے واقعات پر سرزنش کی جائے اور آئندہ کے لیے عہد لیا جائے کہ ایسا نہ کریں گے اس طرح عملی طریق سے بچے اخلاق سیکھ سکتے ہیں۔ان کی مثال طوطے کی سی ہوتی ہے جو کہتا ہے میاں مٹھو چوری کھانی ہے مگر نہ یہ جانتا ہے کہ میاں مٹھو کیا ہے اور نہ اسے یہ خبر ہوتی ہے کہ چُوری کیا ہے۔‘‘

(الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 9 تا10)

عملی طریق سے اخلاق سکھانا

’’بچوں کو اگر یوں کہا جائے کہ حاجت مند کی مدد کیا کرو تو کہیں گے ہاں کریں گے مگر انہیں یہ نہیں معلوم ہو گا کہ کیا کرنا ہے لیکن جب عملی طور پر انہیں سکھایا جائے گا اور ہوشیار لڑکے امداد دینے کے واقعات سنائیں گے تو دوسروں کو پتہ لگے گا کہ اس طرح مدد کرنی چاہیے۔سکاؤٹ بوائے کو اسی طرح سکھایا جاتا ہے کہ پھونس کے گھر بنا کر اور ان میں ضروری اشیاء رکھ کر آگ لگاتے ہیں اور پھر آگ کو بجھانا اور چیزوں کو بچانا سکھایا جاتا ہے۔تو سبقاً سبقاً بچوں کو یہ باتیں سکھانی چاہئیں اور گروپ میں ہی سکھائی جا سکتی ہیں۔الگ الگ ایسا انتظام نہیں ہو سکتا۔اسی طرح ڈوبتے کو بچانا سکھانے کے لیے بھی گروپ ضروری ہے اور بچوں کو مشق کرانی چاہیے۔اس میں دوسرے لوگ بھی اگر دلچسپی لیں تو زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔مگر ہمارے ملک کے اخلاق ایسے ہیں کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی کھیل میں شامل ہو تو حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو جاتے تھے۔ماں باپ کو بھی چاہیے کہ بچوں کے اس قسم کے کاموں میں کبھی کبھی شامل ہو جایا کریں۔پھر غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنا سکھانا چاہیے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ جیبیں بھری ہوں بلکہ یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی عورت تکلیف میں ہے، اندھی ہے اور بچہ اُس کے ساتھ ہے جسے وہ اُٹھا نہیں سکتی تو لڑکا اٹھا لے۔اگر کوئی گِر جاتا ہے تو اسے اٹھائے۔اسی قسم کے اور بیسیوں کام ہیں۔‘‘

(الفضل 10/ جولائی 1923ء صفحہ 10)

ماں باپ بچوں سے ناجائز محبت نہ کریں

’’سب سے پہلی اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ ماں باپ بچوں سے ناجائز محبت نہ کریں۔اگر کوئی ان کے بچے کے متعلق شکایت کرے تو اس کی اصلاح کی تجویز کریں۔اگر بچہ جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کوئی اور بدی اس میں ہے تو اسے سرزنش کریں لیکن ایسی بھی سختی نہ ہو کہ بچہ اُن سے چُھپ کر بدی کرنے لگے۔بعض لوگ اتنی سختی کرتے ہیں کہ بچہ پھر یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے عیب کا ماں باپ یا کسی اور کو پتہ نہ لگے۔اس طرح وہ پوشیدہ عیب کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور ایسے بچوں کے عیوب کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے اس لیے ہمیشہ اس بات کی بھی نگرانی کرنی چاہیے کہ بچہ چُھپ کر عیب نہ کرے تا اُس کے عیوب کا پتہ لگتا رہے اور اس طرح بڑی آسانی سے اُس کی اصلاح ہو سکتی ہے‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ مئی 1925ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 9 صفحہ 153 تا154)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’سب سے پہلی بات جو بچے کی تربیت کے واسطے ماں باپ کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے ذہن میں کسی بدی کی نسبت یہ خیال نہ پیدا ہونے دیں کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں تا وہ اس بدی کو حقیر نہ سمجھنے لگ جائے۔بہت سے ماں باپ ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ بدی کا اثر اُن کے بچوں پر نہ ہو لیکن وہ اپنا نمونہ ایسا اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بچوں کی نگاہ میں وہ بدی حقیر ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بدی کا خیال اُن کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔مثلاً عام طور پر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ بچہ جھوٹ نہ بولے لیکن خود اس کے سامنے جھوٹ بول لیتے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ جون 1925ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 9 صفحہ 157)

مائیں اپنے بچوں کو بااخلاق بنائیں

’’بعض لوگ بچوں کو چڑاتے ہیں اور ان کے سامنے ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماروں۔میں نے دیکھا ہے کہ ایک دو دفعہ کے بعد بچہ وُہی شکل بنا کر اُسی طرح ہاتھ اُٹھا کے کہنے لگ جاتا ہے ماروں۔بعض احمق بچوں کو پیار سے گالیاں دیتے ہیں بچے آگے سے اُسی طرح گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر اور تیوری چڑھا کر بات کرتی ہیں تو اُن کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔اس کے برخلاف جو عورتیں ہنس مکھ ہوں۔بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں اُن کی اولاد بھی ویسی ہی ہنس مکھ ہوتی ہے۔ماؤں کو چاہیے کہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کو نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل و خوار نہ ہوں ہمیشہ کے لیے اُن کے اخلاق درست ہو جائیں۔‘‘ (الفضل 3/ ستمبر 1913 صفحہ 11)

خود نیک بنو تا تمہارے بچے بھی نیک بنیں

’’بے دین اور دین سے متنفر وہی بچہ ہوگا (الا ماشاء اللہ) جس کے والدین اس کے سامنے دین کا استخفاف کرتے ہوں۔ ماں اگر نماز نہیں پڑھتی، نماز کے اوقات کا احترام ملحوظ نہیں رکھتی تو ضرور ہے کہ بیٹا بھی بڑا ہو کر ایسا ہی کرے۔ جس بچے کے ماں باپ نمازی ہوں میں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ باوجود کچھ نہ سمجھنے کے اسی طرح نماز کے وقت پر نماز کی رکعتیں پڑھتے ہیں۔ یہ عادت ایسی مبارک ہے کہ جوانی میں آخر کام آتی ہے۔ اور یہ ابتدائی بیج اپنے اندر ایسے خوش گوار ثمرات رکھتا ہے کہ بڑی عمر میں ڈھیروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی چیز آئے تو ماں بچے کو سکھائے کہ یہ اللہ میاں نے بھجوائی ہے جو ہمیں رزق دیتا ہے، ہماری حاجتیں پوری کرتا ہے، ہماری دعاؤں کو سنتا ہے، ہمیں چاہیے کہ اس کا شکر ادا کریں۔ بچہ کھانے پینے بیٹھے ماں باتوں ہی باتوں میں اُسے سمجھا سکتی ہے کہ یہ کھانا کتنی محنت اور کس قدر تبدیلیوں کے بعد تیرے سامنے آیا ہے حالانکہ تجھے کچھ بھی محنت کرنی نہیں پڑی یہ سب اُس پاک مولیٰ کا احسان ہے جس نے اوّل ان چیزوں کو پیدا کیا پھر ایسے اسباب مُہیا کیے کہ وہ تیرے لیے تیار ہو اور اب وہی پاک ذات ہے جو تیرے لیے اسے نافع بنائے۔ اسی طرح مائیں اگر چاہیں تو بچوں کو سوتے وقت تارے چاند اور آسمان، دن کو دوسرے نظارہ ہائے قدرت کی طرف متوجہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلا سکتی ہیں۔

میں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہیں۔ وہ انہیں لغو، مخرب اخلاق اور بے سروپا کہانیاں سنانے کی بجائے نتیجہ خیز، مفید اور دیندار بنانے والے قصے سنائیں۔ اُن کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بدخُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ بچہ اگر نادانی سے کوئی بات خلاف مذہب اسلام کہتا ہے یا کرتا ہے اسے فوراً روکا جائے اور ہر وقت اس بات کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے قلب میں جاگزیں ہو۔‘‘

(الفضل 10/ستمبر 1913ء صفحہ 11)

اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو

’’اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو، اُن کو آزاد نہ ہونے دو کہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں، اُن کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو اور ہر وقت نگرانی رکھو، اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پروانہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اِسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔ ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اُسے کیا معلوم ہے کہ میرا بچہ کِن کِن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں سے اُس نے اپنے اندر کیا بُرے نقش لیے جو اُس کی آئندہ زندگی کے لیے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔‘‘

(الفضل 10/ستمبر 1913ء صفحہ 11)

’’الغرض ماؤں کی ذمہ داری اس قدر اہم ہے کہ اگر مخلص مرد چاہیں کہ وہ اولادوں کی تربیت کریں تو اُن میں ایسا کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ بچوں کی تربیت کرنے کی طاقت اور ملکہ عورت میں ہی ہے اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم اپنی اس اہم ذمہ داری کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کرو بلکہ پوری توجہ سے اس فریضہ کو ادا کرو۔ تم میں سے کتنی ہیں جو یہ چاہتی ہیں کہ تمہارا بچہ خوبصورت ہو، تندرست ہو، اگر وہ بدصورت ہوتا ہے یا کالا ہوتا ہے تو تم سارے جہاں کے پوڈر لگا لگا کر اُس کو خوبصورت بنا کر دیکھنے کی کوشش کرتی ہو۔ لیکن اگر تم اُس کو انسانوں والی شکل دے بھی دو مگر اُس کی روح انسانوں والی نہ ہو تو کیا تم اس کو دیکھ کر خوش ہو گی؟ اگر تم اپنے بچوں کی روح کی خوبصورتی کی پروا نہ کرو گی تو تم اُس کی سخت ترین دشمن ثابت ہو گی کیونکہ تم نے ظاہری زیبائش اور آرائش میں کوئی کمی نہ کی مگر اُس کے اندر شیطان پیدا ہو گیا پس اگر آج کی عورتیں اپنے بچوں کی تربیت کا خیال چھوڑ دیں گی تو آئندہ نسل انسان نہیں بلکہ سانپ اور بچھو پیدا ہوں گے۔ تو پھر کیا تم اُس وقت جب سانپ اور بچھو انسانوں کی شکل میں آجائیں اُن کو دیکھ کر خوش ہو گی؟ اگر تمہارے ہی بچے تمہاری تربیت کے نتیجہ میں کسی دن نیک ہوں گے تو تمہارے لیے اور تمہاری روحوں کے لیے دعائیں کریں گے ورنہ وہ تم پر لعنت کے سوا اور کیا بھیجیں گے۔ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کو چوری اور ڈاکے اور جھوٹ کی عادتیں ڈالتی ہیں مثلاً ایک بچہ کو چوری کی عادت تھی وہ باہر سے سکول سے چیزیں چرا چرا کر گھر لاتا اور ماں اُس سے وہ چیزیں لے لیتی۔ ایسی ہی باتوں کے نتیجہ میں وہ پکا چور اور قاتل بن گیا۔ اُسے پھانسی کی سزا ملی۔ جیسا کہ قاعدہ ہے اُس لڑکے سے بھی پھانسی دیے جانے سے قبل پوچھا گیا تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے میری ماں سے ملا دو۔ جب اُس کی ماں آئی تو اس نے اس کے کان میں بات کہنے کے بہانے پر اس کے کان کو دانتوں سے کاٹ ڈالا۔ لڑکے نے اس فعل کی نسبت دریافت کیے جانے پر بتلایا کہ اگر یہ میری ماں نہ ہوتی تو آج میں پھانسی نہ چڑھتا۔ اس نے ہی مجھے انسان سے شیطان بنایا۔

یہ ضروری نہیں کہ عملی طور پر ہی بدیاں اور بری باتیں مائیں اپنے بچوں کو سکھائیں بلکہ بے پروائی اور بے توجہی سے جو بدیاں بچے میں پیدا ہو جائیں یا جو بری عادتیں وہ سیکھ لیتا ہے اس کی ذمہ داری بھی عورتوں پر ہی آتی ہے۔ تم میں سے بہت ہیں جو یہ کہیں گی کہ میرا بچہ بے شک کلمہ نہ پڑھے لیکن زندہ رہے۔ لیکن تم میں سے کتنی ہیں جو یہ کہیں کہ میرا بچہ کلمہ پڑھ لے پھر بے شک مر جائے۔ ایک عورت اپنے بیمار بچہ کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی میرا بچہ عیسائی ہو گیا ہے آپ اس کا علاج بھی کریں لیکن جو بات وہ اصرار کے ساتھ کہتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ اس سے کلمہ پڑھوا دیں پھر بے شک یہ مر جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لڑکے کو چونکہ وہ بیمار تھا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تا آپ اس بیماری کا علاج بھی کریں اور کچھ تبلیغ بھی کریں لیکن وہ لڑکا بڑا پختہ تھا وہ کلمہ پڑھنے سے بچنے کی خاطر ایک رات بھاگ کر چلا گیا۔ رات کو ہی اُس کی ماں کو بھی پتا چل گیا وہ بھی اُس کے پیچھے دوڑ پڑی اور بٹالہ کے نزدیک سے اُسے پکڑ کر پھر واپس لائی۔ آخر خدا نے اُس کی سنی اُس کا بیٹا ایمان لے آیا۔ بعد میں گو وہ فوت بھی جلد ہو گیا۔ مگر اس عورت نے کہا میرے دل کو ٹھنڈ پڑ گئی ہے موت سے پہلے اس نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے۔ یہ ہوتی ہے صحیح تربیت اور یہ ہوتی ہے وہ روح جو اسلام عورت میں پھونکنا چاہتا ہے۔ اس قسم کی تربیت کرنے والی عورتیں جو اپنے بچوں کو نیک اور تربیت یافتہ دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ وہ اپنے لیے ہی نہیں بلکہ ساری قوم کے لیے فائدہ مند ہوتی ہیں۔ وہ ساری قوم کو زندہ کرنے والی ہوتی ہیں۔

امام بخاری بہت بڑے آدمی تھے۔ اُن کے بڑے آدمی ہونے میں اُن کی ماں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ تو کیا تم سمجھتی ہو کہ ایسی ماں سے فائدہ اُٹھانے والے کا ثواب اُن کی ماں کو نہ ملتا تھا؟ نہیں امام بخاری کی نیکیوں کے ثواب میں ان کی ماں بہت حد تک حصہ دار تھی اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ کی والدہ تم نہیں کہہ سکتیں کہ معمولی عورت تھیں۔ وہ ہرگز معمولی عورت نہ تھیں۔ کیا ابو حنیفہؒ کو بنانے والی معمولی عورت ہو سکتی ہے؟ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی انسان کسی بڑے درجے کو پہنچے گا تو اس کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو اس کے ساتھ رکھا جائے گا اور وہ بھی اس کے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ مومن کے بنانے میں اُس کے ماں باپ کا حصہ ہوتا ہے۔ ایک ہندو ماں کا یا ایک عیسائی ماں کا بچہ اگر مسلمان ہو جائے گا تو یہ مت خیال کرو کہ اُس کی ماں کو ثواب نہ ملا ہو گا۔ اگرچہ اس کی ماں پوری طرح بخشی نہ جائے گی لیکن پھر بھی اُس کے گناہوں میں کمی ہو گی۔ تم میں سے اکثر جہاد کی خواہش مند ہیں لیکن آؤ میں تمہیں بتلا دوں کہ یہ جہاد ہی ہے اگر تم اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرو گی اور اُن کو نیک بناؤ گی...۔

غرض جس جنت کا تمہارا بیٹا وارث ہو گا اُسی جنت کی اسلام نے تم کو حقدار ٹھہرایا ہے۔ پس تمہاری تمام تر کامیابی کا انحصار تمہاری اولاد کی تربیت پر ہی ہے۔ تم نماز روزہ اور صدقہ و خیرات کی پابند رہو۔ اگر تم ان باتوں پر کاربند نہ ہو گی تو تمہاری اولادیں کس طرح احکام شریعت کی پابند ہوں گی۔ تم اپنے نیک نمونہ سے ہی ایک حد تک اپنی اولاد کی تربیت کر سکتی ہو کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ انسان جو نمونہ دکھاتا ہے۔ ارد گرد کے لوگ اس کا نمونہ قبول کرتے ہیں اور بچہ میں تو نقل کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اگر مائیں اپنی اولادوں کے لیے نیک نمونہ نہیں بنتیں تو یقیناً ان کی اولادوں کی تربیت اچھی طرح ہونا ناممکن ہے...۔

یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ اسلام اور سلسلہ کی جو خدمت تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر کے کر سکتی ہو وہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تم کوشش کر کے اُن کی بچپن سے ہی اس رنگ میں تربیت کرو تا ان کی جانیں سلسلہ کی خدمت کے لیے تیار ہوں۔ تم اُن کو بچپن ہی سے یہ تعلیم دو کہ سچائی پر عامل ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں کیونکہ تمہارا بچہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ تم کو بھی بدنام کرتا ہے اور خدا کو بھی ناراض کرتا ہے۔ تم ان کو یہ تعلیم دو کہ تمہاری جانیں سلسلہ کے لیے ہیں۔ کیونکہ جانی قربانی کرتے وقت سب سے پہلے جو اُن کے دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ہمارے پیچھے ہماری ماؤں کا اور ہماری بیویوں کا کیا حال ہو گا۔ اگر تم ہی ان کو یہ کہہ دو کہ ہم تب ہی خوش ہوں گی جب تم یا تو فتح پا کر آؤ یا وہاں ہی مارے جاؤ تو پھر اُن کے بوجھ ہلکے ہو جائیں گے اور قربانیاں کرنے کے میدان میں وہ دلیر اور چست گام ہو جائیں گے وہ اپنی زندگیاں قربان کرنے میں ذرہ بھی لرزہ نہ کھائیں گے۔ صحابہؓ نے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں لیکن کیوں؟ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ ہماری موت ہماری ماؤں کو کوئی صدمہ نہیں پہنچائے گی، وہ جانتے تھے کہ ہماری موت ہماری بیوی کو کوئی صدمہ نہیں پہنچائے گی بلکہ اُن کے لیے فرحت و خوشی کا موجب ہو گی اس لیے وہ نڈر ہو کر نکلتے تھے اور فتح حاصل کر کے آتے تھے۔

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول صفحہ 325,321)

اولاد کے نیک کام بھی تمہاری طرف منسوب کیے جائیں گے

’’اسی طرح اگر بیوی اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرے تو وہ امام ہو گی اور اولاد ماموم اور اولاد کے نیک کام بھی تمہاری طرف منسوب کیے جائیں گے۔ تم قبر میں سو رہی ہو گی مگر جب تمہارے بچے صبح کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے لکھ رہے ہوں گے کہ اس بی بی نے صبح کی نماز پڑھی۔ تم قبر میں سو رہی ہو گی اور فرشتے لکھ رہے ہوں گے کہ اس بی بی نے ظہر کی نماز پڑھی۔ تم قبر میں سو رہی ہو گی اور فرشتے لکھ رہے ہوں گے کہ اس بی بی نے عصر کی نماز پڑھی۔ چاروں طرف خاموشی ہو گی۔ تارے جگمگا رہے ہوں گے۔ لوگ سو رہے ہوں گے۔ لیکن تم نے اپنی اولاد کو تہجد کی عادت ڈالی ہو گی تو فرشتے لکھ رہے ہوں گے کہ اس نے تہجد کی نماز پڑھی۔ کتنی عظیم الشان ترقی ہے جو تم حاصل کر سکتی ہو۔

(مصباح مارچ 1940ء بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لیے پھول صفحہ 336)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی نمونہ

حضرت مصلح موعودؓ بے پناہ خوبیوں اور سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے یہاں تک کہ آپ کی شخصیت ہر خاص و عام کو بہ آسانی اپنا اسیر کر لیتی تھی پھر وہ چاہے اپنے بچے ہوں یا بڑے سب ہی آپ کی شخصیت کے اسیر نظر آتے ہیں۔ آپ کی بات اور زبان میں خاص تاثیر تھی جو دلوں پر اثر کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اور آپ اپنی ذات میں حلیم مگر رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کریں تو کہیں آپ ایک انتہائی شفیق باپ نظر آتے ہیں کہیں تربیت کے حوالے سے اصول پسند کہیں بچوں کی محفل میں ان کی پسند اور مزاج کے مطابق گفتگو کرتے ہوئے نرم دلی اور شفقت کا اعلیٰ نمونہ ہیں تو کہیں ان کی اصلاح کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے معمولی سرزنش کرتے ہوئے والد کے طور پہ نظر آتے ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود آپ کی طبیعت میں مزاح کا عنصر خاص نمایاں نظر آتا ہے جو آپ کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے انسان کے طور پر ابھارتا ہے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کیا خصوصیات تھیں جو آپ کو دوسرں سے ممتاز کرتی ہیں۔

شفیق باپ

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) فرماتی ہیں

’’بچوں کے لیے انتہائی شفیق باپ تھے تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھا۔ مجھے یاد ہے کہ قادیان میں مجھے ان کی زور سے ڈانٹنے کی آواز آئی میں اندر کمرہ میں تھی ایک دم اس خیال سے باہر نکلی کہ دیکھوں کیا بات ہے کسے ڈانٹ رہے ہیں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی بچہ کو پڑھائی ٹھیک نہ کرنے پر ناراض ہو رہے تھے میں اسی وقت واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب اندر کمرہ میں آئے تو کہنے لگے ’’میں جب اپنے بچہ کو ڈانٹ رہا تھا تو تمہیں وہاں نہیں آنا چاہیے تھا اس سے وہ شرمندہ ہو گا کہ مجھے تمہارے سامنے ڈانٹ پڑی۔‘‘ بیٹیوں سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے آنکھوں میں خون اتر آتا تھا نماز کی سستی بالکل برداشت نہ تھی۔ اگر ڈانٹا ہے تو نماز وقت پر نہ پڑھنے پر۔ بچوں کے دلوں میں شروع دن سے یہی ڈالا کہ سب دین کے لیے وقف ہیں ان کو دینی تعلیم دلوائی۔ جب 1918ء میں شدید انفلوئنزا کا حملہ ہو کر بیمار ہوئے تھے اور اپنی وصیت شائع کروائی تھی اس میں بھی یہ وصیت فرمائی تھی کہ ’’بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمتِ دین کر سکیں جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظِ قرآن کرایا جائے۔‘‘

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 367-368)

شدید مصروفیات کے باوجود بچوں کی دیکھ بھال کے لیے بھی وقت نکالتے تھے بلکہ ان کو بہلانے کے لیے بھی ہر طرح کوشش فرماتے اس سلسلہ میں حضرت چھوٹی آپا ام متین صاحبہ

ہی کا درج ذیل بیان بہت دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ آپ لکھتی ہیں:

”عزیزہ متین جب پانچ سال کی تھی تو میں نے کہا اسے کوئی دینی نظم لکھ کر دیں۔ اس پر آپ نے وہ نظم کہی جو کلام محمود میں اطفال احمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ یہ متین کو بنا کر دی تھی اور میں نے اسے یاد کروائی تھی۔

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیے تھے کہ اسے یاد کروا دو۔ پھر کچھ زائد کہہ کر اخبار میں شائع کروادی۔ حتی الوسع آپ نے بچوں کی خواہشات کو پورا فرمایا اور ان کی دلچسپیوں میں حصہ لیا۔ ہاں کوئی بات وقار و تہذیب سے گری ہوئی دیکھی یا کوئی امر خلاف قرآن وسنت دیکھا تو بہت ناراض ہوتے تھے۔ جیسا کہ میں نے اپنے ایک مضمون میں (جو غالباً مصباح میں شائع ہوا تھا) ذکر کرچکی ہوں کہ ایک لڑکی نے سہیلیوں سے سن کر سہرا منگوالیا اور آپ نے پکڑ کر قینچی سے کاٹ کر پھینک دیا۔

اپنی مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی خود بچوں کو پڑھا بھی دیتے تھے۔ ایک دفعہ قادیان میں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا جس میں مبارک احمد، منور احمد، امتہ القیوم، امتہ الرشید اور میں شامل ہوتے تھے۔ عربی، صرف ونحو بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے۔ پہاڑ پر جب گرمیوں میں جاتے بچوں کو گرمیوں کی تعطیل ہوتی تھیں ہر سال ہی کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے۔ ڈلہوزی میں کئی دفعہ عربی، صرف ونحو، حدیث اور قرآن مجید مجھے پڑھانا یاد ہے۔ کبھی خود نہ پڑھا سکتے تو مجھے فرماتے تھے کہ لڑکیوں کو پڑھایا کرو۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ بچیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یاد کرواؤ۔ پڑھانے کا طریق بڑا ہی عجیب تھا نہایت آسان طریق پر کہ پڑھنے والا سمجھتا اس سے زیادہ آسان کوئی سبق ہی نہیں۔ آج تک وہ پڑھا ہوا یاد ہے۔ خصوصاً عربی، صرف ونحو کا پڑھانا تو آپ پر ختم تھا۔ میں نے آج تک اس طریق سے کسی کو پڑھاتے نہیں دیکھا۔

بچوں کی مجالس میں اکثر لطائف سنایا کرتے اور بچوں سے لطیفے سنتے۔ ہزاروں لطیفے اور چٹکلے یاد تھے۔ کبھی کبھی رات کو بچوں کو لے کر بیٹھ جانا اور کوئی کہانی سنا دینی۔ کئی دفعہ ایک ایک کہانی کا سلسلہ ہفتوں چلا کرتا اور وہ اتنی دلچسپ ہوتی کہ بچے تو کجا سارے گھر کے بڑے بھی گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے اور کہانی سنتے۔

بچوں کا شام کے بعد گھر سے باہر رہنا بہت ناپسند تھا اس کی پابندی کروانے کی ہمیشہ تاکید کرتے کہ مغرب کے بعد ادھر ادھر نہیں پھرنا رات کو اگر دیر سے کوئی بچہ کہیں سے آتا تو ناراض ہوتے۔ بچوں سے مذاق بھی فرما لیتے طبیعت میں مزاح بہت تھا لیکن ایسا مزاح نہیں کہ دوسرے کے لیے تکلیف کا باعث ہو بامذاق طبیعت کو پسند فرماتے۔

بچوں کو کافی دفعہ جادو کے تماشے بھی کرکے دکھاتے جس سے بچے محظوظ ہوتے تھے۔

اپنے بچوں کی اولاد سے بھی بہت پیار اور محبت کا سلوک کیا ان کی پسند کے تحائف دینے کا خیال رہتا تھا کسی بچہ کی خواہش کا علم ہوتا تو حتی الوسع اسے پوری فرماتے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 393 تا 395)

اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ’ایک مردِ خدا‘ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تربیت اولاد کے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے بیان فرمایا:

”حضرت والد محترمؓ کو جب نہایت نازک قسم کے فیصلے درپیش ہوتے تو وہ ہم بچوں کو بلوا بھیجتے اور فرماتے: ”بچو! دعا کرو۔ مجھے تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔“ (صفحہ 59,58)

آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ

”ہمارے والد محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بعض امور میں بے حد ترقی پسند واقع ہوئے تھے۔ اپنی بیٹیوں کی تعلیم کے بارے میں تو وہ بڑے ہی لبرل اور فراخ دل تھے۔ تعلیم کے لیے پہلے ایک جرمن خاتون اور پھر ایک انگریز استانی کو بطور معلمہ ملازم بھی رکھا گیا تھا۔“ (صفحہ 70)

”چنانچہ اگر انہیں کسی خاص امر پر زور دینا مقصود ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بات کہتے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے۔ مثلاً ایک دفعہ انہوں نے مجھے گھر سے ننگے سر نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ مغرب میں تو بڑوں کے سامنے ننگے سر جانا احترام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مشرق میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مشرقی ممالک میں احترام کا تقاضا یہ ہے کہ بزرگوں کے سامنے سر ڈھانپ لیا جائے چنانچہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے مجھے ننگے سر جاتے دیکھ کر واپس بلایا اور کہا ”یاد رکھو حضرت مسیح موعودؑ تمہیں اس طرح ننگے سر گھر سے باہر جاتے دیکھ کر کبھی خوش نہ ہوتے۔ اس لیے آئندہ کے لیے محتاط رہو اور کبھی ننگے سر گھر سے باہر مت جاؤ۔“ (صفحہ 73 تا 74)

”بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں اس بات پر خصوصیت سے زور دیتے کہ بچے دوسرے مذاہب کا احترام کرنا سیکھیں اور کبھی بھولے سے دل میں یہ خیال نہ لائیں کہ صرف اسلام ہی نیکی، پارسائی اور اخلاقی قدروں کے حصول کی تلقین کرتا ہے اور دوسرے مذاہب اس سے یکسر خالی ہیں اور یہ اچھے مسلمان کی علامت نہیں کہ اپنے پڑوسی سے صرف اس وجہ سے اجتناب کرے کہ ہندو یا سکھ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔“ (صفحہ 74)

”ایک دفعہ ان کے والد محترم نے صاحبزادہ طاہر احمد اور ان کے بھائی انور احمد کے لیے تعطیلات کے دوران خاص ٹیوشن کا بندوبست کیا کیونکہ دونوں بھائی اپنے ہم جماعت طالب علموں سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ دونوں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طالب علم تھے اگرچہ ایک قدیم اور معزز خاندان کے افراد ہونے کی حیثیت سے انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ چیفس کالج جیسے مشہور ومعروف سکول میں داخل ہوتے جسے برطانوی حکومت نے بڑے بڑے زمیندار رؤسا کے بچوں کی تعلیم و تدریس کے لیے جاری کیا ہوا تھا تاکہ یہ بچے فارغ التحصیل ہوکر مستقبل قریب میں ہندوستان کی حکومتی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ لیکن آپ کے والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس قسم کی طبقاتی تفریق کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا طاہر احمد فرماتے ہیں: ”قادیان کے سکول میں ہر خاص وعام کو داخلے کی اجازت تھی اور داخلے کے لیے احمدی ہونا بھی ضروری نہیں تھا۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جسے ہم نے سختی سے اپنا لیا ہے۔ حتیٰ کہ افریقہ اور دوسرے ممالک میں بھی جہاں جہاں ہم نے سکول جاری کیے ہیں وہاں بھی اس اصول کی لازمی طور پر پابندی کی جاتی ہے۔

موسم گرما میں قادیان میں شدید گرمی پڑتی ہے۔ طاہر اور انور اپنے ٹیوٹر کے ہمراہ شدت گرما سے بچنے کے لیے ڈلہوزی چلے جاتے۔ ان کے ٹیوٹر آج تک ان خوشگوار لمحات کا مزے لے لے کر ذکر کرتے ہیں۔

ہم لوگ اشیائے خوردنی کی خرید کے لیے ڈلہوزی کے بازار کا چکر لگایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یعنی ان کے اباجان کھانے اور دیگر ضروریات کے لیے اتنی محدود اور نپی تلی رقم دیتے جو کھانے کے اخراجات کے لیے بمشکل کفایت کرتی۔ اس لیے دونوں صاحبزادگان کو سودا سلف خریدتے وقت بڑی احتیاط اور جزرسی سے کام لینا پڑتا۔ لیکن کفایت کے اس عمل میں بھی دلچسپی کے کئی پہلو پیدا ہو جایا کرتے تھے۔....

ایک مرتبہ طاہر احمد اور انور احمد دونوں صاحبزادگان نے پروگرام بنایا کہ ڈلہوزی کے قریب واقع ایک جھیل پر پکنک منائی جائے دونوں نے اپنے ٹیوٹر کو کسی نہ کسی طرح اس بات پر بھی آمادہ کرلیا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے اس کی اجازت لینے کی کوشش کریں، دونوں کا اصرار تھا کہ اس پروگرام کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ لیکن جیسا کہ اس عمر میں ہوتا ہے۔ حسب توقع یہ راز فاش ہوگیا۔ اب کیا تھا باقی بھائی بھی ایک ایک کرکے ابا حضور کی خدمت میں ٹرپ پر جانے کی اجازت لینے کے لیے پہنچنے شروع ہوگئے۔ اس پر تو یہ دونوں بھائی بہت سٹ پٹائے ان کو گلہ یہ تھا کہ پروگرام ان کا تھا اور اس پر قبضہ دوسروں نے جمالیا۔ جب ان دونوں نے زیادہ ہی احتجاج کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فیصلہ فرمایا کہ ”سوائے تم دو کے باقی سب کو جھیل پر سیر کے لیے جانے کی اجازت ہے۔“ اس پر ان کے ٹیوٹر نے انہیں مشورہ دیا کہ اپنی غلطی تسلیم کرلو اور فوراً معافی مانگ لو کہ ہم سے غلطی ہوگئی باقی بھائیوں کا بھی حق ہے کہ وہ بھی اس ٹرپ میں شامل ہوں چنانچہ بڑے جوش وخروش سے معافی مانگی گئی اور ظاہر ہے کہ معافی مل بھی گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تفریحی سفر بہت کامیاب اور پرلطف رہا۔ (صفحہ 44 تا 46)

”طاہر اور انور کا شروع شروع میں ارادہ تو یہ تھا کہ گرمیوں کی تعطیلات میں سارا وقت پڑھنے لکھنے ہی میں نہ گزارا جائے۔ اکثر یوں ہوتا کہ دوپہر کے وقت گھنٹوں سوئے رہتے۔ جب ابا حضور کو اس کا علم ہوا تو وہ سخت خفا ہوئے۔ اور ان کے ٹیوٹر سے فرمایا کہ میں نے بچوں کو ان کی عادات خراب کرنے کے لیے آپ کی نگرانی میں نہیں دیا تھا بلکہ مقصد تو یہ تھا کہ آپ ان کی تعلیم وتربیت کا بھی خیال رکھیں۔ ٹیوٹر نے ادب سے عرض کی کہ اگر دوپہر کے وقت ایک بجے سے چار بجے تک سونے کی اجازت دے دی جائے تو مناسب ہوگا (گرمی کے دنوں میں اتنا لمبا قیلولہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی) آپ نے فرمایا۔ آرام کے لیے صرف ایک گھنٹہ کافی ہے۔ اب ان دونوں ننھے بھائیوں کے لیے چوبیس گھنٹوں کا ٹائم ٹیبل تجویز ہوا اور حکم ہوا کہ اس ٹائم ٹیبل کی سختی سے پابندی کی جائے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حسب ارشاد دوپہر کے وقت آرام کے لیے صرف ایک گھنٹے کی اجازت دی گئی۔“ (صفحہ 46 تا 47)

صاحبزادہ طاہر احمد نے موسیقی اور سینما کے بارے میں اپنے والد محترم کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”حضرت اباجان رضی اللہ عنہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس قسم کے مشاغل لہو ولعب میں شامل تھے اور وہ ذہنوں میں ایک قسم کی سہل انگاری، بے راہ روی اور قانون سے عدم احترام کے رجحانات کی حوصلہ افزائی کے ذمہ دار تھے۔ لوگ حدود سے تجاوز کرنے اور ناواجب تعلقات کی برداشت کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مصنوعی چکاچوند اور رنگ و روغن پر فریفتگی ان کا اوڑھنا بچھونا بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ غرباء بھی جو امراء کی سی معیاری عیاشی کی سکت نہیں رکھتے۔ بری طرح اس رو میں بہ جاتے ہیں۔ بے راہ روی کا مزا چکھنے کے بعد اصل مسرت ان سے ہمیشہ کے لیے چھن جاتی ہے۔ اطمینان مفقود ہو جاتا ہے اور نشہ کرنے والے ایک عادی مریض کی طرح ان کی تسلی ہی نہیں ہوتی۔ جب تک وہ عیاشی میں آگے سے آگے بڑھتے چلے نہ جائیں (صفحہ 54 تا 55)

(ماخوذ از ”ایک مردِ خدا“ صفحہ 44 تا 74)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ والدہ ماجدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں:

”آپا جان سارہ بیگم اور میں نے میٹرک کا امتحان دیا اباجان فرمانے لگے امتحان دے کر تھک گئی ہو تم لوگوں کو سیر کرا لاؤں۔ ڈیرہ دون، مسوری و دہلی لے گئے۔ عید مسوری کرنی تھی حضرت اباجانؓ تو جماعتی کاموں میں مصروف رہتے تھے زیادہ وقت باہر ہی گزرتا میں اُداس ہوگئی اور کہنے لگی عید کا مزہ تو سب میں آتا ہے جماعت بہت زیادہ زور دے رہی تھی اس لیے اباجانؓ کی خواہش تھی کہ عید مسوری میں کی جائے۔ میں نے کہا اگر عید ضرور یہاں کرنی ہے تو بھائی کو بلوا دیں بھائی جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ) اُس وقت لاہور میں پڑھتے تھے۔ اباجانؓ نے فوراً تار دے کر اُن کو وہاں بلوایا۔ کتنی محبت تھی آپؓ کو اپنی بچیوں سے کتنا احترام کرتے تھے ان کے جذبات کا۔“

(سوانح فضلِ عمر جلد 5 صفحہ 387)

محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

”ویسے تو اباجان کو اپنی ساری اولاد سے بہت پیار تھا لیکن جن بچوں کی مائیں فوت ہوجاتیں ان سے غیر معمولی شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے اور کبھی ان کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ ہم منالی پہاڑ پر گئے ہوئے تھے کہ سیدنا اباجان نے ”تبت پاس“ (Tibet Pass) جانے کا پروگرام بنایا۔ ہم بچوں کو معلوم ہوگیا کہ اس پروگرام میں بچے شامل نہیں ہیں۔ میں اباجان سے بہت بے تکلف تھی۔ اسی وقت دوڑتی ہوئی گئی اور کہا کہ ہمیں بھی ساتھ لے کر جائیں۔ اباجان سمجھانے لگے کہ وہ راستہ بہت خطرناک ہے اور بچوں کا جانا ناممکن ہے۔ لیکن میں نے ضد شروع کردی اور اس قدر اصرار کیا کہ اباجان نے اپنا سفر بھی ملتوی کردیا۔ اس پر تمام گھر والے میرے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس نے ہماری سیر خراب کی ہے۔ میری طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں اداس ہوگئی۔ مجھے اداس دیکھ کر سب کو کہا کہ میری بچی کو کیوں اداس کردیا ہے۔ میں تو خود اس کے بغیر جانا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحوں کے بعد یہ شعر پڑھتے ہوئے آئے۔

تبسم لب پہ ہے ہر دل شناسائے محبت ہے
نہ ظاہر تجھ کو دے دھوکہ یہ لڑکی بیش قیمت ہے

اور بار بار مجھے گلے سے لگا کر یہ شعر پڑھتے۔ اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔“

(روزنامہ الفضل 15/ فروری 2008ء صفحہ 9)

بچیوں کی تربیت کے حوالے سے حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا:

”میری شادی سے چند روز قبل کی بات ہے میں ایک کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی حضرت اباجانؓ صحن میں

ٹہل رہے تھے اور مجھے سمجھاتے جا رہے تھے۔ دیکھو تمہاری عادت ہے تم کھانے میں بہت نخرے کرتی ہو اور اکثر چیزیں تم نہیں کھاتیں۔ ماں باپ کے گھر میں تو ایسی باتوں کا گزارہ ہو جاتا ہے وہ اپنی اولاد کے ناز نخرے اٹھا لیتے ہیں مگر سسرال میں جا کر ایسا نہیں کرنا جو ملے خاموشی سے کھا لینا وغیرہ۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ میں قریباً چھ سال چچا جان کے ساتھ رہی کبھی ایک لفظ کھانے کے متعلق منہ سے نہیں نکلا میری پسند ناپسند اس عرصہ میں ختم رہی۔ کبھی لڑکیوں سے سسرال کے متعلق بات نہ پوچھی اگر کبھی کوئی بات دوسروں کے ذریعے سے پہنچی بھی تو سنی ان سنی کر گئے۔''

(سوانح فضلِ عمر جلد 5 صفحہ 385)

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ کے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے ایک پروگرام میں حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت اور محبت کے حوالے اپنے بچپن کے دلچسپ واقعات بیان کیے جس میں سے چند یہاں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

☆... تقسیم کے بعد حضرت صاحب کے ذرائع آمد بھی محدود تھے اوپر سے سارے خاندان کے کھانے کا خرچ بھی حضرت صاحب پر تھا۔ ابتدا میں حضور نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ہر آدمی کو ایک روٹی ملے گی۔ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی ایک صاحبزادی امۃ الباری بیگم جو نواب عباس احمد خان کی بیگم ہیں، حضور کو دبا رہی تھیں۔ حضور نے آپا باری سے کہا: باری! کیا کمزوروں کی طرح دبا رہی ہو تمہارے ہاتھوں میں طاقت نہیں ہے۔ آپا باری کہنے لگیں ''چچا ابّا اک روٹی نال تے اَینی طاقت آسکدی اے'' اس واقعہ یا لطیفہ کے بعد پھر ایک کی بجائے دو روٹی ہر ایک کو ملنے لگی۔

☆... ایک دفعہ حضرت صاحب نے تحریک فرمائی کہ احمدی اپنے ہاتھ سے کام کر کے کچھ کمائی کریں اور جو آمد ہو اسے چندہ میں دے دیں۔ حضور کے اس حکم پر قادیان کے اکثر و بیشتر احمدیوں نے کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کی۔ بڑوں کو دیکھ کر بچوں کو بھی شوق ہوا۔ چنانچہ میں نے بھی کسی سے کتابوں کی جلد سازی سیکھی تا کہ جلدیں کر کے کچھ چندہ دیا جا سکے۔ امّی نے کہیں حضرت صاحب سے ذکر کر دیا۔ میری عمر اس وقت کوئی چھ ساڑھے چھ سال ہو گی۔ حضرت صاحب نے ایک بچے کی حوصلہ افزائی کے لیے اپنی بے انتہا مصروفیات میں سے وقت نکالا اور ایک دن مجھے دفتر بلایا۔ مجھے یاد ہے مرحوم لطیف ننھا صاحب مجھے لینے آئے۔ مجھے اب تک یاد ہے ان کے ساتھ جاتے ہوئے میں اپنے آپ کو نہایت اہم تصور کر رہا تھا۔ حضور اپنے دفتر کے نیچے قائم خلافت لائبریری میں تشریف لائے اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ مجھے کچھ کتابیں دکھا کر پوچھا کہ ان کی کیا اجرت لوں گا۔ مجھے یاد ہے کہ اخبار الفضل کی جلد کے لیے خاکسار نے 12/ روپے مانگے تھے جس پر حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو بہت زیادہ ہیں ہم تو اس سے بہت کم میں جلد کراتے ہیں۔ جس بات کا میرے پر اب تک اثر ہے وہ یہ ہے کہ سارا وقت جس میں حضرت صاحب مجھے کتابیں دکھا رہے تھے ایک دفعہ بھی یہ تاثر نہیں ہوا کہ یہ ایک مذاق یا بچے کو بہلانے کی بات ہے۔ حضور نے ایسا سنجیدہ رویہ اختیار فرمایا تھا کہ جیسے کسی بڑے شخص کے ساتھ معاملہ طے فرما رہے ہوں۔

☆... سب سے بڑی بات جو میں نے حضرت صاحب میں محسوس کی اور میرا خیال ہے بھائی خورشید اس کی تائید کریں گے وہ یہ تھی کہ بچپن میں بھی ہمیں کبھی احساس نہ ہوا تھا کہ حضرت صاحب ہم سے اپنے بچوں پوتے پوتیوں سے سلوک میں کچھ فرق کرتے ہیں۔ یہ تو حقیقت ہے کہ طبعی طور پر بہر حال حضور کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح اپنے بچوں اور پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں سے بہت تعلق ہو گا۔ لیکن جہاں تک ظاہری سلوک کا تعلق ہے میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ ان کو مجھ پر کوئی ترجیح حضرت صاحب نے دی ہو۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا بھی حضرت صاحب پر اسی طرح کا حق ہے جس طرح ان کے اپنے بچوں کا۔ یہ حضور کے مزاج کا ایک ایسا پہلو ہے جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ کم از کم میں نے تو کسی اور میں یہ بات نہیں دیکھی۔

(بدر 14/ تا 7/ فروری 2013ء صفحہ 36 تا 38)

اپنے بچوں کی تو انسان ہر خواہش اور ہر ضرورت کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے مگر چند ایک وجود ایسے ہوتے ہیں جو سب کے بارے میں دل سے سوچتے اور کرتے بھی ہیں ان چند نایاب وجودوں میں آپ کا وجود بابرکات بھی شامل تھا جو عمومی طور سے بچوں سے شفقت کا سلوک کرتے دکھائی دیتے ہیں چاہے وہ اپنی اولاد ہو یا پھر کسی کی سب کے جذبات کا مساوی خیال اور احساس کرنا آپ کی فطرت کا خاصہ تھا۔

خلیفہ صباح الدین صاحب حضورؓ کی بچوں سے شفقت اور پیار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''حضور کا شروع ہی سے میرے ساتھ مشفقانہ سلوک رہا حضور نے ابا کو لکھا کہ اس کو میں نے بیٹا بنا لیا ہے اب یہ ہماری ذمہ داری ہے نویں جماعت سے تعلیمی ضروریات حضور کی طرف سے پوری کی جاتیں خاکسار کو ارشاد تھا کہ آ کر مل جایا کرو اور ربوہ سے باہر جانا ہوتا تو اجازت لے کر جاتا شکار پر جانا ہو پکنک پر جانا ہو حضور سے اجازت لیتا پھر جاتا شکار پر جانے کے لیے کارتوس وغیرہ عطا فرما دیتے تھے ربوہ سے باہر جانا ہو تو بعض اوقات کار کی اجازت فرما دیتے۔

خاکسار نے دیکھا کہ جب کھیل کی غرض سے باہر جانا ہوتا تو میں دعا کے لیے عرض کرتا حضور اگر فرماتے اللہ رحم کرے تو میچ میں ہار ہوتی اگر حضور فرماتے اللہ فضل فرمائے یا دعا کروں گا تو پھر ہم جیت کر آتے مجھے اندازا ہو جاتا کہ ہم جیتیں گے یا ہار ہو گی۔

ایک مرتبہ برادرم عزیزم صفی الدین اور برادرم عزیزم فلاح الدین اور میں شکار پر گئے سارا دن کوئی شکار نہیں ملا دریا کے ساتھ ساتھ واپس آ رہے تھے کہ ایک دیہاتی ملا اس نے بتایا کہ سورج ڈوبنے کے ساتھ ہی تین مگ (بڑا آبی پرندہ) یہاں سے گزرتے ہیں میں نے کہا چلیں رک کر دیکھ لیں ابھی وقت تھا ہم نے ریت میں لکڑیاں اور جھاڑیاں گاڑ کر اپنے آپ کو چھپا لیا عین غروب آفتاب کے ساتھ ہی تین مگ نمودار ہوئے ہم نے فیصلہ کر کے تینوں پر فائر کیا تینوں نیچے آ گرے اتنے بڑے مگ تھے کہ کاندھے پر لٹکانے سے اس کی چونچ پاؤں کو چھوتی تھی میں نے ارادہ کیا کہ اپنا مگ حضور کو دے کر آؤں گا۔

حضرت چھوٹی آپا کے ہاں آپ کی باری تھی انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ حضور آج فرما رہے تھے کہ مگ کا پلاؤ کھانے کو جی چاہتا ہے میں سمجھ گیا کہ ہمارا شکار کا پروگرام بننا سارا دن شکار کا نہ ملنا ایک دیہاتی سے ملاقات اور اس کا تین مگوں کا بتانا اور پھر ایسا ہی ہونا اور ان کا شکار کر لینا یہ سب باتیں حضور کی خواہش کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام تھا۔

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 395 تا 396)

ہزاروں ایسی ہستیاں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ کے اعلیٰ اخلاق اور بے مثال شخصیت کی گواہ ہیں۔ آپ ان چند خاص ابنائے آدم میں سے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور حق کی روشنی سے صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ کئی انسانی نسلوں کو اپنی ضیا پاشی سے منور کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

اے خدا! تو حضرت مصلح موعودؓ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جا اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو آپ کے ارشادات کے مطابق سنتِ نبویؐ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

☆...☆...☆

نور سے معمور تھی تیری حیاتِ کامیاب

نورِ جان حضرت مہدی امام اتقیا
مصلح موعودِ عالم صاحبِ فہم و ذکا
فخرِ قوم و فخرِ ملّت خادمِ دینِ متیں
قادیاں کے بادشاہ حضرت امیرالمومنیں
اِک نشانِ رحمت پروردگارِ کائنات
لختِ جگرِ مہدیٔ موعود پاکیزہ صفات
ہر کہ و مہ کی زباں پر تیرا ذکر ضوفشاں
ہوگئی حاصل تجھے واللہ حیات جاوداں
عشق دین مصطفیٰ میں تو تڑپتا تھا مدام
ذکر ربّ العالمیں تیری زباں پر صبح و شام
عہد تیرا رحمت پروردگار بے چگوں
کفر و باطل سامنے تیرے ہمیشہ سرنگوں
تو نے دنیا میں کیا اسلام کا پرچم بلند
ہوگئی ساری زمیں پر یورش شیطان بند
نور سے بھرپور لے کر آستیں زندگی
گھس گئے ظلمت میں تیرے واقفین زندگی
چل دیے وہ ساتھ لے کے عشق ربّ ذوالمنن
زندگی میں چھوڑ کر سود و زیانِ مال و تن
جان کی بازی لگا کر غیر ملکوں میں گئے
سینکڑوں رنج و مصائب ایک عرصے تک سہے
احمدیت کا پیام جانفزا سب کو دیا
ساری دنیا کو خدا کے نور سے روشن کیا
کام تیرے تجھ کو زندہ تا قیامت کر گئے
تیرے ذمہ ساری دنیا کی امامت کر گئے
لطف گویائی کے مالک اے فصیح نکتہ داں
آج بھی تڑپا رہا ہے تیرا اندازِ بیاں
نور سے معمور تھی تیری حیات کامیاب
مرقد پُرنور بھی دیکھی ہے مثل ماہتاب
عمر ساری یاد تیری دل سے جا سکتی نہیں
موت تیرا نام دنیا سے مٹا سکتی نہیں
لُٹ گئی جب سامنے اپنے بہارِ زندگی
کس کو ہو گا شوق پھر اب اعتبار زندگی

(عبدالحمید شوق)

1920ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی ارشاد فرمودہ بعض تقاریر و خطابات پر ایک طائرانہ نظر

''یاد رکھیں انگلستان وہ مقام ہے جو صدیوں سے تثلیث پرستی کا مرکز بن رہا ہے۔ اس میں ایک ایسی مسجد کی تعمیر جس پر سے پانچ وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا بلند ہو کوئی معمولی کام نہیں ہے یہ ایک عظیم الشان کام ہے جس کے نیک اثرات نسلاً بعد نسل پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخیں اس کی یاد کو تازہ رکھیں گی''

(حسیب احمد۔ مربی سلسلہ ربوہ)

پھر بہار دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہردم جاں بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچے میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئے گا مرجانے کے دن

130/ سال قبل الٰہی پیشگوئیوں اور بشارات کے مطابق اس عظیم الشان وجود کا ظہور رہوا جو تاریخ کے صفحات پر کندہ انمٹ نقوش کی مانند ثبت ہوا۔

وہ مرد خدا جس نے روحانی بصیرتوں کے سبھی رخ وا کر دیے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جو بنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی وہی حیات جاوداں آج پسر موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاری کردہ مستحکم اور انقلاب آفرین نظام نو کی بدولت دنیا کے کونے کونے کو اپنے مقدس نفاس سے معطر کر رہی ہے۔ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آج دنیا کی عظیم طاقتوں کے ایوانوں میں گونج رہا ہے۔ وہ بیج جس کی آبیاری خدا نے 1889ء میں کی تھی، آج مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاری کردہ نظام کی بدولت دنیا کے کونے کونے میں ہر روز ان گنت بھٹکتے انسانوں کو شب سیہ کی گم گشتہ وادیوں سے نکال کر علم و ایمان کی منور راہوں کا مسافر کر رہا ہے۔

ذیل میں 1920ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد فرمودہ بعض خطابات نیز اسی سال تحریر فرمودہ بعض مضامین کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے۔

یہ وہ وجود ہے جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوا، جو سخت ذہین و فہیم، صاحب شکوہ، عظمت اور دولت تھا۔ جس سے قوموں نے برکت پائی اور تا قیامت پاتی چلی جائیں گی۔ چنانچہ ان خطابات و تحریرات کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میں یہ تمام صفات اتم طور پر پائی جاتی ہیں۔

خطابات حضرت مصلح موعودؓ

تحریک تعمیر مسجد فضل لندن

☆... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے لندن میں مسجد کی تعمیر کے لیے احباب جماعت کو مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تحریک کرنے کے لیے یہ مضمون 6/ جنوری 1920ء کو تحریر فرمایا۔

اس میں حضورؓ نے اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انگلستان میں کامیابی کے ساتھ تبلیغ کا کام جاری ہے۔ وہاں کے مبلّغین اس امر پر زور دیتے رہے ہیں کہ تبلیغ کے فریضہ کو کما حقہ، ادا کرنے کے لیے اس ملک میں مسجد کی تعمیر کرنا ضروری ہے تا کہ لوگوں کی توجہ کو زیادہ موثر رنگ میں اسلام کی طرف مائل کیا جا سکے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ

''ہمارے مبلّغین کی یہ درخواست واقعی قابل توجہ ہے۔ مگر میرے نزدیک اپنی مسجد بنانے کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مسجد میں کچھ خاص برکات ہیں جو بغیر مسجد کے حاصل نہیں ہوتیں۔''

اس سلسلہ میں تحریک کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

''یاد رکھیں انگلستان وہ مقام ہے جو صدیوں سے تثلیث پرستی کا مرکز بن رہا ہے۔ اس میں ایک ایسی مسجد کی تعمیر جس پر سے پانچ وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا بلند ہو کوئی معمولی کام نہیں ہے یہ ایک عظیم الشان کام ہے جس کے نیک اثرات نسلاً بعد نسل پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخیں اس کی یاد کو تازہ رکھیں گی وہ مسجد ایک مرکزی نقطہ ہو گی جس میں سے نورانی کرنیں نکل کر تمام انگلستان کو منور کر دیں گی۔

پس اے صاحب ثروت احباب! بلند حوصلگی سے اُٹھو اور ہمیشہ کے لیے ایک نیک یادگار چھوڑ جاؤ۔''

حضورؓ نے 6/ جنوری کو یہ مضمون تحریر فرمایا اور شائع کرنے سے قبل 7/ جنوری 1920ء کو اہل قادیان کو اپنے ایک خطاب کے ذریعہ لندن میں مسجد تعمیر کرنے کی ضرورت اور افادیت بیان کر کے اس کے لیے مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تحریک فرمائی۔ اس موقع پر قادیان کے احباب نے مثالی قربانی کا مظاہرہ کیا۔ حضورؓ نے مضمون کے بقیہ حصہ میں جو اس کے بعد تحریر فرمایا اس امر کا بھی نہایت محبت بھرے انداز میں ذکر فرمایا اور یہ مکمل مضمون 22/ جنوری 1920ء کو الفضل میں شائع ہوا۔

حضورؓ نے قادیان کے مردوں، عورتوں، بچّوں اور غریب طلباء کی مالی قربانی پر انتہائی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے بعض ایمان افروز واقعات بھی بیان فرمائے۔

مضمون کے آخر میں حضور نے دُعا کی کہ

''اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو پورا کرنے کی توفیق دے، آپ کی ہمتوں کو بلند اور آپ کی نیتوں کو خالص کرے۔ اور آپ کے کاموں میں برکت دے۔ اور اسلام کی شان کو آپ لوگوں کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔''

قیام توحید کے لیے غیرت

☆... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انگلستان میں مسجد کی تعمیر کرنے سے متعلق 7/ جنوری 1920ء کو قادیان میں بعد نماز عصر یہ تقریر فرمائی جو 26/ جنوری 1920ء کو الفضل میں شائع ہوئی۔

حضورؓ نے اپنی تقریر کے بعد ابتدا میں انسانی فطرت میں بعض ودیعت کی گئی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ نے بعض باتیں ایسی رکھی ہیں کہ گو ان کو رسم و رواج اور عادات کئی کئی طرز پر ڈھال دیتے ہیں مگر ان کی اصلیت نہیں بدل سکتی۔

انہیں فطرتی جذبات میں سے ایک جذبہ غیرت ہے اور اس کے اظہار کے لیے بھی الگ الگ مقام ہوتے ہیں بعض لوگ اپنی عزت رکھتے ہیں، بعض لوگ اپنے ملک کے لیے غیرت رکھتے ہیں اور بعض لوگ اپنے مال و تجارت کے لیے غیرت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ مگر ایک مذہبی آدمی کیے لیے مذہب غیرت کی چیز ہے اور اسی مذہبی غیرت کے جذبہ کے تحت دنیا میں بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے ہیں۔''

حضورؓ نے فرمایا:

''ہماری جماعت جو احمدی جماعت ہے اس کو مذہب کے لیے غیرت دی گئی ہے لوگوں کو تجارت کے لیے غیرت ہے، زراعت کے لیے غیرت ہے، بہت لوگوں کو ملک کے لیے غیرت ہے۔ مگر جو خدا کی جماعتیں ہوتی ہیں انہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے لیے غیرت ہوتی ہے، ملک جاتے ہیں تو جائیں، حکومتیں مٹتی ہیں تو مٹیں زراعتیں برباد ہوتی ہیں تو ہوں، تجارتیں تباہ ہوتی ہیں تو ہوں، زمینیں چھنتی ہیں تو چھن جائیں اور اگر ظالموں کی طرف سے ننگ و ناموس پر حملہ ہو اور رہ جائے اس کی حفاظت کے لیے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر وطنوں سے بے وطن ہونا پڑے تو کچھ پرواہ نہیں اگر مال چھنتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں، عہدے اور امارتیں لے لی جائیں تو کچھ حرج نہیں وہ ان سب چیزوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوتی ہیں اگر نہیں چھوڑتیں اور نہ چھوڑنے کے لیے تیار ہوتی ہیں تو وہ ایک ہی چیز ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضورؓ نے فرمایا کہ ہماری غریب جماعت نے اس جذبۂ غیرت کے تحت خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے مختلف ممالک میں خدمت اسلام کا عظیم الشان کام کیا ہے جو مسلمانوں کی مالدار جماعتیں نہیں کر سکیں۔ انگلستان جو عیسائیت کا گڑھ ہے۔ ہمارے مبلغ وہاں پہنچے ہیں۔ وہاں ہم نے سپاہی بھیجے ہیں۔ ان کے لیے سامان کی ضرورت ہے۔ سامان میں سب سے پہلے قلعہ کا مقابلہ قلعہ ہوتا ہے اور مذہب کا قلعہ مسجد ہوتی ہے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ مبلغوں نے وہاں مسجد بنانے کا اصرار کیا ہے۔ اور میرے دل میں بھی خدا تعالیٰ نے بڑے زور سے یہ تحریک کی ہے کہ یہ کام شروع کیا جائے۔

حضورؓ نے اپنے اس موثر خطاب میں قادیان کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے اخلاص، فدائیت، اسلامی غیرت اور جذبۂ قربانی کی مثالیں پیش کرنے کے بعد دیگر احباب جماعت کو بھی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی پیش کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے کہ ہماری جماعت جو غرباء کی جماعت ہے صحابہ کی طرح قربانیاں کر رہی ہے۔

حضورؓ نے اس خطاب کے آخر میں فرمایا کہ

''ایک ایک اینٹ جو ان کی طرف سے لندن میں مسجد کی رکھی جائے گی وہ گویا ترقی اسلام کی بنیاد کی اینٹ ہو گی۔ اس وقت دنیاوی طور پر خواہ کیسے ہی وسیع دماغ کا آدمی ہو وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ یہ لوگ بھی کچھ کر سکتے ہیں۔ اور یہ سچ ہے کہ یہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے مگر خدا تعالیٰ ان سے بہت کچھ کرا سکتا ہے۔''

صداقت احمدیت

☆... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے لاہور کے بعض احمدی تاجروں کی درخواست پر افادۂ عام کے لیے 19/ جنوری 1920ء کو بیرون دہلی دروازہ ''صداقت احمدیت'' کے عنوان پر ایک لیکچر ارشاد فرمایا جو ان چھ عظیم الشان لیکچروں میں سے ایک ہے جو حضور نے 13/ تا 23/ فروری 1920ء تک لاہور اور امرتسر کے سفر کے دوران مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے۔ حضورؓ کا یہ لیکچر ڈھائی گھنٹے جاری رہا اور غیر از جماعت سامعین اس سے بہت متاثر ہوئے۔

(الفضل یکم/ مارچ 1920ء صفحہ 8)

اسے سب سے پہلے مکرم محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ اس تبلیغی لیکچر میں حضورؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پیش فرما کر سچائی کو پرکھنے کا ایک بڑا بھاری معیار پیش فرمایا ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول پر رکھی ہے کہ درخت اپنے پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ حضورؓ نے یہ معیار ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے:

''اسلام کے ہر مسئلہ کے متعلق غور کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہی عقیدہ درست اور صحیح ہو سکتا ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور سب کمالات کا جامع ہونا ثابت ہو اور جس عقیدہ سے یہ ثابت ہو کہ آپؐ کسی سے افضل نہیں رہتے یا اس کے اختیار کرنے سے آپ کے کسی کمال میں نقص پایا جاتا ہے تو وہ عقیدہ قطعاً اسلام کے خلاف، تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہو گا''۔

اس معیار کے مطابق حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش فرمودہ عقائد وفات مسیحؑ کے فوائد اور مسلمانوں کے مروجہ عقیدہ حیات مسیح کے نقصانات بیان فرما کر احمدیت کی صداقت کو پرکھنے کا یہ اصول سامنے رکھا کہ

''اس اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے جو ہم اور دوسرے لوگوں میں پایا جاتا ہے، یہ دیکھنا چاہیے کہ کس کے عقائد ایسے ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اور کس کے ایسے ہیں جن سے عزت؟ ہمارے افعال اور حالات سے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ثابت ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس سلسلہ کی طرف توجہ نہ کریں۔''

صداقت اسلام

☆... ''صداقت اسلام'' نامی یہ کتاب حضرت مصلح موعودؓ کی ایک تقریر ہے جو حضور نے امرتسر کے ''بندے ماترم ہال'' میں 22/ فروری 1920ء کو فرمائی۔ یہ وہی ہال ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1905ء میں ایک لیکچر دیا تھا اور حضورؓ

پر اس لیکچر کے دوران پتھر برسائے گئے تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کی اس تقریر کا عنوان ''صداقت اسلام اور ذرائع ترقی اسلام'' تھا۔

حضورؓ نے اس مختصر مضمون میں مذہب کی غرض کو پیش فرما کر اسلام کی صداقت پیش فرمائی ہے اور بتایا کہ مذہب کی غرض ایسا راستہ بتانا ہے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ جو مذہب اس غرض کو پورا کرتا ہے وہ سچا ہے اور جو پورا نہیں کرتا وہ سچا مذہب نہیں۔ اس اُصول کے مطابق حضورؓ نے اسلام کی صداقت کے درج ذیل دو دلائل پیش فرمائے ہیں۔

1۔اسلام کی پیش کردہ تعلیم (قرآن کریم) سب سے بہتر ہے۔

2۔اسلام میں خدا سے کلام کرنے کا دروازہ کھلا ہے۔

اس ضمن میں حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور قبولیت دُعا کے بعض واقعات بیان فرما کر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اسلام کی صداقت پر محبت سے غور کرنے کی تلقین فرمائی اور یہ بتایا کہ مسلمانوں کی ترقی کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ تعصب اور ضد کو چھوڑیں اور خدا تعالیٰ نے جو اس زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعودؑ بنا کر بھیجا ہے انہیں تھام لیں۔

جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

☆ …24/ فروری 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور سے روانہ ہوتے وقت جماعت احمدیہ لاہور کے احباب، خواتین اور طالب علموں سے مخاطب ہو کر ایک خطاب فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس خطاب میں لاہور کی جماعت کے حالات سے واقفیت کی بنا پر بعض نصائح اور چند متفرق امور کی طرف لاہور کے افراد جماعت کی توجہ مبذول کروائی۔

حضورؓ نے اس خطاب میں اجتماع اور اتحاد کے قیام کے لیے تین بنیادی امور کی طرف خصوصی طور پر توجہ دلائی:

1۔اپنی رائے کا قربان کرنا۔

2۔آپس کے معاملات میں طبائع کا لحاظ رکھنا۔

3۔جماعتی عہدیداروں یا افسروں کی اطاعت۔

حضورؓ نے احباب جماعت کو نہایت پر درد انداز میں نصیحت فرمائی ہے کہ

''اس زمانہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھو اور یہ مت سمجھو کہ تم پر کوئی بوجھ پڑا ہوا ہے بلکہ یہ سمجھو کہ تمہیں دین کی خدمت کا موقعہ ملا ہوا ہے… پس تم لوگ اس زمانہ کی قدر کر کے دین کی خدمت کرنے کی کوشش کرو تا کہ خدا تعالیٰ کی اس بارش سے تمہارے گھر بھر جائیں جو دنیا کو سیراب کرنے کے لیے اس نے نازل کی ہے اور اس نور سے بھر پور ہو جاؤ جس کے پھیلانے کا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔''

(جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 95 تا 96)

اپنی اس تقریر کے آخر میں آپؓ نے طلباء کو بالخصوص یہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔

تقریر سیالکوٹ

☆ … حضرت مصلح موعودؓ 7/ اپریل 1920ء کو قادیان سے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور 13/ اپریل تک وہاں قیام پذیر رہے۔ دوران قیام حضورؓ نے 10/ اپریل کو احمدیہ ہال کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے حاضرین سے خطاب فرمایا جو ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان'' کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس خطاب میں قرآن کریم کی سورۃ ہود آیت 18 کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تین نشان بیان فرمائے:

1۔ رسولؐ اپنے ساتھ نشانات رکھتا ہے۔

2۔ گذشتہ کتابوں میں اس نبیؐ کے آنے کی خبریں موجود ہیں۔

3۔ جب دنیا خدا کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہو گی اس وقت ایک ایسا انسان آئے گا جو خود نشان دکھلا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کر دے گا۔

حضورؓ نے بتایا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حالت دیکھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے اس شاہد (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو کھڑا کر دیا ہے جس کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس ضمن میں حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے تین دلائل سے یہ ثابت فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ نہ جھوٹے تھے، نہ غلطی خوردہ تھے اور نہ ہی آپ کو جنون تھا۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور سچے نبی تھے اور جو کامیابی آپؑ کو نصیب ہوئی یا ہو رہی ہے وہ کسی جھوٹے اور مفتری کو نہیں ہوسکتی۔

خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار

☆ … حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے قیام سیالکوٹ کے دوران 11/ اپریل 1920ء کو ایک دعوت کے موقع پر ایک غیر از جماعت نے حضورؓ سے یہ سوال دریافت کیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے آنے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا فضیلت ظاہر ہوئی؟ اس سوال کے جواب میں حضورؓ نے ایک مختصر تقریر ارشاد فرمائی۔ حضور کی یہ تقریر محترم خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل نے مرتب کی جسے ''خاتم النبیینؐ کی شان کا اظہار'' کے عنوان سے محترم محمد یامین صاحب تاجر کُتب قادیان نے دسمبر 1922ء میں شائع کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس تقریر میں بتایا کہ حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے آئے تھے اور آپ کے دعاوی سے اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اوّل تمام مذاہب نے آخری زمانہ میں ایک موعود کے آنے کی خبر دی تھی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ثابت ہو چکا ہے کہ اب اسلام ہی سچا مذہب ہے اس لیے اس کے قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اس موعود کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے بھیجا جس نے اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ظاہر فرمائی ہے۔

دوم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیحؑ کا جو عقیدہ پیش فرمایا ہے اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

سوم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ خدا کے نبی ہونے کا تھا اور نبوت کا یہ انعام بھی آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی حاصل ہوا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان نبوت کا جاری رہنا ہی آپؐ کی فضیلت کا ثبوت ہے نہ یہ کہ وہ بند ہو جائے۔

دُنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا

☆ …سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ایک پبلک لیکچر ہے جو حضور نے 11/ اپریل 1920ء شام پانچ بجے سیالکوٹ میں ارشاد فرمایا۔

اس لیکچر میں حضورؓ نے پہلے یہ سوال اٹھایا کہ ''دنیا کا آئندہ مذہب کیا ہو گا؟'' اس کے جواب میں حضورؓ نے بڑی تحدی سے یہ بات پیش فرمائی ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہی ہو گا۔

حضورؓ نے اپنے اس مختصر لیکچر میں اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کا موازنہ پیش فرماتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی عیسائیت کا مقابلہ کرسکتا ہے اور اس پر غالب آسکتا ہے۔ اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہی ہو گا کیونکہ اسلام کی تعلیم ہر زمانے کے لیے کافی ہے اور یہ مذہب ہر ایک کی پیاس بجھا سکتا ہے اور ہر زمانے میں پیش آنے والی ضروریات کا علاج کرسکتا ہے۔

فرائض مستورات

☆ … حضرت مصلح موعودؓ کا مستورات سے یہ ایک خطاب ہے جو حضورؓ نے 1920ء میں سیالکوٹ قیام کے دوران 12/ اپریل کو پنجابی زبان میں فرمایا۔ اس خطاب کا اردو ترجمہ 16/ اپریل کے الفضل میں شائع ہوا۔

حضورؓ نے اس خطاب میں مستورات کو نہایت آسان اور سادہ پیرایہ میں اسلامی احکامات پر عمل کرنے، عبادات و اخلاق حسنہ کے اپنانے اور بعض ناپسندیدہ امور مثلاً بد رسومات وغیرہ کو ترک کرنے کی تلقین فرمائی۔

ایک غلط بیانی کی تردید

☆ … حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ایک مضمون ہے جس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ 1920ء میں ہندوستان کے ایک اخبار ''آفتاب'' میں ''مرزا بشیر الدین محمود احمد سے قطع تعلق'' کے عنوان سے ایک فرضی اور خود ساختہ خط شائع ہوا۔ اس خط کے لکھنے والے کا نام مستری عمر بخش (انجمن ڈرائیور کوہاٹ) ظاہر کیا گیا تھا۔

حضورؓ نے اس شخص کے متعلق مکمل تحقیق کے بعد اخبار الفضل قادیان کی 13/ مئی 1920ء کی اشاعت میں اس خط کا جواب تحریر فرمایا اور اس میں لگائے جانے والے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کی پُر زور تردید فرما کر اس خط کی اشاعت پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے۔

معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ

☆ …جنگ عظیم اوّل کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ (ترکی) سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلّت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ اس کی بحری، برّی اور ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔

ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم و 2/ جون 1920ء کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔

جمعیۃ العلماء ہند کے مشہور لیڈر مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے 30/ مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضورؓ نے ''معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ'' کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بھجوا دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 263 تا 264)

حضورؓ نے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ شرائط کے نقائص کی نشان دہی فرما کر اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔

حضورؓ نے نہایت مدلّل انداز میں اپنے مؤقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جو ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔

حضورؓ نے اپنی طرف سے تجویز فرمایا کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ بات واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدہ میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے۔ نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں یعنی CAPITALISTS کے مفادات کو مدِّنظر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔

اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ (یعنی مؤتمر عالم اسلامی) قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

لوح الہدیٰ

☆ …1920ء کے موسم گرما میں حضورؓ دھرم سالہ تشریف لے گئے وہاں قیام کے دوران آپ نے احمدی نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک نظم بعنوان ''لوح الہدیٰ'' تحریر فرمائی۔

32/ اشعار پر مشتمل یہ نظم نہایت موثر اور بیش قیمت نصائح اور زریں ہدایات سے پُر ہے۔ اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو

اس نظم کی یہ خصوصیت ہے کہ حضورؓ نے اس نظم کا پس منظر بھی خود تحریر فرمایا ہے اور کم و بیش ہر شعر کی وضاحت و تشریح نثر میں خود بیان فرمائی ہے۔

حضورؓ فرماتے ہیں:

''ہر قوم کی زندگی اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہے کہ کس قدر ہی محنت سے کوئی کام چلایا جائے اگر آگے اس کے جاری رکھنے والے لوگ نہ ہوں تو سب محنت غارت جاتی ہے اور اس کام کا انجام ناکامی ہوتا ہے… ہم پر واجب ہے کہ آپ لوگوں کو ان فرائض پر آگاہ کر دیں جو آپ پر عائد ہونے والے ہیں اور ان راہوں سے واقف کر دیں جن پر چل کر آپ منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں اور آپ پر فرض ہے کہ آپ گوش ہوش سے ہماری باتوں کو سنیں تا خدا تعالیٰ کی طرف سے جو امانت ہم لوگوں کے سپُرد ہوئی ہے اس کے کماحقہ ادا کرنے کی توفیق ہمیں بھی اور آپ لوگوں کو بھی ملے۔

ترک موالات اور احکام اسلام

☆ …1920ء میں ترکی کی دولتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے ترک موالات کا نعرہ بلند کیا۔حضرت

مصلح موعودؓ نے اپنے مضمون ''معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ'' میں مسلمانوں کو اس تحریک موالات کے نقصانات سے بروقت آگاہ فرمادیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس وقت کے مسلمانوں نے اس پُرخلوص آواز پر توجہ نہ دی اور کانگریسی لیڈر مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم ؍اگست 1920ء سے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کا منظم پروگرام شروع کرکے ملک میں ایسی آگ لگادی کہ جس سے ملک کا کوئی صوبہ اور کوئی ضلع محفوظ نہ رہا۔ مسلمان اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ کر افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

ان حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے ''ترک موالات اور احکام اسلام'' کے نام سے یہ کتاب تصنیف فرمائی اور اُن خیالات کو جو حضور ''معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ'' میں پیش فرماچکے تھے قرآن کریم وحدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ ایک بار پھر اس کتاب میں پیش فرمائی۔ حضورؓ کی یہ تصنیف دسمبر 1920ء ہی میں شائع ہوئی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 267 تا 270)

حضورؓ نے اپنی اس تصنیف کی وجہ تالیف ''التماس ضروری'' کے عنوان سے کتاب کے آخر میں ان الفاظ میں پیش فرمائی ہے:

''میں نے یہ رسالہ محض ہمدردیٔ احباب کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے اور اُمید کرتا ہوں کہ اس کے ذریعہ ہر ایک وہ شخص جو قرآن کریم اور ارشادات نبویؐ کا شیدائی ہے ترک موالات کے مسئلہ کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کے قابل ہوجائے گا۔''

حضورؓ نے اپنی اس تصنیف میں ترکِ موالات کے معانی اور ترکِ موالات کے بارے میں مسلمان علماء کی طرف سے دیے گئے فتووں میں پیش کردہ آیات کے حقیقی مفہوم کو تفصیل کے ساتھ پیش فرمایا اور ترکِ موالات کی تائید میں دیے جانے والے دلائل کا پُرزور انداز میں ردّ فرمایا۔

حضورؓ نے قرآن کریم کی رُو سے ترکِ موالات کے چار نقصانات اور ترکِ موالات کے متعلق قرآن کریم کے دو بنیادی احکام بیان کرتے ہوئے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش فرمایا کہ ترکِ موالات کی کوئی صورت بھی اس زمانہ میں جائز نہیں اور اس وقت بالخصوص حکومت کے خلاف اس کا وجوب تو الگ رہا اس کے جواز کا فتویٰ دینا بھی ظلم اور تعدّی ہے۔

اسلام اور حریت ومساوات

☆... حضرت مصلح موعودؓ کی یہ تصنیف دراصل ایک صاحب کے اٹھارہ سوالوں کے جوابات اور ایک تفصیلی مضمون پر مشتمل ہے۔

کوہ مری سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اٹھارہ سوال لکھ کر بھیجے تھے جس کے جوابات حضورؓ نے تحریر فرمائے جو 11؍نومبر 1920ء کو الفضل میں شائع ہوئے۔

ان جوابات کی اشاعت پر امرتسر کے ایک اخبار روزنامہ وکیل میں خواجہ عباد اللہ صاحب اختر نے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا اور حضورؓ کی طرف سے الفضل میں شائع ہونے والے مذکورہ جوابات پر بعض اعتراضات کیے۔ اس سلسلہ مضامین کی اشاعت کے بعد حضورؓ نے ان لوگوں کی رہ نمائی کے لیے جو حق طلبی کا جذبہ رکھتے ہیں ایک اور تفصیلی مضمون تحریر فرمایا اور اس کا عنوان ''اسلام اور حریت ومساوات'' رکھا۔ یہ مضمون 20؍دسمبر 1920ء کے الفضل میں شائع ہوا۔

حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حریت ومساوات کے حقیقی معانی اور مفہوم کو پیش فرمایا اور بتایا کہ حریت ومساوات کا اصل ہر جگہ چسپاں نہیں ہو سکتا۔ بعض جگہ حریت ومساوات بری ہوتی ہے، بعض جگہ جائز اور بعض جگہ ضروری ہوتی ہے۔ مساوات کے موضوع کے علاوہ حضورؓ نے اس مضمون میں خواجہ عباد اللہ صاحب اختر کی ان باتوں کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے جو انہوں نے حضورؓ کی طرف غلط طور پر منسوب کیے تھے۔

اسلام پر ایک آریہ پروفیسر کے اعتراضات کا جواب

☆...1920ء کے اواخر میں آریہ سماجیوں کی طرف سے لاہور میں قومی امور سے متعلق جلسے منعقد کیے گئے۔ انہی جلسوں میں گروکل پارٹی سے تعلق رکھنے والے پروفیسر رام دیو صاحب نے بھی ایک لیکچر دیا جس کا موضوع یہ تھا کہ بُدھ مت، مسیحیت اور اسلام زمانے کے حالات کے مطابق نہیں ہیں اور سائنس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جبکہ ہندو مت جو خود سائنس کا سرچشمہ ہے اسے علوم کی ترقی سے کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا یہی آئندہ دنیا کا مذہب ہوگا۔

پروفیسر صاحب کے اس لیکچر کا خلاصہ لاہور کے اخبار ''بندے ماترم'' نے 30؍نومبر 1920ء کی اشاعت میں شائع کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے پروفیسر صاحب مذکور کے خیالات کا ردّ فرمانے کی غرض سے ایک مضمون تحریر فرمایا جو 13؍دسمبر 1920ء کو الفضل (قادیان) میں شائع ہوا جس میں حضورؓ نے پروفیسر رام دیو صاحب کے خیالات کی پُرزور تردید فرمائی اور اسلام کی حقانیت پیش فرمائی۔

حضورؓ کے اس مضمون کی اشاعت کے بعد پروفیسر رام دیو صاحب نے 16؍جنوری 1921ء کو پرکاش نامی ایک اخبار میں اس کا جواب شائع کروادیا۔ حضورؓ نے اس کا بھی جواب الجواب تحریر فرمایا جو الفضل کی 7؍فروری 1921ء کی اشاعت میں شائع ہوا اور چونکہ رام دیو صاحب نے اپنے دوسرے مضمون میں قرآن کریم کے الہامی ہونے کے متعلق کچھ اعتراضات پیش کرنے کی اجازت چاہی تھی اور اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ حضورؓ ان اعتراضات کا جواب ارشاد فرمائیں۔ اس لیے حضورؓ نے اس دوسرے مضمون میں اعتراضات کے سلسلہ کو ناواجب طوالت سے بچانے کے لیے نو(9) شرائط پر مشتمل تحریری مباحثہ کا طریق پیش فرمایا جسے پروفیسر صاحب نے منظور کرلیا۔ اس پر حضورؓ نے ایک تیسرا مضمون تحریر فرمایا جو 7؍اپریل 1921ء کو الفضل قادیان میں شائع ہوا۔ اس تیسرے مضمون میں حضورؓ نے اپنی پیش کردہ شرائط کی مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمایا کہ

''اگرچہ پروفیسر صاحب کو میری... تحریر سے اتفاق ہو تو وہ ان تین اعتراضات کو شائع کروادیں جس کی بنا پر قرآن کریم کے الہامی ہونے میں ان کو کلام ہے اور ان کے اعتراضات کو وضاحت سے بیان کردیں جن کا تصفیہ سب سے پہلے کرنا وہ پسند کرتے ہوں۔ ان کے مضمون کے شائع ہونے پر میں ان کا مضمون اور اپنا جواب بھی الفضل میں شائع کروادوں گا۔''

اصلاح نفس (متفرق اُمور)

☆... یہ وہ تقریر ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 27؍دسمبر 1920ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر فرمائی تھی۔

حضورؓ نے اپنی اس تقریر میں جماعت کے اخلاص اور اس کی عمومی حالت کا ذکر فرمایا اور اصلاح نفس اور ترک شرّ کے حوالے سے بدظنی، جھوٹ، سخت کلامی و درشتی، نشہ اور حقہ نوشی وغیرہ امور سے احباب جماعت کو مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی اور اعمالِ خیر کے حوالے سے نماز باجماعت پڑھنے، نماز کا ترجمہ سیکھنے، روزہ رکھنے، علم حاصل کرنے، خدا کی محبت دل میں پیدا کرنے اور زکوٰۃ وصدقات دینے کی طرف نہایت دلنشیں اور موثر انداز میں توجہ دلائی۔

ملائکۃ اللہ

☆... حضرت مصلح موعودؓ کی معارف وحقائق سماوی سے پُر یہ تقریر جو حضور نے 28؍اور 29؍دسمبر 1920ء کو جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر مسجد بیت نور میں ارشاد فرمائی۔ اس کا موضوع ''ملائکۃ اللہ'' ہے۔

ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک و دقیق ہے حضورؓ نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا ہے۔

حضورؓ نے قرآن کریم کی رُو سے ملائکہ کی حقیقت و ضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض و خدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان کے متعلق شبہات واعتراضات کے مفصل و مدلل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضور نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور اُن سے فیض حاصل کرنے کے 10 ذرائع بیان فرمائے۔

خطبات جمعہ بیان فرمودہ 1920ء

خلافت حقہ اسلامیہ کی برکات میں سے ایک عظیم الشان برکت خلفائے کرام کے خطبات جمعہ ہیں جن کے ذریعہ افراد جماعت کو وقت کی ضرورت کے مطابق خلفاء نصائح فرماتے ہیں۔

1920ء کے خطباتِ جمعہ خطبات محمود جلد ششم میں شائع ہوئے ہیں۔ مطبوعہ خطبات کی کل تعداد 38 ہے۔

ان خطبات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے افراد جماعت کو وقت کی ضرورت کے مطابق نصائح فرمائیں جن میں اشاعت اسلام کے منصوبوں میں حصہ لینے کی تحریکات بھی ہیں اور اصلاح نفس کے حوالے سے زرّیں نصائح بھی۔

سال کے آغاز ہی میں آپؓ نے جماعت کے سامنے لندن میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کی تعمیر کے حوالے سے چندہ جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔

اس کے بعد جنوری کے ہی ماہ میں حضورؓ نے افراد جماعت کو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی نیز ایک خطبہ میں اس امر کی طرف رہ نمائی فرمائی کہ افراد جماعت اپنے فوائد کو جماعتی فوائد پر قربان کرنے کی عادت اگر اپنالیں تو دنیا کی کوئی طاقت اسے تباہ نہیں کرسکتی۔

فروری کے ماہ میں حضورؓ نے ایک خطبہ جمعہ میں اس وقت کے حالات کے مطابق دنیاوی ابتلاؤں جیسے مختلف وبائیں اور قحط سے محفوظ رہنے کے لیے ایک حقیقی مومن کے ردّعمل کی طرف توجہ مبذول کروائی کہ ایسے مواقع پر مومنین دعاؤں سے کام لیتے ہیں۔

اس کے بعد حضورؓ نے فروری کے ماہ میں متواتر تین خطبات میں اشاعت اسلام کے حوالے سے افراد جماعت کو اس کام میں بھرپور حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی۔

خلفاء جہاں جماعت کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کی طرف توجہ دلاتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آئیں وہاں ساتھ ساتھ موجودہ افراد جماعت کی اصلاح اور ان کی تربیت کی طرف بھی بھرپور توجہ ہوتی ہے۔

چنانچہ 1920ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے متواتر کئی خطبات افراد جماعت کے آپس میں اتفاق اور پیار و محبت قائم کرنے کے حوالے سے ارشاد فرمائے۔ قرآن کریم کا ارشاد وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کی روشنی میں حضورؓ نے 2؍اپریل 1920ء کو خطبات کا ایک سلسلہ شروع فرمایا جس میں آپؓ نے مختلف اوقات میں 7؍خطبات ارشاد فرمائے۔ یہ سلسلہ 25؍جون 1920ء کے خطبہ جمعہ پر اختتام کو پہنچا۔

اس کے علاوہ حضورؓ نے اس سال مختلف تربیتی موضوعات پر خطبات ارشاد فرمائے جس میں تعلق باللہ، اعلیٰ اخلاق اپنانا، سلام کو رواج دینا، دین کے احکامات کو ماننا اور دوسروں سے منوانا، آپس میں صلح کرنا، غیبت سے بچنا، خوبی کو ظاہر کرنا اور برائی کو چھپانا اور خدا تعالیٰ پر توکل کرنے میں ہی کامیاب ہونا جیسے عناوین شامل ہیں۔

سال کے اختتام پر حضورؓ نے جلسہ سالانہ کے حوالے سے بعض خطبات ارشاد فرمائے جس میں منتظمین اور مہمانوں کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کیا بطور خاص اہالیان قادیان کو اکرام ضیف کی ہدایت فرمائی۔

سال کا آخری خطبہ جمعہ حضورؓ نے 31؍دسمبر 1920ء کو ارشاد فرمایا۔ اس میں حضورؓ نے افراد جماعت کو مسلسل خدمت دین میں لگے رہنے اور کبھی بھی سستی نہ دکھانے کی نصیحت فرمائی۔

آپؓ نے فرمایا:

''...ہمیشہ یاد رکھو کہ دین کی خدمت میں سُست ہونا کوئی خوبی نہیں بلکہ دین کی خدمت کے لیے آگے ہی آگے بڑھنا خوبی ہے۔ جو شخص آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اور نیکی کی توفیق دیتا ہے...

پس کبھی سست مت ہو۔ کبھی ہمت اور استقلال چھوڑ کر مت بیٹھو اور کبھی نہ کہو کہ ہم ہار گئے۔ آخری وقت تک جیت جانے کی امید رکھو۔ آخر تم جیت جاؤ گے...

یہ میری نصیحت ہے اس پر عمل کروگے تو ان شاء اللہ دین و دنیا میں تمہیں ناکامی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عمل کی توفیق دے۔''

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 580)

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کی روح پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے کہ آپؓ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اشاعت دین کے لیے وقف کررکھا تھا اور عمر بھر افراد جماعت کو اس راہ کی طرف اپنے خطبات، خطابات اور مضامین کے ذریعہ توجہ دلاتے رہے۔ آمین۔

☆...☆...☆

بقیہ: سو سال قبل تاریخ احمدیت...... از صفحہ نمبر 28

مولویوں کی اشتعال انگیزی کے یہ لیکچر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ حضورؓ رات لاہور واپس تشریف لے آئے۔
(الفضل 15/مارچ 1920ء)

24/فروری 1920ء

☆... حضورؓ نے 24/فروری 1920ء کو احمدیہ ہاسٹل میں جماعت لاہور سے خطاب فرمایا۔ (الفضل 15/مارچ 1920ء)

☆... خطاب کے بعد حضورؓ اسٹیشن روانہ ہوئے۔ لاہور، امرتسر اسٹیشن پر کثیر احباب نے الوداع و استقبال کیا۔ رات ایک بجے بٹالہ پہنچے جہاں سٹیشن پر ہی رات قیام فرمایا۔
(الفضل یکم/مارچ 1920ء)

25/فروری 1920ء

☆... حضورؓ بٹالہ سے قادیان تشریف لے آئے۔
(الفضل یکم/مارچ 1920ء)

یکم مارچ 1920ء

☆... حضورؓ تبدیلی ہوا کے لیے موضع پھیرو چیچی تشریف لے گئے۔ (الفضل 4/مارچ 1920ء)

13/مارچ 1920ء

☆... حضورؓ تبدیلی آب و ہوا کے لیے گورداسپور میں مقیم رہے۔ لیکن صحت بہتر نہ ہوئی۔ 13/مارچ کو حضورؓ گاڑی پر سوار ہو کر پٹھان کوٹ پہنچے۔ لیکن مادھو پور جانے سے پہلے حضورؓ نے پسند فرمایا کہ اسی جگہ دو تین دن قیام فرمائیں۔ چنانچہ مس ہیلی کے بنگلہ میں فروکش ہوئے۔ (الحکم 21/مارچ 1920ء)

27/مارچ 1920ء

☆... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ واپس قادیان تشریف لائے۔ (الحکم 28/مارچ 1920ء)

7/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ 7/اپریل 1920ء بعد نمازِ عصر قادیان سے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ سفر لاہور کی طرح اس سفر میں بھی حضور نے کئی تقریریں فرمائیں۔ (الفضل 8/اپریل 1920ء)

10/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ نے سیالکوٹ میں "احمدیہ ہال" کی بنیاد رکھی۔ اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔ (الفضل 22/اپریل 1920ء)

11/اپریل 1920ء

☆... سیالکوٹ میں "دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا" کے موضوع پر حضورؓ نے خطاب فرمایا۔ اس لیکچر کے وقت آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ آسمان سے یکایک ایک نور اترا ہے اور میرے اندر داخل ہو گیا ہے اور میرے جسم سے ایسی شعاعیں نکلنے لگی ہیں کہ مَیں نے حاضرین کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ جکڑے ہوئے میری طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔
(الفضل 19/اپریل 1920ء)

12/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ نے پنجابی زبان میں ایک گھنٹہ تک مستورات کو لیکچر دیا جو فرائض مستورات کے نام سے چھپ چکا ہے۔ (الفضل 19/اپریل 1920ء)

13/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ سیالکوٹ سے واپسی پر 13/اپریل کو لاہور رونق افروز ہوئے۔
(الفضل 19/اپریل 1920ء)

14/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ لاہور سے امرتسر پہنچے اور اس موضوع پر کہ "کیا دنیا کے امن و امان کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جا سکتی ہے" بندے ماترم ہال میں لیکچر دیا۔ اور مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم کے اعلان کے مقابل اسلام کو ذریعہ امن ثابت فرمایا۔
دوران لیکچر مخالفین نے فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی جس پر احباب جماعت نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔
(الفضل 19/اپریل 1920ء)

15/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ کی سیالکوٹ سے واپس قادیان کامیاب مراجعت ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 255)

26/اپریل 1920ء

☆... حضورؓ نے حالات کے تناظر میں یہ نظم کہی جو نمازِ عشاء کے بعد سنائی گئی۔

غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں
اغیار کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے ہمیں

اس نظم کا آخری معروف شعر یہ ہے:

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

(الفضل 26/اپریل 1920ء)

6/مئی 1920ء

☆... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صبح کے وقت طلباء ہائی سکول اور طلباء مدرسہ احمدیہ کے لیے ہائی سکول کے ہال میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر تقریر فرمائی۔ (الفضل 10/مئی 1920ء)

7/مئی 1920ء

☆... حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ پنشنر لاہور صحابی حضرت مسیح موعودؑ انتقال فرما گئے۔ 18/مئی کو بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔ (الحکم 7/دسمبر 1920ء)

28/مئی 1920ء

☆... ویسٹرن اینڈ ایسٹرن سٹوڈیو میں حضرت مولوی فتح محمد سیال صاحبؓ کا لیکچر ہوا۔

مئی 1920ء

☆... حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو امریکہ میں داخل ہو کر دعوت الی اللہ کی اجازت مل گئی۔ (الحکم 7/دسمبر 1920ء)

یکم جون 1920ء

☆... حضور نے "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" تصنیف فرمائی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 257)

4/جون 1920ء

☆... حضرت مولوی عبد الرحیم نیر صاحبؓ کا ویسٹرن اینڈ ایسٹرن سٹوڈیو میں District officer in India (ہندوستان میں افسر ضلع) لیکچر ہوا۔ جس میں کپتان ڈگلس کے منصفانہ فیصلہ کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی اور مسیح ناصریؑ سے مماثلت کا حال بیان کیا گیا۔
(الفضل 22/جولائی 1920ء)

21/جون 1920ء

☆... حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر پہلی یادگار مبلغین کلاس جاری ہوئی۔
اس کے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ جیسے جلیل القدر صحابی مقرر ہوئے۔
طلباء میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ، مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی، مولانا ظہور حسین صاحب اور مولانا شہزادہ خانصاحب مرحوم جیسے نامور علماء اس پہلی کلاس کے ابتدائی طلباء تھے۔ اس کلاس میں بعد میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ بھی شامل ہو گئے۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 256)

10/جون 1920ء

☆... احباب جماعت نے امامِ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لندن مسجد کے لیے 78,500/روپے پیش کر دیے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4)

16/جون 1920ء

☆... 29/رمضان المبارک بعد از نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک تقریر فرمائی جس میں اہالیان قادیان کو رمضان کی آخری گھڑیوں میں دعاؤں میں مشغول رہنے کی ہدایت فرمائی۔ (الفضل 21/جولائی 1920ء)

18/جون 1920ء

☆... 18/جون کو حضورؓ نے نمازِ عید باغ میں پڑھائی۔ مستورات کے لیے علیحدہ بارعایت پردہ انتظام کیا گیا تھا۔ اس دن نمازِ جمعہ بھی اسی جگہ پڑھی گئی۔ (الفضل 21/جولائی 1920ء)

جون 1920ء

☆... حضورؓ نے مشہور نظم "نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے" تحریر فرمائی۔ اسی سال جبکہ حضورؓ دھرم سالہ میں مقیم تھے نوجوانان احمدیت کو نہایت قیمتی نصائح کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے ایک درد انگیز نظم کہی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

اس نظم کی یہ خصوصیت تھی کہ حضور نے نہ صرف قریباً ہر شعر کی وضاحت نثر میں بھی حاشیہ کے ذریعہ سے فرمائی۔ بلکہ نظم لکھنے سے قبل اس کا پس منظر بھی اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 259)

6/جولائی 1920ء

☆... حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ (الحکم 7/دسمبر 1920ء)

جولائی 1920ء

☆... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت احمدیہ کو اپنے پیغام میں مدرسہ احمدیہ کی ترقی و بہبود کے لیے اپنے بچے بھجوانے اور مالی اعانت کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
"مدرسہ احمدیہ تمہاری عملی جدوجہد کا نقطہ مرکزی ہے اور اسی کی کامیابی پر اس امر کا فیصلہ ٹھہرا ہے کہ آئندہ سلسلہ کی تبلیغ جاری رکھی جا سکے گی یا نہیں۔"
اس پیغام پر کئی مخلصین جماعت نے اپنے نونہال اس اہم درس گاہ میں داخل کرا دیے اور مدرسہ کے طلباء میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔
(الفضل 12/جولائی 1920ء)

31/جولائی 1920ء

☆... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تبدیلی آب و ہوا کے لیے ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ (الفضل 2/اگست 1920ء)

8/اگست 1920ء

☆... حضورؓ نے تازہ نظم بمقام کوہ بھاگسو حلقہ احباب میں خود سنائی۔

مری تدبیر جب مجھ کو مصیبت میں پھنساتی ہے
تو تقدیرِ الٰہی آن کر اس سے چھڑاتی ہے

(الحکم 14/اگست 1920ء)

12/اگست 1920ء

☆... حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص مہاجر صحابی جناب عبد الغفار خانؓ (پٹھان) صاحب آف بکنجیل علاقہ پہاڑی خوست اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ (الحکم 14/اگست 1920ء)

14/اگست 1920ء

☆... کولمبو سیلون (سری لنکا) میں سال کے آغاز سے جماعتی حالات مخدوش رہے۔ کچھ احباب کے خلاف مقدمہ درج کر کے گرفتار کیا گیا۔ 14/اگست کو یہ احباب بری کیے گئے اور احمدیت کی معجزانہ فتح ہوئی۔ (الحکم 28/ستمبر 1920ء)

19/اگست 1920ء

☆... مولوی مبارک علی صاحب بی اے بی ٹی نائجیریا میں تبلیغ کے لیے روانہ ہوئے۔ (الحکم 7/دسمبر 1920ء)

26/اگست 1920ء

☆... حضورؓ نے ڈلہوزی قیام کے دوران بمقام کوہ ڈلہوزی کوٹھی راج محل عید الاضحیٰ پڑھائی۔ (الفضل 6/ستمبر 1920ء)

30/اگست 1920ء

☆... کرائڈن Croydon کی تھیوسوفیکل لاج نے جو لندن کی اعلیٰ لاجوں میں سے ایک ہے۔ اسلام پر چودھری صاحب کا لیکچر رکھا تھا۔
پہلا لیکچر اس قدر پسند کیا گیا کہ دوسرا لیکچر دینے کی درخواست سوسائٹی مذکور کی طرف سے کی گئی۔
دوسرا لیکچر اسلام اور اصول و ارکان اسلام پر ہوئے۔
تیسرا لیکچر پیغمبر اسلام پر مقرر تھا اور چوہدری صاحب کے سفر پیرس کی وجہ سے حضرت مولوی عبد الرحیم نیر صاحبؓ نے ایک گھنٹہ تقریر کی۔ جس میں نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آپ کا زندہ نبی ہونا اور حضرت مسیح موعود کی بعثت کا ذکر کیا۔
(الفضل 30/اگست 1920ء)

6/ستمبر 1920ء

☆... لندن میں مسجد کی تعمیر کے لیے زمین خریدنے کی خبر آئی۔ (الحکم 7/دسمبر 1920ء)

8/ستمبر 1920ء

☆...لندن مسجد کے لیے قطعہ زمین کے حصول پر ڈائن کنڈ ڈلہوزی میں پرمسرت تقریب منعقد ہوئی۔اس تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر قریباً تمام رفقاء سفر (مثلاً حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ،حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ،حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ،حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ ایم۔اے،حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب) نے باری باری مسجد لندن کے بارے میں اشعار پڑھے اور سب کے بعد خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ قطعہ سنایا۔

مرکز شرک سے آوازہ توحید اٹھا
دیکھنا دیکھنا مغرب سے ہے خورشید اٹھا
نور کے سامنے ظلمت بھلا کیا ٹھہرے گی
جان لو جلد ہی اب ظلم صنا دید اٹھا

(الفضل 16/ستمبر 1920ء)

☆...اس قطعہ کے علاوہ حضورؓ کی ایک نظم بھی مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ نے پڑھ کر سنائی۔نظموں کا پروگرام ختم ہونے پر دعا ہوئی اور نماز عصر پڑھنے کے بعد دعوت کا اہتمام کیا گیا۔الحکم نے تمام نظمیں اور رباعیاں شائع کیں۔

(الحکم 21/ستمبر 1920ء)

15/ستمبر 2019ء

☆...حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ہاں ایک لڑکا عزیزم مبشر احمد پیدا ہوا۔(الحکم 7/دسمبر 1920ء)

26/ستمبر 1920ء

☆...حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ 26/ستمبر بھینی شرق پور ضلع شیخوپورہ میں رحلت فرما گئے۔(الفضل یکم/نومبر 1920ء)

23/ستمبر 1920ء

حضورؓ 23/ستمبر 1920ء کو ڈلہوزی سے واپس قادیان تشریف لائے۔(الحکم 7/دسمبر 1920ء)

ستمبر 1920ء

☆...امریکہ کا دارالتبلیغ کو شکاگو منتقل کر دیا گیا۔

(الفضل 23/ستمبر 1920ء)

☆...حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت سردار عبد الرحمٰن صاحبؓ مختصر دورہ پر کولمبو تشریف لائے اور کولمبو کے ٹاؤن ہال میں پبلک لیکچر دیا۔

(الفضل 8/جنوری 2003ء)

7/اکتوبر 1920ء

☆...حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک خطاب بعنوان ”غیرت اور اخلاق فاضلہ“ طلباء ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کو ارشاد فرمایا۔اس موقعہ پر حضورؓ کی نظم بھی پڑھی گئی جو نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہی گئی۔

(الفضل 11/اکتوبر 1920ء)(الحکم 14/اکتوبر 1930ء)

11/اکتوبر 1920ء

☆...حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر میں دختر نیک اختر متولد ہوئی۔(الفضل 14/اکتوبر 1920ء)

21/اکتوبر 1920ء

☆...حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مدرسہ احمدیہ کے احاطہ میں موجودہ حالات زمانہ کے متعلق خطاب فرمایا جس میں حضورؓ کے مخاطب مختلف صیغوں کے افسران،ایڈیٹر صاحبان،کالجوں کے نوجوان طلباء،مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کی اعلیٰ جماعتوں کے طلباء تھے۔تقریر تقریباً تین گھنٹے جاری رہی۔

(الفضل 25/اکتوبر 1920ء)

27/اکتوبر 1920ء

☆...بمطابق 14/صفر مغرب کے قریب چاند کو گہن ہوا۔مغرب کی نماز کے بعد حضورؓ نے مسجد میں جمع ہو کر نوافل پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے صلوۃ کسوف پڑھائی۔نماز کے بعد حضورؓ نے ایک تقریر فرمائی۔جب تک چاند گہن رہا تسبیح و تحمید کی گئی۔(الفضل یکم/نومبر 1920ء)

9/نومبر 1920ء

☆...حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا نارتھ ہمپٹن بیتھ کی ایک انجمن میں لیکچر ہوا جس میں 70/کے قریب افراد نے شرکت کی۔(الفضل 20/نومبر 1920ء)

11/نومبر 1920ء

☆...حضورؓ پھیرو چیچی تشریف لے گئے اور اسی دن واپس آ گئے۔(الفضل 15/نومبر 1920ء)

29/نومبر 1920ء

☆...حضورؓ کے گھر میں دختر متولد ہوئی۔

(الفضل 2/دسمبر 1920ء)

نومبر 1920ء

☆...حضرت مولوی عبدالرحیم نیر صاحبؓ نے ماہ نومبر میں درج ذیل لیکچر زدیے۔

افریقن سوسائٹی: یونائٹڈ افریقن برادرس ہوڈ کے جلسہ میں مختصر وعظ کیا۔

زنانہ سوسائٹی: Woman Guild 'مجمع خواتین' ویزلین گرجا کے ایک کمرہ میں جلسہ تھا لیکچر کا موضوع: What Britain and India owes to each other 'ہندوستان اور برطانیہ کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں۔

2/نومبر کو لندن کے مضافات میں واٹفورڈ کے علاقہ میں ایک سوسائٹی کی دعوت پر تشریف لے گئے جہاں 100/سے زائد افراد کو Family life in India 'ہندوستان میں خانگی زندگی' پر لیکچر دیا۔(الفضل 2/دسمبر 1920ء)

21/دسمبر 1920ء

☆...ڈاکٹر گارڈن صاحب پادری ضلع گورداسپور مع ایک یورپین صاحب قادیان آئے اور حضورؓ سے ملے۔چونکہ پادری صاحب نے صرف ملنا ہی تھا اس لیے کوئی مذہبی گفتگو نہ ہوئی۔البتہ جب انہوں نے یہ کہا کہ بٹالہ سے قادیان آنے والی سڑک بہت خراب اور تکلیف دہ ہے۔اس کے پختہ بنانے کا انتظام کرنا چاہیے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ اس سے بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔کیونکہ آپ نے قبل از وقت بتایا تھا کہ لوگ دور دور سے آئیں گے۔چنانچہ اب باوجود رستہ کی تکالیف کے آتے ہیں۔پادری صاحب سن کر خاموش رہے۔(الفضل 23/دسمبر 1920ء)

26/تا 29/دسمبر 1920ء

☆...امسال 26/تا 29/دسمبر 1920ء کو قادیان دارالامان میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

27/دسمبر 1920ء

☆...دن کے دوسرے اجلاس کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سٹیج پر تشریف لائے۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور پھر ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے حضورؓ کی نظم بعنوان ”نوجوانانِ جماعت سے خطاب“ پیش کی۔

اس نظم کے اشعار نے ایسی رقت پیدا کر دی کہ اکثر اصحاب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔اور بعض کی تو چیخیں نکل گئیں۔

☆...نظم کے بعد حضورؓ نے جماعت احمدیہ کی ترقیات بیان فرمائیں اور احباب جماعت کو نصائح فرمائیں۔

(الفضل 6/جنوری 1921ء)

28/دسمبر 1920ء

☆...آج کے دن کے دوسرے اجلاس کے لیے حضورؓ سٹیج پر تشریف لائے۔آغاز میں حافظ روشن علی صاحبؓ نے تلاوت کی جس کے بعد چار نظمیں پڑھی گئیں۔حضورؓ کی نظم بابا فضل کریم صاحب نے پڑھی۔جس کے بعد بیعت کی تقریب ہوئی۔بعد بیعت دعا کی گئی۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وجود ملائکہ کے متعلق اپنا معرکۃ آراء خطاب شروع فرمایا۔اس کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا اور نمازِ مغرب و عشاء حضورؓ نے پڑھائی۔

(الفضل 10/جنوری 1921ء)

29/دسمبر 1920ء

☆...جلسہ کے دیگر پروگرام کے علاوہ آج کے روز حضورؓ نے گذشتہ روز کے مضمون ”ملائکۃ اللہ“ کا سلسلہ جاری رکھا۔(الفضل 10/جنوری 1921ء)

دسمبر 1920ء

☆...حضورؓ کی تصنیف ”ترک موالات و احکام اسلام“ شائع ہوئی۔(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 261)

بلا تاریخ

☆...1920ء میں جماعت سری لنکا نے دعوت الی اللہ اور نماز باجماعت کے لیے سلیو آئس لینڈ (Slave Ice Land) میں جگہ حاصل کی۔یہ اس ملک میں ابتدائی مرکز تھا جو مشن ہاؤس اور مسجد کا کام دینے لگی۔(الفضل 8/جنوری 2003ء)

☆...سال 1920ء میں 70/افراد نے امریکہ و لندن میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کیا۔(الحکم 7/دسمبر 1920ء)

وصال کبار صحابہؓ

☆...1920ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے جن صحابہ کی وفات ہوئی ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ رئیس لاہور۔حضرت مولوی فتح دین صاحبؓ دھرم کوٹ بگہ۔حضرت مولوی عبدالغفار صاحبؓ افغان۔حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ بھینی شرق پور۔حضرت منشی گلاب دین صاحب رہتاسیؓ۔حضرت میرزا امیر احمد خان صاحبؓ عرائض نویس (مردان) اور حضرت مولوی عبدالقادر صاحبؓ لدھیانوی۔(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 265)

”سیرت خاتم النبیین“ کی اشاعت

☆...سال کے آخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی معرکہ آراء کتاب ”سیرت خاتم النبیین“ کی پہلی جلد شائع ہوئی۔اس میں آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کے بصیرت افروز حالات و واقعات کا بیان ہے۔

ابتداءً یہ کتاب 1919ء کے ریویو میں ماہوار چھپتی رہی نظر ثانی کے بعد کتابی شکل میں یہ شائع ہوئی۔یہ محققانہ تصنیف جو اپنی مثال آپ ہے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اسلامی لٹریچر میں ایک شاندار اضافہ ہے۔

چنانچہ اس کے پہلے ایڈیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے علاوہ سر محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور،مولوی الف دین صاحب وکیل ہائی کورٹ پنجاب اور ”آگرہ اخبار“ (آگرہ) ”میونسپل گزٹ“ لاہور نے بہت عمدہ تبصرے کیے۔

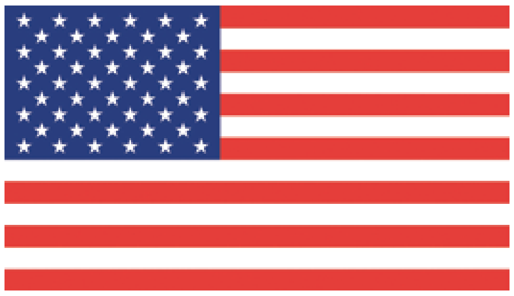
☆...☆...☆

میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ
درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں یا حدیثوں کی تفسیر ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”درحقیقت اگر دیکھا جائے تو میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے۔یا حدیثوں کی تفسیر ہے۔لیکن ان میں بھی لفظ پھر مختصر ہی استعمال ہوئے ہیں ورنہ شعر نہیں بنتا۔شعر کے چند لفظوں میں ایک بڑے مضمون کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا یا اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ 25/اکتوبر 1955ء صفحہ 4)



جماعت احمدیہ کے باقاعدہ قیام پرسو سال پورے ہونے کی خوشی میں

امریکہ بھرمیں باجماعت نمازِ تہجد اور تقریباتِ تشکّر کا انعقاد

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام

1920ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نوجوان صحابی حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ کو بلادِ امریکہ میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ کے لیے بھجوایا۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جو لندن میں خدمات پر مامور تھے روانہ ہو کر 15/ فروری 1920ء کو فلاڈلفیا میں اترے۔ مگر آپ کو آتے ہی قید کر دیا گیا۔ آپ نے قید خانہ ہی میں تبلیغ کا اہم فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا اور چند سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں سے آپؓ کو جلد رہائی نصیب ہوئی اور آپ نے اعلائے کلمۃ اللہ کا کام فلاڈلفیا، نیویارک، ڈیٹرائٹ، شکاگو اور دیگر شہروں میں جاری رکھا۔ الحمد للہ

جماعت احمدیہ امریکہ کے لیے 2020ء کا سال بہت اہم ہے کہ اس میں یہاں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے مبلغ سلسلہ کی آمد کو سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ یاد رہے کہ احمدیت کا پیغام یہاں بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائے مباہلہ سے اعجازی رنگ میں الیگزینڈر ڈووِی کے عبرت ناک انجام سے ہر کوئی واقف ہے۔

گزشتہ پانچ چھ سالوں سے جماعت احمدیہ امریکہ صدسالہ تقریبات کو منانے کی تیاری کر رہی ہے۔ مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب (سابق امیر جماعت) نے اس کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ اس کے بعد اب گزشتہ تین چار سالوں سے جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر مکرم ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب کی رہنمائی میں جو کمیٹی کام کر رہی ہے اس کمیٹی میں مکرم ناصر محمود ملک (صدر کمیٹی) اور مکرم امجد محمود خان (سیکرٹری) و دیگر شامل ہیں۔ خاکسار کو بھی اس کمیٹی کا ممبر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اس مبارک موقع پر مکرم امیر صاحب جماعت امریکہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں خصوصی پیغام مرحمت فرمانے کی درخواست کی تھی جو قارئین کے استفادے کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔

صدسالہ جوبلی کی تقریبات

15/ فروری کو امریکہ کے طول و عرض میں قائم جماعتہائے احمدیہ نے منظور شدہ پروگرام کی روشنی میں 15/



فروری کے دن کا آغاز باجماعت نماز تہجد و نماز فجر اور درس سے کیا۔ ہر جگہ ایک جوش، جذبے اور ولولے کے ساتھ ممبران جماعت احمدیہ نے ان پروگراموں میں حصہ لیا اور خدا کے حضور اس کی نعمتوں اور کامیابیوں پر شکر ادا کیا۔

جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا جانے والا عظیم الشان انعام تو بلاشبہ خلافت احمدیہ کا بابرکت وجود ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت کی اہمیت، مقام اور ضرورت کو بار بار جماعت کے سامنے رکھا اور اس کی قدر کرنے کی تلقین فرمائی۔

نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد ہر جگہ سب احباب جماعت کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔ جس کے بعد تمام جماعتوں میں اس دن کی مناسبت سے ایک مختصر مگر جامع پروگرام کا انتظام تھا۔ تمام صدرانِ جماعت نے تلاوت اور نظم کے بعد اس دن کی اہمیت کو واضح کیا اور حضورِ انور کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ جہاں جہاں مبلغین و مربیان کرام موجود تھے انہوں نے بھی اس دن کی اہمیت مثالوں سے واضح کی اور حضور انور کے پیغام کی روشنی میں ممبران جماعت کو تبلیغ و تربیت کے کاموں کو وسعت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

یہ پروگرام صدسالہ تقریبات کا صرف آغاز ہے۔ اس مبارک سال کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی تقریبات قریباً سارے 2020ء پر محیط ہیں۔

وہ جماعتیں جن میں یہ پروگرام منعقد کیے گئے ان میں سرفہرست مسجد بیت الرحمان میری لینڈ (نیشنل ہیڈ کوارٹرز)۔ فلاڈلفیا۔ ڈیٹرائٹ۔ شکاگو۔ زائن۔ ملواکی۔ آش کاش۔ ہیوسٹن۔ آسٹن۔ ڈیلس۔ لاس اینجلس۔ فی نکس۔ طوسان۔ سان فرانسسکو۔ ڈیٹن۔ کولمبس۔ کلیولینڈ۔ نیویارک۔ باسٹن۔ ورجینیا۔ اٹلانٹا۔ جارجیا۔ لاس ویگاس۔ ہیرس برگ۔ پورٹ لینڈ۔ بالٹی مور۔ سینٹرل جرسی۔ شارلیٹ۔ میامی۔ نیو آرلینز۔ ورجینیا۔ روچسٹر۔ سی آٹل۔ سینٹ لوئس۔ تلسہ۔ ولنگبرو۔ تمام جماعتوں سے یہی اطلاع ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بھاری تعداد دور دراز کا سفر طے کر کے نماز تہجد۔ نماز فجر اور پروگرام میں شامل ہوئے۔

پروگرام کے لیے جماعت احمدیہ امریکہ کے نیشنل سیکرٹری امور خارجیہ مکرم امجد محمود خان صاحب اور ان کی ٹیم نے بھی بہت کام کیا اور بروقت جماعتوں کو ......باقی صفحہ 55 پر......

جماعت احمدیہ امریکہ کے قیام کو سو سال پورے ہونے پر امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جماعت احمدیہ امریکہ کے قیام کو سو سال پورے ہونے پر اظہار تشکر کا دن منانے کے لیے جماعت امریکہ کے نام پیغام بھجوانے کی درخواست کی تھی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ آج سے ٹھیک ایک سو سال پہلے 15/ فروری کو امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جو پیغام لے کر وہاں گئے اور جس روح اور جذبے سے انہوں نے کام کیا اور بہت سی سعید روحوں کو اسلام احمدیت میں داخل کیا افسوس کہ ان کے بعد وہ نسلیں احمدیت سے دور چلی گئیں اور جماعت سے سنبھالی نہیں گئیں۔ اس پس منظر میں اس موقع پر ایک تو میرا آپ کو یہ پیغام ہے کہ آپ بھی آج اسی جذبہ اور روح کے ساتھ ایک بار پھر امریکن قوم کو اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لیے اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مصروفِ عمل ہو جائیں اور دوسرے ان سعید روحوں کی وہ نسلیں جو پہلے ہم سے سنبھالی نہیں گئیں انہیں تلاش کر کے واپس لائیں اور ان سے رابطہ کر کے ان کو دوبارہ احمدیت کی آغوش میں لائیں جس طرح کہ میں نے گزشتہ ایک سفر کے دوران پہلے بھی وہاں کے ان ابتدائی احمدیوں کی نمائش میں لگی تصویریں دیکھ کر آپ لوگوں کو ان سے رابطے کرنے کا کہا تھا۔ اس لیے اب یہ 100 سال صرف گزرے ہوئے 100 سال منانے کے لیے نہ ہوں بلکہ ایک نئے جذبے کے ساتھ احمدیت کی تعلیم اور تبلیغ کو پھیلانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے کے ہوں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ والے اس جذبہ اور روح کو اپنے اندر زندہ کر کے سعید روحوں کی تلاش کا کام کرنے کے ہوں تا کہ آئندہ جس جس طرح وہاں جماعت پھیلے اسی طرح اس کی تعلیم اور تربیت کے انتظام بھی ہوتے رہیں۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے اور ساری امریکن جماعت کو مل کر اس مقصد کے حصول کے لیے محنت اور کوشش کرنے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے تا کہ جلد یہ ملک بھی اسلام احمدیت کی آغوش میں آ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے نور سے منور ہو جائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

پیشگوئی مصلح موعود کی عظمت اور اہمیت

’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا‘‘

(اویس ربانی۔ مربی سلسلہ ربوہ)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ابتدائے آفرینش سے سنت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ اپنے کسی پیارے کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کی تائید و نصرت کے سامان بھی خود پیدا فرماتا ہے۔ ایک طرف اگر دنیا اس کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تو دوسری طرف خدا غیب سے زور آور حملوں سے اس کی سچائی اور صداقت کو ایسے ظاہر کرتا ہے کہ مخالفین حسرت سے نامراد ہو کر لوٹتے ہیں۔ حضور ﷺ کی پیشگوئی کے موافق خدائے تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو دنیا میں معبوث فرمایا اور اس کی صداقت کے دلائل دنیا پر روز روشن کی طرح واضح کر دیے۔ پیشگوئی مصلح موعود بھی انہی نشانات کی ایک لڑی ہے۔ اس امر کے متعلق ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت پرمعارف نقطہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ

’’یہ پیشگوئی جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے گو تفصیل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق اور مسیح و مہدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اب دوبارہ کی لیکن اس کی بنیاد تو آج سے چودہ سو سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ پہلے سے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی پر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر انعامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑائی کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ تو آپ کے آقا و مطاع، سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بلند کرنے کے لیے ہیں۔ آپ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لیے ہیں۔ یہ تائیدی نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے یہ درحقیقت آنحضرت ﷺ کی شان بلند کرنے کے لیے ہیں۔

اسلام کا زندہ خدا اور زندہ رسول ہونے کی دلیل کے طور پر یہ پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے کروائی ہیں۔ پس احمدیت اسلام سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر دنیا میں آنحضرتؐ کا عاشق کوئی نہیں ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11/ مارچ 2011ء صفحہ 5)

20/ فروری 1886ء کا دن جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے یہ وہ برکات الدعا کے اظہار کا دن تھا کہ جس دن خدا تعالیٰ سے خوشخبری پا کر آپ علیہ السلام نے دنیا کے روبرو ببانگ دہل ایک موعود بیٹے کی بشارت کی نوید سنائی۔ وہی پسرِ موعود جن کے بچپن سے ہی دل میں اشاعت دین حق اور قرآنی علوم کے حصول کی خواہش موجزن تھی اور جس نے دنیا کے اندر ایک ہلچل مچا دی اور سب کو اپنا گرویدہ بنا ڈالا۔ اس کا آنا گویا نور کا آنا قرار دیا گیا اور رحمت اور قربت کی علامت ٹھہرایا گیا کبھی اس کی آمد کو فتح و ظفر کی کلید تسلیم کیا گیا تو کبھی فضل اور احسان کا نشان۔ وہ وجیہ اور پاک لڑکے کی بشارت ہدیہ قارئین ہے:



’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔‘‘ آپؑ نے لکھا کہ ’’(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔‘‘

(اشتہار 20/ فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95 تا 96)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

’’یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃِ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11/ مارچ 2011ء صفحہ 5)

بے شک پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ کا ہر فقرہ اپنی جگہ ایک مکمل پیشگوئی ہے۔ یہ پیشگوئی مصلح موعود کی باون خصوصیات آپ کے باون سالہ دور خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ان باون خصوصیات کا تفصیل سے بیان ایک مضمون میں ممکن نہیں تاہم پیشگوئی مصلح موعودؓ کے بعض پہلو نہایت اختصار کے ساتھ اس مضمون میں ھدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی صحت بچپن سے ہی خراب رہتی تھی اور حضورؓ کے بچپن کی تعلیمی کمزوری اور صحت کا بخوبی سب کو علم ہے مگر یہ جلد جلد بڑھنے والا موعود نوجوان جس کا وعدہ غیب سے دیا گیا تھا کہ وہ علوم ظاہر و باطن سے پر کیا جائے گا علم کے میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تربیت کے نتیجہ میں پھر ایسے چمکا کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ علم کا ایک ذخیرہ تھے۔ نہ صرف دنیا کے ہر علم میں گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ ہر علم میں مکالمہ بھی فرماتے اور جملہ علوم کے نقائص پر اطلاع رکھتے تھے۔ ان پر تنقید بھی کرتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حضور کو دینی اور دنیوی علوم کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ آپ کے پاس ہر قسم کے ماہرین علم ملاقات کے لیے آتے تھے۔ آپ ان کو پوری طرح مطمئن فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے قلم سے ایسے ایسے مضامین نکلے کہ بڑے بڑے لوگ آپ کی قابلیت اور فراست کا اعتراف کرنے لگے اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ کے بارے میں خدائی بشارت تھی کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اذن الٰہی سے جب آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اپنی تقریر میں اپنی خواب کا ایک منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔‘‘

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 225)

آپؓ کی اس مبارک رویا کی ایک تعبیر آپ کی عظیم الشان تفسیر کبیر تھی۔

علامہ نیاز فتح پوری نے حضرت مصلح موعودؓ کی اس تفسیر کا جب مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں خط لکھا:

’’تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا آپ نے هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے، اُس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔‘‘ (الفضل 17/ نومبر 1963ء صفحہ 3)

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ کو

اپنے رویا و کشوف سے نوازا اور ساری عمر الہامات الٰہیہ کی روشنی میں آپ نے جماعتِ احمدیہ کی رہ نمائی فرمائی۔ یہ عظیم الشان سپہ سالار مخالفت کی آندھیوں اور طوفانوں سے لڑتا ہوا جماعت کو محفوظ و مامون منزل مقصود تک لے گیا۔ آپ کی ذات اور جماعت الگ وجود نہیں تھے بلکہ دونوں کے دل ساتھ دھڑکتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی خوش خبریوں اور گذشتہ انبیاء و اولیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کی پیدائش سن 1889ء میں ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جماعت کی بنیاد اسی سال رکھی گویا حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کا آپس میں تعلق توام کا ہے۔ چنانچہ نہ صرف خود آپ جلد جلد بڑھے بلکہ جماعت کو بھی اپنے ساتھ لے کر ترقیات کی نئی منازل طے کرتے چلے گئے۔ ایک آسمانی اور دنیاوی لیڈر میں یہ فرق ہوتا ہے کہ دنیاوی لیڈر تنہا ترقی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ اپنی ترقی کے گھمنڈ میں کسی کی شراکت پسند نہیں کرتا۔ اس راہ میں چاہے جو بھی آئے طاقت کی ہوس میں سب کو روندتا چلا جاتا ہے۔ مگر آسمانی لیڈر جب آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنی جماعت کو خدائی رحمت کے ساتھ لیے ہوئے بڑھتا ہے۔ وہ قدم قدم پر اپنی جماعت کی رہ نمائی کرتا ہے اور دن رات یہ فکر اس کے دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کی جماعت کا کوئی فرد پیچھے نہ رہ جائے اور کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے۔ وہ رات کے تیروں سے ان کی مدد کرتا ہے۔ ان کے لیے درد رکھتا ہے اور باخع نفسك کی کیفیت ان کی خاطر اپنے پر طاری کر لیتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے لیے چنا اور ایک رحمت کا نشان دنیا کو عنایت فرمایا۔ گویا کہ وہ حلیم وجود کی شکل میں متمثل ہو کر سامنے آیا اور ایسے اوصاف کا حامل تھا کہ دنیا بھی اقرار کیے بغیر نہ رہ سکی کہ ”تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنے والا تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے“ کے مصداق آپ ہی کی بابرکت ذات ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس امر کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا، اس کے دل میں آپ کے لیے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لیے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لیے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی ان تکلیفوں کو دور کرنے کے لیے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لیے ہی کام کرتا ہے کسی پر احسان رکھنے کے لیے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہ کمزور نہیں، خدا کے لیے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آجائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ نومبر 1966ء مطبوعہ خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 494)

خدا تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو خود جلد جلد بڑھایا بلکہ آپ کے ساتھ جماعت بھی زمین کے کناروں تک شہرت پا گئی۔ آپ کے خدام قادیان کی چھوٹی سی بستی سے نکل کر دنیا کے کناروں میں خدائے واحد و یگانہ کی توحید کی آواز بلند کرنے کے لیے دیوانہ وار نکل کھڑے ہوئے اور رسول کریم ﷺ کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا کر دم لیا۔ آپ کی سوانح کا مطالعہ کرنے سے انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ ایک انسان ان تمام امور کو کامیابی سے کس طرح ہم کنار کر پایا اور پچیس سالہ عمر میں بظاہر دنیا کے علوم سے عاری ایک کمزور صحت والا انسان لاکھوں احباب کی قیادت کیونکر کرنے میں کامیاب ہو سکا؟ دنیا کی اندھی آنکھ اس بھید کو نہ سمجھ سکی کہ

”خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت اور بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں۔ اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں اور بہت حقیر سمجھتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور نیستی کا لبادہ پہن لیتا ہے اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے، یہ بندہ بے شک نحیف، کم علم، کمزور، کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت اور تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آ گیا ہے اب تمہیں بہر حال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔۔۔“

(الفضل 17/ مارچ 1967ء)

پس اس کم سنی کے باوجود آپ نے علم و عرفان کے ایسے سمندر بہائے کہ دنیا دنگ رہ گئی اور بے سروسامانی و کم عمری کے باوجود جلد جلد بڑھتے چلے گئے۔ بیماریاں اور عوارض آپ کی اولوالعزمی کو متاثر نہ کر سکیں اور وسائل کی کمی کے باوجود وہ مصلح عالم جلد جلد بڑھتا چلا گیا اور ہر معترض کو شکست دیتا ہوا بساط عالم پر چھا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”...میں اس موقع پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ وہاں میں آپ لوگوں کو ان ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں، جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں۔ آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدق ہیں، آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لیے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بے شک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ بلکہ میں کہتا ہوں آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ میں تمہیں اچھلنے اور کودنے سے نہیں روکتا۔ بے شک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو۔ لیکن میں کہتا ہوں اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو۔ جس طرح خدا نے مجھے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا۔ پس میرے لیے یہی مقدر ہے کہ میں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ لوگوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم کو ملاتا اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ واریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے جاؤ۔“

(الموعود صفحہ 210 تا 212)

آج جماعتِ احمدیہ عالمگیر کو خدا تعالیٰ نے جو ترقیات عطا فرمائی ہیں، اور جو ڈھانچہ جماعت کا اس وقت موجود ہے وہ بفضل الٰہی حضرت مصلح موعودؓ کا مرہون منت ہے۔ آپؓ کی خداداد فراست نے جماعت کے لیے ایک منظم نظام قائم فرما دیا اور اس ذکی اور ذہین و فہیم وجود نے آئندہ نسلوں کے لیے راستے ہموار کر دیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ان الفاظ میں حضرت مصلح موعودؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”...یہ پُرشوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کیے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآنِ کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اُس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں... پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11 مارچ 2011ء صفحہ 9)

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحٰنَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِیٔ

☆...☆...☆

الفضل کے خریدار بنیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”الفضل“، ہمارا مرکزی اخبار ہے لیکن اس کی اشاعت بھی ابھی دو ہزار ہے حالانکہ ہماری جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔ اگر جماعت کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی بھی اخبار کی اشاعت ہوتی تو دس ہزار اخبار چھپنا چاہئے تھا اور صرف مردوں میں اس کی خریداری ہوتی تب بھی پانچ ہزار خریدار ہونے چاہئے تھے۔ مگر الفضل کا خطبہ نمبر 2400 چھپتا ہے اور یہ تعداد بھی بڑا زور مارنے کے بعد ہوئی ہے ورنہ پہلے تو بہت ہی بدتر حالت تھی صرف گیارہ بارہ سو اخبار چھپتا تھا۔ میں نے زور دیا تو چھبیس سو تک اس کی خریداری پہنچ گئی لیکن پارٹیشن کے بعد میں نے ذاتی طور پر اس کی اشاعت میں دلچسپی نہیں لی اس لئے پھر اس کی خریداری بیس سو تک آ گئی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اگر جماعت توجہ کرے تو چار پانچ ہزار تک اس کی بکری ہو سکتی ہے اور پھر ایسی صورت میں ”الفضل“ کا حجم بھی بڑھایا جا سکتا ہے اور اس کے مضمون میں بھی تنوع پیدا کیا جا سکتا ہے۔

(رسالہ خالد نومبر 1955ء)

مجھ کو اک آتش فشاں، پُر ولولہ دل کی تلاش

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم عسر و یسر میں ہمیشہ بلندی کی طرف گامزن رہا

(آصف محمود باسط۔ یو کے)

12؍ جنوری 1889ء کو دو اہم واقعات رونما ہوئے۔ دونوں واقعات مذہب کی دنیا میں تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ اور دونوں واقعات پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کا ظہور ہیں۔

ایک پیشگوئی یہ تھی کہ آخری زمانہ میں امت مسلمہ کی حالت یہود کی سی ہو جائے گی جہاں وہ 73 فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ جائیں گے۔ ان میں صرف ایک فرقہ ہو گا جو الجماعت کہلائے گا اور اسلام کی اصل تعلیمات پر کاربند ہو گا۔ یہ جماعت مسیح و مہدی کی جماعت ہو گی۔

دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ آخری زمانہ میں نازل ہونے والا مسیح شادی کرے گا اور اس شادی سے اسے اولاد عطا کی جائے گی۔

12؍ جنوری 1889ء کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام قادیان کی گمنام بستی سے ایک اشتہار شائع فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ اب وہ اذنِ الٰہی سے بیعت لیں گے اور جو کوئی ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گا، وہ ان کی جماعت میں شمار کیا جائے گا۔ مگر یہ بیعت کوئی عام بیعت نہ ہو گی بلکہ اس کے ساتھ دس شرائط ہوں گی جنہیں پورا کرنا بیعت میں شامل رہنے کے لیے لازم ہو گا۔ یہ تمام شرائط اسلامی تعلیمات کا نچوڑ تھیں، یعنی تمام اوامر کا خلاصہ جن پر عمل کرنا لازمی قرار دیا گیا اور تمام نواہی کا مجموعہ جن سے اجتناب فرض کر دیا گیا۔

اسی اعلان کے آخر پر ایک اور اعلان بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے شامل فرمایا اور وہ یہ کہ اسی تاریخ کو آپ کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت بھی ہوئی ہے۔ اس بیٹے کا نام حضور علیہ السلام نے بشیر الدین محمود احمد رکھا۔

یوں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اور جماعتِ احمدیہ کا توام جنم ہوا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے یہ بھی کھلا کہ یہ تو پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دو پیشگوئیاں تھیں جو بیک وقت ظہور پذیر ہوئیں۔

یہ بچہ اپنے مقدس باپ کی زیر نگرانی پرورش پاتا رہا۔ شیر خوارگی سے نکل کر بچپن، اور بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے نوجوانی میں قدم رکھتا رہا۔ ان تمام مراحل میں اس ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ظاہر ہوتے چلے گئے۔ ابھی بہت بچپن کا زمانہ ہی تھا کہ اپنے مقدس باپ کی گود میں اس بچے نے آسمان پر چمکتے ستارے کو دیکھا تو ''ابّا، تارے جانا'' جیسی معصوم مگر نہایت پرولولہ فرمائش کر ڈالی۔

لڑکپن ہی میں آشوبِ چشم کا مرض لاحق ہو گیا اور بچپن باضابطہ تعلیم کے حصول کی ناکام کوشش میں گزر گیا۔ سکول کے بعض اساتذہ نے اس بچے کے مقدس باپ سے شکایت کے رنگ میں ذکر کیا کہ تعلیم حاصل کرنے میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ لاؤ میں امتحان لیتا ہوں۔ بچے سے کچھ لکھنے کو کہا اور بچے نے جو لکھ دیا، اس پر اطمینان کا اظہار کیا اور فرمایا کہ بھلا چنگا تو لکھتا ہے! حضور علیہ السلام کو تو علم تھا کہ اس بچے کو علوم مدرسہ و مکتب سے حاصل ہونے والے نہیں۔ اس کے لیے اکتسابِ علومِ ظاہر و باطن کا آسمانوں پر انتظام ہے۔ البتہ قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کرنے سے نہ تو بچہ نے انقباض ظاہر کیا اور نہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی کی گنجائش حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے رہنے دی۔ ان دو علوم سے گہری محبت بچپن سے ہی اس بچے کے دل میں موجزن تھی۔

بچہ بھی جلد جلد بڑھ رہا تھا، اور اس کے ساتھ توام پیدا ہونے والی جماعت بھی تیزی سے ترقی کی راہیں طے کر رہی تھی۔ بچے کو اپنے اس توام جوڑے کا فکر لاحق رہتا۔ اس جماعت میں شامل ہونے والے لوگوں کی بہبود اسے نوجوانی ہی میں عزیز رہنے لگی۔ ساتھ ساتھ عبادت میں بھی سوز بڑھا اور اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو ایک راہ سجھائی۔ اس نوجوان نے تشحیذ الاذہان کے نام سے ایک مجلس قائم کی اور ایک رسالہ بھی جاری کیا۔ ابتدائی رسالوں میں آپ کے مضامین شامل ہیں جو اس 16 یا 17 سالہ نوجوان کے قلم سے لکھے گئے ہیں۔ ان مضامین کو پڑھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک نوجوان کی تحریر ہے۔ اور نوجوان بھی وہ جس نے کوئی باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ بلکہ مضامین کا معیار ایسا تھا کہ کوئی جید عالم بھی کیا ویسا لکھے گا۔

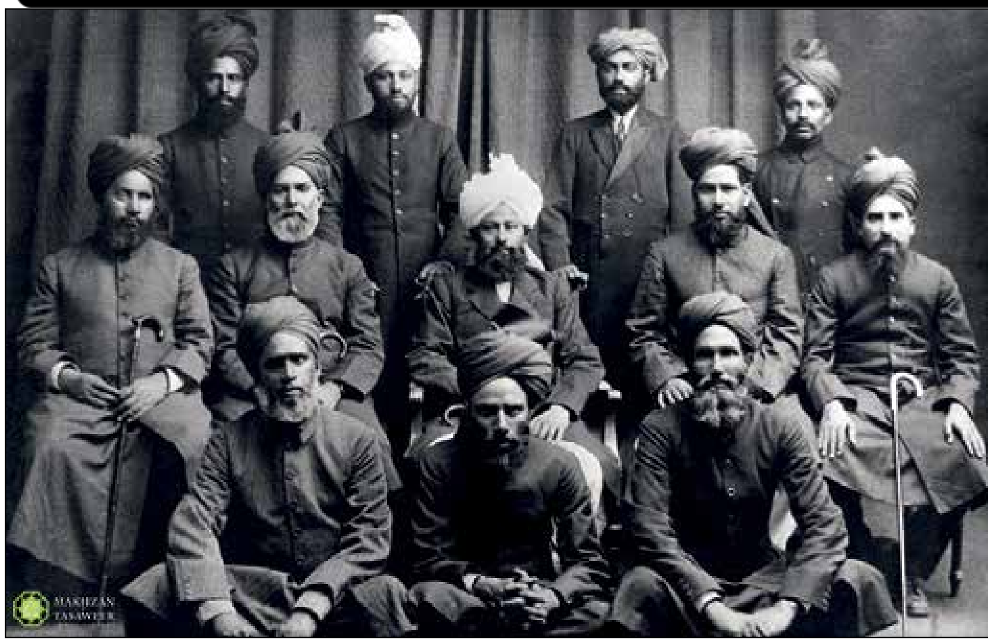
پھر 1908ء میں وہ کڑا وقت آیا جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ نوجوان یتیم ہو گیا۔ مگر یتیمی کے پہلے ہی مرحلے میں اپنے عظیم باپ کے سرہانے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ اگر سارا زمانہ بھی ساتھ چھوڑ گیا تو بھی اپنے عظیم باپ کے عظیم کام کو جاری و ساری رکھوں گا اور زمین کے کناروں تک پہنچا کر دم لوں گا۔

اس بات کو چھ ہی سال کا عرصہ گزرا تھا۔ 1914ء کا تاریخ ساز سال آن پہنچا تھا۔ وہ سال جس میں جنگِ عظیم اوّل کا آغاز ہوا اور تمام اقوامِ عالم دہل کر رہ گئیں۔ اسی سال یہ بظاہر کم عمر سا نوجوان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین بنا دیا گیا۔ خدا نے اسے اس کے عظیم باپ کی مسندِ جانشینی پر لا بٹھایا۔ یوں اس سال بھی دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دو پیشگوئیاں۔

ایک پیشگوئی جنگِ عظیم کے متعلق اور دوسری ایک عظیم الشان بیٹے کا جانشین بننا جس کے ذریعہ اشاعتِ اسلام کا کام بے مثال حدوں کو چھو کر زمین کے کناروں تک پہنچ جانے والا تھا۔ ایک طرف تو اس جنگ نے دنیا کو دہلا کر رکھ دیا، اور دوسری طرف یہ عظیم المرتبت خلیفۃ المسیح، یہ مصلح موعود دنیا کو کہہ رہا تھا کہ

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

پس 1914ء کا سال، جس میں حضرتِ محمودؓ کی خلافت کا آغاز ہوا، دنیا کو ہلا کر رکھ دینے والا سال بن گیا۔ جنگِ عظیم کی



پیشگوئی اور خلافتِ حضرتِ محمودؓ توام طور پر ظہور میں آئیں۔ یوں حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کا آغاز ایک نہایت پرولولہ اور آتش فشاں دور میں ہوا۔ نہ یہ آتش فشاں ٹھنڈا ہوا، نہ دنیا کی بے چینیاں سرد پڑیں اور یوں حضرت مصلح موعودؓ کی یہ خواہش دوام حاصل کر گئی کہ ع

مجھ کو اک آتش فشاں، پُر ولولہ دل کی تلاش

خدا نے آپ کو دل بھی وہ دیا جو محبتِ الٰہی اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ ایک آتش فشاں کی طرح پرولولہ رہتا۔ اور اپنی جماعت میں شامل احباب کے لیے بھی یہی خواہش رہتی کہ ان کے دل بھی انہی دو محبتوں میں آتش فشاں کی طرح دھڑکتے اور دہکتے رہیں۔

وہ آدمی جس کے منصبِ خلافت پر فائز ہوتے ہی جماعت کے صاحبانِ بسط و کشاد تمام سرمایہ لے کر جدا ہو جاتے ہیں۔ وہ آدمی جسے لاکھوں لوگوں کی جماعت چلانے کے لیے صرف چند آنے میسر رہ جاتے ہیں۔ جس کی جماعت کے تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت کو علم کا غرور کھا جاتا ہے۔ اگر وہ ایسے میں بھی اپنے اس عہد پر قائم رہتا ہے جو اس نے اپنے بزرگ والد کے سرہانے کھڑے ہو کر خدا کے حضور کیا تھا، تو یہ استقامت یقیناً ایک پرولولہ روح اور ایک آتش فشاں دل ہی کی مرہونِ منت ہے۔

پس اس عظیم الشان مصلح کے سامنے جب کسی نے یہ کہا کہ پیسوں کی قلت ابھی تعلیمی ادارہ کو شروع کرنے کی اجازت نہیں دیتی، تو یہ عظیم مصلح جلال میں کیوں نہ آتا؟ جس نے بغیر ایک دھیلے کے لاکھوں کی جماعت کی باگ ڈور سنبھال لینے کے حوصلے کا مظاہرہ کیا ہو، اور ایسے میں اللہ کے فضل نازل ہوتے دیکھے ہوں، وہ کیوں کر اس تاویل کو سن لیتا۔ پس جونہی کہنے والے نے یہ عذر پیش کیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ ''کالج شروع ہو گا، اور آج ہی ہو گا۔ تمہیں کس نے کہا کہ پیسوں کی فکر کرو۔ جاؤ اور کالج کا آغاز کر دو!''

یہ کالج لاہور کی ٹوٹتی بکھرتی جودھامل بلڈنگ کی عمارت کے صحن کے ایک کونے میں ایک چادر بچھا کر شروع کر دیا گیا۔ وہی کالج جسے ہم تعلیم الاسلام کالج کے نام سے جانتے ہیں۔ وہی کالج جو آگے چل کر پاکستان بھر میں نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں صفِ اول کے کالجوں میں شمار ہوا۔ جس کی بہت عمدہ عمارت بھی بن گئی۔ جہاں سے بہت سی نابغہ روزگار ہستیاں تعلیم حاصل کر کے دنیا بھر میں اپنا لوہا منواتی رہیں۔ جس کے بعد دنیا بھر میں جماعتِ احمدیہ کے تعلیمی ادارے کھلے اور آج تک کھلتے چلے جا رہے ہیں۔

صرف کالج ہی کی بات نہیں۔ ہر کام ایسے ہی حالات میں شروع کیا اور ہر کام بامِ عروج پر پہنچ کر چمکا۔

امریکہ اور برطانیہ میں جنگِ عظیم اوّل کے پوسٹر بہت مشہور ہوئے جو جنگ میں لڑنے کے لیے فوج میں بھرتی کے اشتہار تھے۔ ان پر جلی حروف میں لکھا ہوتا تھا:

I Need You!

اسی جنگ کے ساتھ خلافت کے روحانی منصب پر فائز ہونے والے اس عظیم مصلحِ موعودؓ نے بھی اپنی خلافت کے آغاز میں اعلان فرمایا اور اشتہار جاری کروایا: ''مجھے آپ کی ضرورت ہے!''

مگر یہ ضرورت کسی جنگ و جدل کے لیے نہ تھی۔ یہ ضرورت تھی دنیا بھر میں تبلیغ کے ذریعہ اسلام کا پیغام لے کر جانے والوں کی، صحراؤں اور جنگلوں اور بیابانوں میں بے خوف و خطر اللہ اکبر کا نعرہ لگانے والوں، انگاروں پر لوٹ کر بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنے والوں کی۔ آپ کے اس اعلان پر سینکڑوں نے لبیک کہا اور آج تک ہزاروں لبیک کہتے چلے آتے ہیں۔ دین کی خاطر وقف کی تحریک بھی فرما دی اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ جس نے اس خدمت کی خاطر خود کو پیش کرنا ہے، وہ یاد رکھے کہ اسے بھوک، افلاس، تنگ دستی، مخالفت کی آگ، بے سروسامانی کے صحراسے گزر کر یہ کام کرنا پڑے گا۔

مگر اس عظیم ہستی نے اس ولولہ کے تقاضے ہی نہیں کیے بلکہ یہ سب اپنے عملی نمونے سے کر کے بھی دکھایا۔

رات بھر تیل سے جلنے والے لیمپ کی روشنی میں قرآنِ کریم

کی تفاسیر لکھیں۔ رات کو اس قدر دیر تک کہ اہلِ خانہ نے بتایا کہ صبح تیل کے دھویں کے آثار چہرۂ مبارک پر عیاں ہوتے۔ یہ ہم غیر منقسم ہندوستان اور اس کے جلد بعد کے زمانہ کی بات کر رہے ہیں، جب برقی روشنی سب کو میسر نہ تھی۔ ان اندھیری راتوں میں قرآنِ کریم کی وہ خدمت کی کہ آپؓ کے قلم سے جنم لینے والی تفاسیر نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا۔

بہت آغاز میں ہی، یعنی 1915ء میں، حضرت مصلح موعودؓ کی پہلے پارے کی تفسیر انگریزی میں ترجمہ ہوئی۔ ناشر آپؓ ہی کا قائم کردہ "انجمن ترقی اسلام" نامی ادارہ تھا۔ یہ ترجمہ و مختصر تفسیر مغربی ممالک کے کتب خانوں کو افادۂ عام کے لیے بھجوا دیا گیا۔ اس کا مغرب میں پہنچنا تھا کہ دنیائے مذہب میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ مغرب کے موقر جرائد مثلاً The Muslim World اور Harvard Theological Review نے تبصرے لکھے اور اس کوشش کو اپنی طرز کی پہلی کوشش قرار دیا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب دنیائے مذہب میں کثرت سے لٹریچر طبع ہو رہا تھا۔ مگر قادیان کی گمنام بستی کی اندھیری راتوں کی تنہا کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر جس آتش فشاں دل سے دینِ متین اسلام کی یہ پرولولہ خدمت کی جا رہی تھی، وہ دنیائے مذہب میں تہلکہ کیسے نہ مچا دیتا؟

انہی تفاسیر نے قرآن سے دور ہوتی امت مسلمہ کو اپنی گرفت میں لیا۔ انہی تفاسیر نے اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کی لو کو سنبھالا دیا اور روشن رکھا اور آج تک رکھے ہوئے ہیں۔ تفاسیر کیا تھیں، خدا سے ہدایت یافتہ مسیح و مہدی کے بیان فرمودہ خزانے تھے جو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے والا یہ مصلح موعود عام کر رہا تھا۔

یہی تفاسیر تو ہیں کہ آج بھی علمائے اسلام جماعتِ احمدیہ کی تکفیر کے نعرے لگانے کے باوجود ان میں چھپے گنج ہائے گراں مایہ چنتے ہیں، اپنے دروس میں بیان کرتے ہیں اور اپنی مجالس میں داد وصول کرتے ہیں۔

جس عالمی جنگ کے آغاز کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کا آغاز ہوا، اس جنگ نے دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ سلطنتِ برطانیہ، جس کی وسعت کرۂ ارض کے کناروں تک تھی، کے لیے خود اپنے ملک یعنی انگلستان کی سلامتی ہی ایک مسئلہ بننے لگی۔ حکومتِ برطانیہ اپنی بساط سمیٹنے کے حربے سوچنے لگی۔ ہندوستان، جو کہ اپنے طول و عرض کے باعث ایک ملک کم اور برصغیر زیادہ تھا، سب سے بڑا مسئلہ بھی بن گیا۔ اسے کس حال میں چھوڑ کر آیا جائے؟

انگریز حکومت ہندوستان کو خود مختاری دینے کے منصوبے بنانے لگے۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس وجود میں آئی جہاں عوام کے نمائندوں کو اظہارِ رائے کا موقع دینا مقصود تھا۔ مسلمان اپنی تعلیمی کم مائیگی کے ہاتھوں مجبور اور بے کس طبقہ بن کر رہ گئے۔

ہندو مسلم کشیدگی زور پکڑتی گئی، سادہ لوح نو مسلموں کو شدھ کرنے کے نام پر دوبارہ ہندو بنایا جانے لگا، عیسائی پادری اس نازک موڑ پر اور بھی زور سے اپنی سرگرمیوں میں تیز ہو گئے۔ حکومت پہلے ہی کمزور ہو چکی تھی، اور اس سیاسی اور مذہبی دنگل میں اور بھی نڈھال ہوتی چلی گئی۔

ایسے میں حضرت مصلح موعودؓ کے آتش فشاں دل کا ولولہ کیسے جوش نہ مار جاتا۔ آپ کا دل تو امت کے درد سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کے ذریعہ تو آسمانی بشارتوں کے تحت قوموں کی رستگاری کا کام ہونا تھا۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے "مظفر" کے الہامی لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔

پس حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے قائدین، عامۃ المسلمین، ہندو قائدین اور انگریز حکومت، سب کو ملی معاملات میں مشوروں سے نوازا۔ آپ اس رہ نمائی کی بدولت ان سب کی آنکھ کا تارا بنے۔ سیاسی مصلحتیں ان تمام طبقات کی راہوں میں کہاں اور کیسے آڑے آتی رہیں، یہ ان مسائل میں جانے کا محل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے کہ سیاسی معاملات میں جو بصیرت حضرت مصلح موعودؓ کو حاصل تھی، وہ کسی اور کو نہ تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ 1924ء میں لندن سے واپس بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچے ہی تھے کہ موہن داس کرم چند گاندھی صاحب نے آپؓ سے ملاقات کی اور کانگریس میں شمولیت کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا کہ میرے مقاصد سیاسی نہیں، مگر اس وقت تک کسی کی حمایت کا فیصلہ نہیں کروں گا جب تک یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ حق اور انصاف کا رجحان کس سیاسی جماعت میں زیادہ ہے۔

جدوجہدِ آزادیٔ ہندوستان کے سرکردہ رکن سردار شوکت حیات خان نے اپنی کتاب The Nation that Lost its Soul میں لکھا کہ محمد علی جناح صاحب نے انہیں کہا کہ قادیان جا کر مرزا صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کی خدمت میں حاضر ہونا اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرنا۔ موصوف کہتے ہیں کہ میں رات گئے قادیان پہنچا تو مرزا صاحب (رضی اللہ عنہ) دفتر میں نہ تھے اور گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ پیغام ملا تو فوراً تشریف لے آئے۔ جناح صاحب کا پیغام سنا اور جواب دیا کہ "ہم تو ہمیشہ سے جناح صاحب کے مقاصد کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔"

برطانوی راج کے اہلکار بھی حضرت مصلح موعودؓ کے عظمتِ کردار سے بخوبی واقف تھے۔ 1915ء میں سرکار نے اپنی مسلم رعایا کو موقع دیا کہ وہ اپنے وراثت کے معاملات پر تصفیہ اپنے آبائی رواج کے مطابق چاہیں گے یا اسلامی شریعت کے مطابق۔ اکثر کے برعکس حضرت مصلح موعودؓ کا جواب حکومت کو یہ گیا کہ ہم اپنے معاملات اسلامی شریعت کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں۔ The Digest of Customary Law نے سرکاری طور پر اس فیصلہ کو ان الفاظ میں محفوظ کیا کہ

(ترجمہ) "قادیان کا مغل برلاس خاندان شریعت محمدیہ کا پابند ہے۔"

تو سرکار قادیان کو شریعت محمدیہ ﷺ کے علمبردار کے طور پر تو جانتی ہی تھی۔ مگر جب ہندوستان کی خود مختاری اور آزادی کی باتیں ہونے لگیں، تو اس دُرِّ نایاب کے کئی پہلو سرکار انگلشیہ کو نظر آئے۔

ہندوستان کے تمام معاملات برطانوی پارلیمان میں سیکرٹری آف سٹیٹ برائے انڈیا کے ذمہ ہوتے تھے۔ 1917ء اور 1918ء میں یہ عہدہ Edwin Samuel Montagu کے سپرد تھا۔ وہ انہی ایام میں ہندوستان کی صورت حال کا جائزہ لینے ہندوستان کے دورہ پر گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس موقع پر ہندوستان کے معاملات کو سلجھانے پر واضح اور مفصل رہ نمائی ان صاحب، یعنی وزیر ہند کے نام ایک ایڈریس کی شکل میں ارسال فرمائی۔ یہ ایڈریس انہیں لاہور میں پیش کیا گیا، جسے حضرت سر ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ حضورؓ نے خود بھی وزیر صاحب سے ملاقات کی اور رہ نمائی سے نوازا۔ مونٹاگو صاحب نے اس ایڈریس اور اس کا احوال اپنی ڈائری میں نوٹ کیا جو ان کی وفات کے بعد An Indian Diary کے نام سے شائع ہوئی۔ انہوں نے 15/ نومبر 1917ء کی تاریخ میں درج کیا:

(ترجمہ) "چوتھا وفد احمدیوں کا تھا، جو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں۔ یہ مسلمان ہیں اور انسانیت کے اتحاد میں یقین رکھتے اور تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل دستاویز پڑھ کر سنائی جو ان کے 'حضور' نے تحریر کی ہے... یہ دستاویز ان تمام دستاویزات سے کہیں بہتر تھی جو ہمارے سامنے پیش کی گئیں..."

آگے لکھتے ہیں کہ اس دستاویز کی تجاویز ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کے چناؤ سے متعلق اور قانون سازی کے متعلق سب وفود سے بہتر اور بہت غور و فکر کے بعد نہایت ذہانت سے تیار کی گئی ہیں۔

اختتامی نوٹ ان کے اصل الفاظ میں درج کرنا ضروری ہے:

"He has a good mind and had carefully thought out his constitutional scheme."

اسی طرح دسمبر 1921ء سے جون 1922ء تک ایڈورڈ شہزادہ ویلز (یعنی برطانیہ کا ولی عہد) ہندوستان کے دورہ پر تھا۔ جس جس ریاست میں گیا، وہاں کے اکابرین اور سربرآوردہ احباب نے اسے قیمتی سے قیمتی تحائف پیش کیے۔ بیش قیمت قالینوں سے لے کر ہیرے اور جواہرات ولی عہد کی خوشنودی کی خاطر پیش کیے گئے۔ لاہور کا رخ کیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اسے تحفۃً کچھ پیش کرنے کا ارادہ فرمایا۔

غور و فکر کے بعد حضور نے ایک کتابچہ تحریر فرمایا جس میں ولیٔ عہد سلطنت برطانیہ کو اسلام سے متعارف کروایا، جماعتِ احمدیہ سے متعارف کروایا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس کتابچہ کا عنوان "تحفہ شہزادہ ویلز" رکھا اور جماعتِ احمدیہ کے ایک وفد نے یہ کتابچہ شہزادے کی خدمت میں لاہور میں پیش کیا۔

ولی عہد کے پرائیویٹ سیکرٹری نے حضورؓ کی خدمت میں جواب تحریر کیا، جس کا کچھ حصہ ذیل میں پیش ہے:

(ترجمہ) "شہزادۂ عالی جناب نے آپ کی طرف سے پیش کردہ ایڈریس میں جماعتِ احمدیہ کا تعارف بہت شوق سے پڑھا ہے۔ وہ اس بارے میں مزید معلومات بھی حاصل کرنے کے خواہاں ہیں..."

جب اور جہاں مسلمانوں کے حقوق کا سوال اٹھا، حضرت مصلح موعودؓ کا دل سب سے زیادہ بے قرار نظر آیا۔ اور یہ بے قراری آپؓ کی عظیم الشان رہ نمائی کی شکل میں سامنے آتی رہی۔

حجاز اور نجد کو خود مختاری ملی تو برطانوی سلطنت نے انہیں اپنے زیرِ نگیں رکھنے کی خاطر ان ریاستوں کے والیوں کے وظائف مقرر کر دیے۔ انہیں اسلحہ دیا اور ریاستوں کو مستحکم کرنے کی غرض سے قرض دیے۔ غرض جو کچھ ان ریاست کے والیوں کو ممنون کرنے کی غرض سے کیا جا سکتا تھا، کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے وائسرائے ہند لارڈ چیلمز فورڈ کو متنبہ کیا کہ ایسا کرنا حجاز اور نجد کی خود مختاری پر اثر انداز ہوگا۔ وہ اپنی ممنونیت میں ہمیشہ برطانیہ کے زیرِ نگیں ہو کر رہ جائیں گے۔ ان ریاستوں کے والیان کو بھی لکھا کہ برطانوی حکومت کا التفات انہیں کس طرح ہمیشہ ہمیش کے لیے مہنگا پڑے گا۔ پھر جب لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہوئے تو ان کی خدمت میں ایک وفد روانہ فرمایا جنہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا تحریر فرمودہ ایڈریس وائسرائے کے سامنے بالمشافہ پڑھ کر سنایا جس میں حجاز اور نجد کے مسلمانوں کی خود مختاری پر سمجھوتے کی مذمت کی گئی تھی۔

وائسرائے لارڈ ریڈنگ نے اپنے خطاب میں اس ایڈریس کا مفصل جواب دیا، جسے ہندوستان اور برطانیہ کے اخبارات نے اپنے سرورق پر شائع کیا۔

یوں حضرت مصلح موعودؓ کی امتِ مسلمہ کے حقوق کے لیے کوششیں اور آپؓ کا ملتِ اسلامیہ کے لیے درد اور رہ نمائی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئی۔

آج ان والیان کے جانشین پلٹ کر دیکھتے ہوں تو شاید سوچتے ہوں کہ کیا ہی خوب، دور اندیشی پر مبنی مشورہ تھا۔ مان لیتے تو آج مغرب کے زر خرید غلام بن کر نہ بیٹھے ہوتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی جماعت کے لیے درد کی جڑیں بھی دراصل امت محمدیہ کے درد ہی کی زمینوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جہاں امتِ مسلمہ حضورؓ کو اس قدر عزیز تھی، وہاں وہ جماعت جس کے ذریعہ احیائے دینِ اسلام کا کام ہونا تھا، آپؓ کو کیسے عزیز تر نہ ہوتی۔ وہ جماعت جو ان لوگوں سے مل کر بنی جنہوں نے اپنے اموال، اپنے وطن، اپنے گھر بار چھوڑ کر، ان کی مخالفت مول لے کر مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اس کی فلاح اور بہبود حضرت مصلح موعودؓ کے روز و شب کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔ اس محبت میں آپ کا دل محبت کے ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح بلند بھی تھا اور اس حدت سے ابلتا بھی رہتا تھا۔

انگلستان کی مذاہبِ سلطنت کانفرنس میں جماعتِ احمدیہ مسلمہ کا تعارف کروانے کا موقع آیا تو حضورؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جب میں یہ مضمون لکھ رہا تھا، بعض راتوں میں میں بالکل نہیں سویا۔ اکثر راتوں میں ایک دو بجے سے پہلے بستر پر نہیں لیٹا۔ سارا سارا دن اس کام اور سفر کے انتظام میں صرف ہو جاتا۔

اس سفر پر روانہ ہوئے تو دو ماہ کے قریب عرصہ سمندر کے سفر کی نذر ہوا۔ روانگی سے پہلے ہی صحت خراب تھی۔ تمام راستہ اسہال کی تکلیف رہی۔ سمندری سفر سے متلی اور تے کی شکایت الگ لاحق ہو گئی۔ انگلستان کے قیام کے دوران لکھی گئی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے آرامی نے اسہال کی تکلیف کو شدید تر کر دیا۔ خود ایک خط میں فرمایا کہ ہمیں اتنی فرصت بھی نہ ملی کہ لندن شہر کو نظر بھر کر دیکھ ہی لیتے۔

شدید بیماری میں یہ عظیم الشان مصلح موعودؓ دن رات مغرب میں اشاعت اسلام کے لیے کوشاں رہا۔

یہ تو تھی حضرت مصلح موعودؓ کے عمل کی ایک جھلک۔ مگر کسی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اس کے ردِ عمل کو دیکھنا بھی نہایت اہم ہوتا ہے۔

مخالفین احمدیت حسد کی آگ میں جلتے جلتے فتاویٰ کی حدوں سے آگے بڑھے اور جلاؤ گھیراؤ جیسے گھناؤنے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔

احرار کی یورش اپنے عروج پر تھی۔ مذہب کے لبادے میں احراری شر پسندوں کے جلوس قادیان کی گلیوں میں گشت کرتے آنکلے۔ جلسہ کیا اور قسم کھائی کہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر دم لیں گے۔

قادیان کی جماعت کا خلیفہ اگر ایک حکم دیتا تو قادیان کی احمدی آبادی ان احراریوں سے متصادم ہوکر نمٹ لیتی۔ مگر حضرت مصلح موعودؓ نے صبر کا عظیم الشان مظاہرہ فرمایا۔ اپنی جماعت کو بھی صبر کا نمونہ دکھانے کا حکم دیا۔ اور خود جھک گئے اس ربِ کائنات کے حضور، جس نے آپ کی پیدائش، آپ کی پرورش، آپ کے ذریعہ اسلام کی تمکنت کے وعدے فرمائے تھے۔ اُس خدا سے جو اذن ملا، اس کی روشنی میں حضرت مصلح موعودؓ نے احرار کی دریدہ دہنی اور دھمکیوں پر اپنا ردِ عمل ظاہر فرمایا۔ یہ ردِ عمل کیا تھا؟

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ مخالفین اپنا پورا زور لگالیں۔ جو کرنا ہے کرلیں۔ جتنا شر پھیلانا ہے پھیلالیں۔ خوف وہراس پھیلالیں۔ مگر مجھے میرے خدا نے کچھ اور حکم دیا ہے۔ میں اس سب کے ردِ عمل میں ایک ایسی تحریک کا اعلان کرنا چاہتا ہوں جو میرے خدا نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ وہ تحریک جس میں ہر احمدی اپنی ضرورت سے زائد تمام آمدن دینِ اسلام کی اشاعت کے لیے پیش کردے۔ وہ تحریک جس میں ہر احمدی خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ جس میں ہر احمدی اپنی جائیداد وقف کردے۔ جس میں ہر احمدی سادہ زندگی بسر کرنے کا عہد کرے۔ اور وہ تحریک جس کے تحت ہر احمدی کلیۃً ترقی اسلام کے منصوبے کا حصہ بن جائے۔

حضورؓ نے اس تحریک کا نام تحریکِ جدید رکھا۔ نہ مخالفین کی روش پرانی ہوئی، اور نہ حضرت مصلح موعودؓ کی جاری فرمودہ تحریکِ جدید کی جدت میں کمی آئی۔ آپؓ کے بعد آنے والے خلفاء کے زمانوں میں جدید سے جدید تر ہوتی چلی گئی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ سدابہار درخت اور کیسے ہوتے ہیں؟

حضرت مصلح موعودؓ نے جن ذیلی تنظیموں کی بنیاد رکھی اور انہیں فعال کیا، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضورؓ کا دل جماعت کے بچے، بڑے، پیر و جواں، مرد و زن، سبھی کے لیے درد سے بھرا رہتا۔ آپ ہر فرد کو ترقی کی راہوں پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے۔ سو آپؓ نے سب کو ان راہوں پر ڈال دیا۔ سب کو ان کی منزل دکھائی اور ان منزلوں تک لے جانے والی راہوں کی طرف رہ نمائی فرمادی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی توقع جماعتِ احمدیہ سے کیا تھی؟ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آج بھی خلافتِ احمدیہ کی توقع ہم سے کیا ہے؟

اس سوال کا جواب خلاصۃً حضرت مصلح موعودؓ ہی کے ایک شعر میں آجاتا ہے:

ہے عمل میں کامیابی، موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے ، دریا کی کچھ پروا نہ کر

خود بھی تو حضورؓ نے ساری عمر یہی کیا۔ کم سنی، کمزوریٔ صحت، نامساعد معاشرتی حالات، بے سروسامانی، غریب الوطنی، ناسازگار سیاسی ماحول۔ کچھ بھی تو آپؓ کے عزم کے سامنے روک نہ بن سکا۔ آپ نے دریا کے بہاؤ کا رخ دیکھا، نہ اس کی گہرائی۔ اپنے عزم اور دعاؤں کے سہارے لہر سے لپٹ گئے اور موت سے پنجہ لڑاتے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے گئے۔

جب فرمایا کہ:

پیٹھ میدانِ وغا میں نہ دکھائے کوئی
منہ پہ یا عشق کا پھر نام نہ لائے کوئی

تو آپؓ کا وہ عہد یاد آگیا جو آپ نے 1908ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہوکر کیا تھا۔ گھر دنیوی سامان و اسباب سے خالی تھا۔ باپ کی نعشِ مبارک سامنے تھی۔ باہر گلی میں مخالفین کا طوفانِ بدتمیزی برپا تھا۔ ایسے میں آپؓ کا عہد اس شعر کی عملی تصویر بن گیا۔

پس ہم سے بھی یہی توقع رکھی کہ یا تو دعویٰ نہ کرو، یا پیمانِ وفا باندھا ہے تو اب اسے آخر تک نبھانا بھی ہوگا۔ یہی تو جمعیت کی اساس ہے۔ جب فرمایا کہ

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجے پہ راضی ہوں
اور ان کی نگاہ رہے نیچی

تو خود اس کا مظاہر بھی اپنی زندگی کے ہر پہلو میں کرکے دکھایا۔ ایک آدمی قادیان جیسے چھوٹے سے شہر میں بیٹھا، ایک اخبار الفضل کے نام سے نکالتا ہے۔ اور اپنی بصیرت سے اسے اس مقام تک لے جاتا ہے کہ ہندوستان کے سیاسی حلقے، کیا ہندو، کیا مسلمان اور کیا حکومتِ انگریزی۔ سب اس اخبار کا انتظار کرتے ہیں کہ تازہ معاشرتی اور سیاسی صورت حال پر اس اخبار میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ عنہ) کیا فرماتے ہیں؟ وہ اخبارات جو بڑے زبردست سرمائے سے جاری ہوئے، جن کے ایڈیٹر بڑے نامی گرامی لوگ تھے، جو ہندوستان کے بڑے بڑے اور ایک سے زیادہ شہروں سے چھپتے تھے، سب اس اخبار کی اٹھان اور اڑان دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

پس حضورؓ نے خود نگاہ نیچی رکھی، نہ حالات کو یہ اجازت دی کہ وہ آپ کی نگاہِ بلند پر آنچ آنے دیں۔ ہم سے بھی توقع رکھی کہ ہماری نگاہ کبھی نیچی نہ ہونے پائے۔ حالات خواہ کیسے ہی ہوں۔

اپنی جماعت کے ہر فرد کو علوم وفنون میں ترقی کرنے کی تلقین فرمائی۔ تعلیم حاصل کرنے کے ذرائع مہیا فرمائے۔ سکول کھولے، کالج کھولے، وظائف دیے کہ طلباء علم حاصل کرنے سے محروم نہ رہیں۔ علوم وفنون میں ترقی کو سراہا۔ مگر ساتھ یہ بھی فرمایا کہ

تم مدبر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

اور جب ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

تو خود کیسے عظیم الشان عملی نمونے ہمارے لیے چھوڑے۔ 1924ء میں لندن کا سفر اختیار کرنے کی نہ حالات اجازت دیتے تھے، نہ صحت۔ مگر دعوتِ اسلام کا ایک راستہ تھا جو کھلتا تھا۔ انجمن کا خزانہ اس سفر کا بوجھ برداشت کرنے کا اہل نہ تھا۔ حضورؓ نے دکن کے ایک مخلص، مخیر دوست سے قرض لیا اور اس سفر کو اختیار فرمایا۔ عسر اور یسر کو یکسر فراموش کرتے ہوئے یہ سفر جو اختیار فرمایا تو اس کے کس قدر شیریں ثمرات آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔

قلم ساتھ چھوڑتا ہے۔ الفاظ کا دامن تنگ پڑتا جاتا ہے۔ ایک شعر درج کر کے اس مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔ اس شعر میں ہر وہ توقع سمٹ کر آجاتی ہے، جو حضرت مصلح موعودؓ کو اپنی پیاری جماعت سے تھی:

میرے پیارے دوستو، تم دم نہ لینا جب تلک
ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں

☆...☆...☆

نگاہِ فضل عمر سے ہے آج رشکِ قمر

عظیم شان کا حامل تھا دورِ فضل عمر
نزولِ رحمتِ یزداں تھا ہم پہ شام و سحر

وہ کارواں کہیں رکتا تو کس طرح رکتا
امیر جس کا رہا خود کلید فتح و ظفر
تمام عمر گزاری جہادِ اکبر میں
رہا وہ کفر کے لشکر کے آگے سینہ سپر
ہزار بار اٹھے تیز و تند طوفاں بھی
ڈرا سکے نہ ہمارے وہ ناخدا کو مگر

ضیائے نورِ محمدؐ سے جگمگا اٹھی
وہ سرزمیں کہ جہاں ڈالی اس نے ایک نظر
خدا کے گھر کی بِنا اس نے ہر جگہ رکھ دی
اَحد اَحد کی صدا دی بتانِ غرب کے گھر
خدا کی شان کہ تاریک براعظم بھی
نگاہِ فضل عمر سے ہے آج رشکِ قمر
چمن کے حسن میں ہوتا ہے باغباں کا لہو
سبق یہ دے گئے ہم کو جنابِ فضل عمر

مبادا غم تجھے شبیرؔ بے عمل کر دے
کمر بخدمتِ قرآن ببند بار دگر

(الحاج چوہدری شبیر احمد)

بقیہ: رپورٹ امریکہ میں تقریباتِ تشکّر...از صفحہ نمبر 50

سلائیڈز اور تقاریر کے لیے مواد تیار کر کے بھجوایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ امریکہ کو حضورِ انور کی ہدایات کے مطابق بہترین رنگ میں اسی جذبہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق دے جو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دکھایا۔ اور وہ دن جلد سے جلد تر آئے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا اور آپؐ کی تعلیمات سے یہ دنیا ایک روحانی لذّت وسرور حاصل کرنے والی ہو جائے اور اہالیانِ امریکہ بھی من حیث القوم نبی کریم ﷺ پر مومنین کی حیثیت میں درود و سلام بھیجنے والے بن جائیں۔ آمین

(رپورٹ: سید شمشاد احمد ناصر۔ نمائندہ الفضل انٹرنیشنل)

’’چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر‘‘

(نصیر حبیب۔ لندن)

انیسویں صدی میں مسلمانانِ ہندوستان ایک ایسی دعوت ہائے مقابلہ سے نبرد آزما تھے کہ بقولِ غالب ؎

کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

علماء تو سر گشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھے لیکن جدّت پسند گردشِ زمانہ سے مجبور ہو کر مغرب کی دریوزہ گری کر رہے تھے۔ اہلِ درد کی آنکھیں اس امید سے ہر رات بھیگ جاتی تھیں کہ

شاید اس رات وہ ماہتاب لبِ جو آئے

جب یوں ظاہر ہو رہا تھا کہ وقت اپنے بے رحم ہاتھوں سے امّت کی تقدیر کا فیصلہ لکھ دے گا کہ یکا یک قادیان کے گمنام گوشوں سے ایک مردِ حق نے جس کی آنکھیں خاکِ مدینہ و نجف کے سرمے سے روشن تھیں نعرۂ حق بلند کیا۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

چنانچہ قادیان کے آریوں نے لکھا ہم جو آپ کے ہمسائے میں رہتے ہیں ہمیں کیوں محروم رکھا جائے۔ ہمیں خدا تعالیٰ کے قرب اور رحمت کا نشان دکھایئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب سے رحمت اور قربت کا نشان مانگنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور اپنے رب سے با کمال فرزند کی ولادت کی التجا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری دی۔

’’میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا‘‘

چنانچہ آپ کو اس با کمال فرزند کے متعلق خبر دی گئی۔

1۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا

2۔ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا...... تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ’’کسی قول کو کیونکر خدا کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جب تک اس کے ساتھ فعلی شہادت زبردست نہ ہو‘‘

(روحانی خزائن تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 575-578)

چنانچہ اس قول کو پرکھنے کے لیے ہم تاریخ کے آئینہ خانے میں چلتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ با کمال فرزند جس کے حصے میں جدید درس گاہوں کے ایوان نہیں بلکہ مسجد کی چٹائی اور بیت الدعا کا گوشہ آیا تھا جب انگلی پکڑ کر عالم روحانی کی سیر کرواتا ہے تو نواب بہادر یار جنگ جیسا سحر طراز مقرر دنگ رہ جاتا ہے۔ مذہب اور سائنس پر لیکچر دیتے ہیں تو اقبال لذت تقریر سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کی گتھیاں سلجھاتے ہیں تو سر عبد القادر داد دیے بغیر نہیں رہتے۔ آپ کے رشحات قلم ٹپکتے ہیں تو حقائق و معارف کی ایک جوئے رواں بہہ نکلتی جو ان تمام قصوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کے لے جاتی ہے جو کہ قرآن کی تفسیروں میں داخل کر دیے گئے تھے۔ جس کی وجہ سے معاندین اسلام قرآن پر بے جا اعتراض کرتے تھے۔

پیش گوئی کے مطابق یہ با کمال فرزند علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ آیئے ہم ماضی کی تاریخ میں اس حقیقت کا عکس دیکھتے ہیں۔

اگر انسانی تہذیب کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دنیا میں علمی انقلاب حقیقت میں قرآن پاک لے کر آیا۔

یہ قرآن تھا جس نے عقل کو شرف و مرتبہ عطا کیا جسے ماضی کے مذہبی ٹھیکے داروں نے مردود و مقہور قرار دے رکھا تھا۔ قرآن پاک میں دوزخیوں کے بارے میں ذکر ہے

وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (الملک :11)

’’اور وہ کہیں گے اگر ہم (غور سے) سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم آگ میں پڑنے والوں میں شامل نہ ہوتے‘‘

چنانچہ عقل کی پذیرائی کی بھی روایت تھی جو اندلس کے مسلمانوں کے ذریعے مغرب پہنچی اور ایک عالمگیر سائنسی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ لیکن افسوس قرآن کے حسن کو زمانہ نہ سمجھ سکا۔

چنانچہ کارلائل جس نے آنحضرت ﷺ کو خراج تحسین پیش کیا لیکن قرآن کے اعجاز کو نہ سمجھ سکا۔ وہ قرآن کے مطالعہ کے بارے میں لکھتا ہے

I must say, it is as toilsome reading as I ever undertook. A wearisome confused jumble, crude, incognite;

(Thomas Carlyle, Heroes and Hero-worship, London, 1869. page 77)

اور تو اور مولانا مودودی صاحب قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں

’’اس میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے اور نہ کتابی اسلوب‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول۔ ادارہ ترجمان القرآن صفحہ 21)

دسمبر 1915ء کے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت اور نگرانی کے ماتحت قرآن شریف کے پہلے پارہ کی تفسیر شائع ہوئی۔ یہ تفسیر خود حضور کی لکھی ہوئی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 184-185)

اس تفسیر کو بہت پذیرائی ملی۔ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے لکھا

’’اس ترجمہ سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ قرآن سراسر مربوط کلام ہے جس کی ہر آیت اپنی جگہ ٹھیک ٹکے ہوئے موتی کی طرح ہے۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری 1917ء صفحہ 32)

اس شہادت سے کیا کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر نہیں ہوا!

میر نے کہا تھا

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منہ نظر آتے ہیں دیواروں کے بیچ

☆...☆...☆

ملت کا سچا فدائی

تھی رفتار میں بجلیوں کی سی تیزی جب اس نے سنبھالی زمامِ خلافت
تسلسل ہے عہدِ مسیحا کا گویا ہے جاری و ساری نظامِ خلافت
وہ تھا ایک جہدِ مسلسل کا رسیا پہاڑوں سے اونچے تھے سب کارنامے
مگر سب سے ارفع یہ تھا کارنامہ جو محکم کیا تھا مقامِ خلافت
بہت دکھ اُٹھائے بہت درد جھیلے جگر گویا زخموں سے چھلنی ہوا تھا
اولوالعزم نے بار سارے اٹھائے مگر اونچا رکھا پیامِ خلافت
وہ تھا کل کا بچہ مگر فضلِ رب نے تھمائی کلید اس کو فتح و ظفر کی
زمانے نے دیکھا وہ اک شیر نر تھا جب آیا کہیں پر بھی نامِ خلافت
وہ سچا فدائی تھا ملت کا برحق، خدا اس پہ بارش کرے رحمتوں کی
لہو دے کے زندہ کیا دیں کو اس نے وہ ٹھہرا ہے رازِ دوامِ خلافت
کریں اپنی نیکی کے معیار اونچے کہ مانا ہے ہم نے مسیحِ زماں کو
دعا ہے کہ ہم اس بلندی کو چھو لیں ہوا جس غرض سے قیامِ خلافت

(امۃ الباری ناصر)

میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں

’’میں اس لیے خلیفہ نہیں کہ حضرت خلیفہ اول کی وفات کے دوسرے دن جماعت احمدیہ کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لیے بھی خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں گا۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے۔... جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے بھی روز روز نہیں آتے۔‘‘

(خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 18)

’کلامِ محمود‘ کے مضامین کا اجمالی تعارف

(حافظ نعمان احمد خان۔ استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتِ بابرکات سے جہاں دنیا بھر کے عُلوم مستفید ہوئے وہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اِس نشان سے ادبِ عالم بالخصوص اردو ادب نے بھی خوب روشنی پائی۔ آپؓ کی شاعری کا مجموعہ ’کلامِ محمود‘ حضورؓ کے مسیحی نفس ہونے کی ایک لطیف دلیل ہے۔ جس کے مضامین سے دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اور جس میں مرقوم براہین سے باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگنے پر مجبور دکھائی دیتا ہے۔ ’کلامِ محمود‘ کا مطالعہ ایک طرف حضرت مصلح موعودؓ کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کی جھلک دکھلاتا ہے تو دوسری جانب اِن نظموں میں خدا کی غیّوری، کلمۂ تمجید اور جلالِ الٰہی کے نظارے نظر آتے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی جانب سے طبع شدہ ’کلامِ محمود مع فرہنگ‘ میں درج تفصیل کے مطابق ’کلامِ محمود‘ پہلی بار 1913ء میں شائع ہوئی۔ اس کے پہلے مرتب حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب تھے۔ بعد میں محترم محمد یامین صاحب نے اضافوں کے ساتھ اسے متعدد بار شائع کیا۔

کلامِ محمود کے اس مطالعے کو ہم نے زمانی اعتبار سے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

☆ ... آغازِ شاعری سے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے تک۔

☆ ... آغازِ خلافت سے تقسیمِ ہند یا قادیان سے ہجرت تک۔

☆ ... تقسیمِ ہند سے آپؓ کی وفات تک۔

اس وقت عام دستیاب ’کلامِ محمود‘ میں کُل 211 نظمیں اور 29 قطعات ہیں۔ اشعار کی کُل تعداد لگ بھگ اکتیس سو کے قریب ہے۔

پہلا دور

’کلامِ محمود‘ میں درج اوّلین نظم 1903ء کی ہے جب آپؓ نے ’شاد‘ تخلص رکھا تھا۔ ابتدائی دور کا یہ کلام ایک خوب صورت، وجیہ اور پاک لڑکے، کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس دور کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

☆ ... حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے پہلے تک۔

☆ ... حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے آپؓ کے خلیفہ منتخب ہونے تک۔

حصہ اوّل: 1903ء تا وفات حضرت اقدس مسیح موعودؑ

اس حصّے میں کُل 18/ نظمیں ہیں۔ جن میں مجموعی طور پر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے شکر کے پاکیزہ جذبات دکھائی دیتے ہیں۔ آمین اور شادی کے موقعے پر کہی گئی دعائیہ نظمیں بھی اس دور میں ملتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں مرقوم ایک قصیدہ بھی اس زمانے کی یادگار ہے۔ اس قصیدے میں تائیدِ الٰہی کی دلیل کو اہلِ فکر و نظر کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

وہ قصیدہ مَیں کروں وصفِ مسیحا میں رقم
فخر سمجھیں جس کو لکھنا بھی مرے دست و قلم
تاجِ اقبال کا سر پر ہے مزیّن تیرے
نصرت و فتح کا اُڑتا ہے ہوا میں پرچم

اس کے علاوہ قادیان سے محبت و اُنس اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے لیے ضرورتِ زمانہ کی دلیل بھی بالکل ابتدائی زمانۂ شاعری کے اہم مضامین ہیں۔

مجھ سے سنو کہ اتنا تغیّر ہے کیوں ہوا
جو بات کل نہاں تھی ہوئی آج کیوں عیاں
یہ وقت، وقتِ حضرتِ عیسیٰ ہے دوستو
جو نائبِ خدا ہیں جو ہیں مہدئ زماں

اس ابتدائی دور کی شاعری میں نعتیہ اشعار بھی ہیں۔ معروف نظم ”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“ اسی دور کی یادگار ہے۔ ان نظموں میں حضورؓ کے مشن کی کامیابی پر کامل ایمان اور آنے والے عذابوں سے قوم کو ڈرانے کے مضامین بھی نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ایک نظم انگریز حکومت کے فلاحی کاموں اور نظامِ عدل کی تعریف پر مشتمل بھی موجود ہے۔

حصّہ دوم

(وفات حضرت مسیح موعودؑ تا انتخابِ خلافتِ ثانیہ)

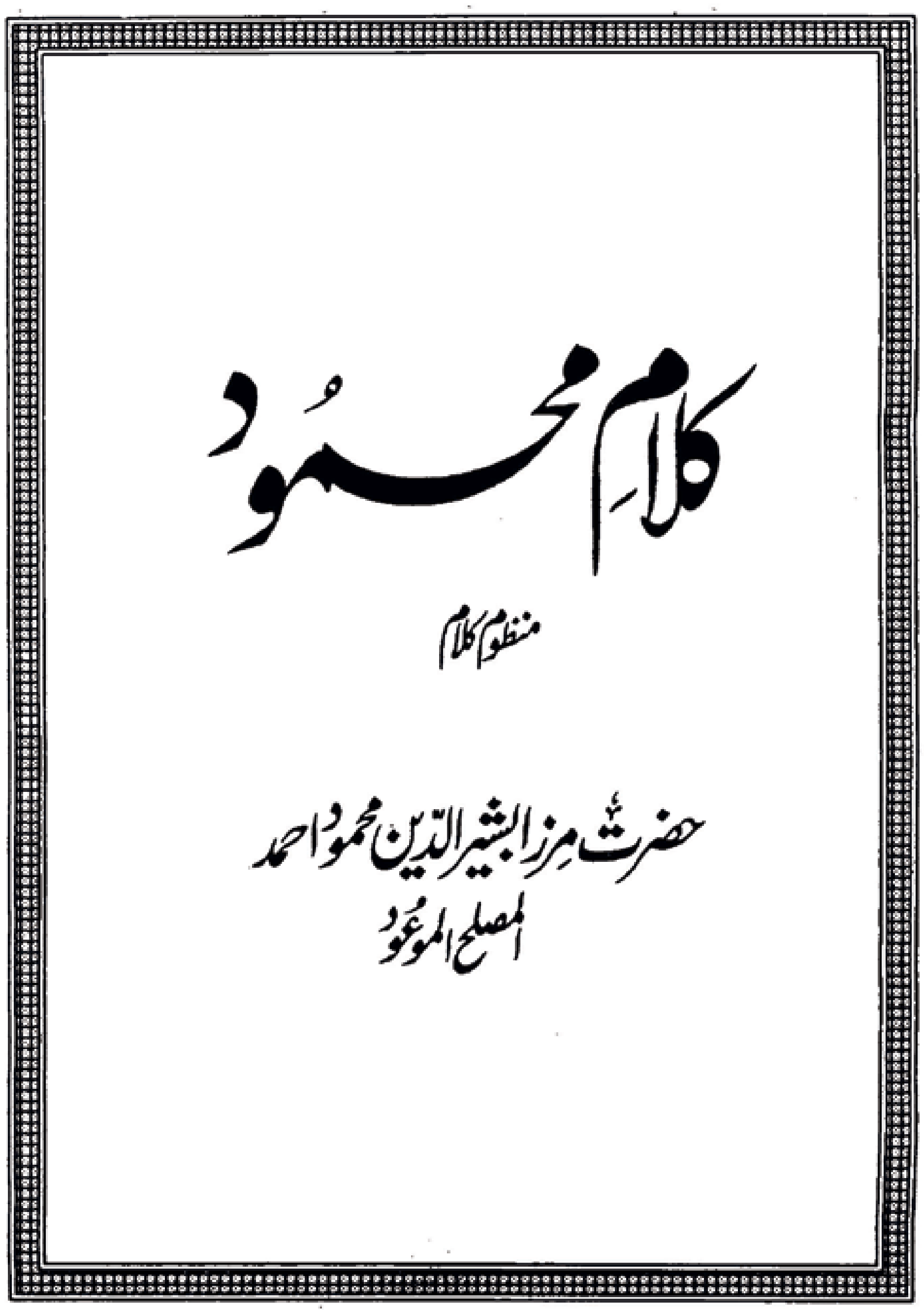
اس حصّے میں 27/ نظمیں ہیں۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد، پہلے دور کے دوسرے حصّے میں یک دم شاعری کا مزاج بدلتا نظر آتا ہے۔ اس عہد کے اشعار میں تنہائی، خدا کی یاد، اس کی رحمت پر امیّد اور عشقِ الٰہی کی مہ سے مخمور رہنے کے مضامین غالب ہیں۔ جلوۂ طُور کے دوبارہ دکھلانے کی خواہش کا اظہار ایک سے زائد مقامات پر ملتا ہے۔

کِرمِ خاکی ہوں، نہیں رکھتا کوئی پروا مِری
دشمنوں پر مَیں گِراں ہوں دوستوں پر بار ہوں
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
اب کسی پر تیرے بِن پڑتی نہیں میری نظر
مجھ کو یہ سمجھیں کہ ہُوں اُلفت میں مرفوع القلم
میرے پیچھے پڑ رہے ہیں سب مرے احباب کیوں

اس دور کی شاعری میں حرکت و عمل کی تلقین اور ناصحانہ انداز بھی خال خال نظر آتا ہے۔ جبکہ دنیا سے بے رغبتی اور جماعت نیز امّتِ محمدیہ کے صراطِ مستقیم سے بھٹک جانے کی فکر کے مضامین جابجا ملتے ہیں۔

غمِ جماعتِ احمدؑ نہیں سہا جاتا
یہ آگ وہ ہے کہ جس نے جلا دیا مجھ کو

وفاداری اور عہد کی پاس داری اسی طرح اولوالعزمی کے بلند پایہ خیالات اس دور کا خاصّہ ہیں۔ عہد شکنی نہ کرنے اور اہلِ وفا بننے کی تعلیم بار بار دہرائی گئی ہے۔ ان اشعار میں موجود امید و بیم، اور نشاط و فرحت کے ساتھ کچھ کر دکھانے پر اکسانے



والے پاکیزہ خیالات ہر زمانے اور علاقے کے لوگوں میں ہمیشہ نئی روح پھونکتے رہیں گے۔

کرلو جو کچھ موت کے آنے سے پہلے ہو سکے
تِیر چُھٹ کر موت کا پھر کیا خطا ہو جائے گا
کرے گا نعرۂ اللہ اکبر کوئے قاتل میں
ابھی تک کچھ نہ کچھ باقی ہے دم اس مرغِ بسمل میں
مصیبت راہِ اُلفت کی کٹے گی کس طرح یارب
مرے پاؤں تو بالکل رہ گئے ہیں پہلی منزل میں
بے وفائی کا لگاتے ہیں وہ کس پر الزام
مَیں تو وہ ہوں کہ مجھے لفظِ دغا یاد نہیں

اس عہد کے اشعار ایک جانب ناصحانہ انداز میں کِبر، غیبت، بغض جیسی بدیوں سے بچتے ہوئے انکساری کی تحریک کرتے اور حصولِ تقویٰ کی تحریص دلاتے ہیں تو دوسری جانب حرکت و عمل کی تلقین کرتے ہوئے اپنے پیاروں کو مسیحِ پاکؑ کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا سبق دیتے ہیں۔

وہ کہیں ہم کہ گداگر کو سلیماں کر دیں
وہ کریں کام کہ شیطاں کو مسلماں کر دیں
پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی
پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحاں کرو
دل پھر مخالفانِ محمد کے توڑ دو
پھر دشمنانِ دین کو تم بے زباں کرو

اس دور کا سب سے دل گداز موضوع حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بچھڑ جانے کا غم اور آپؑ کی یاد ہے۔ کوہِ وقار اور عزم و ہمت کی چٹان سیّدنا حضرت فضلِ عمرؓ کے ان اشعار میں حضورؑ سے بچھڑنے کے مضمون کو، تنہائی کی چادر میں جس پُر جمال اہتمام کے ساتھ رقم کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ غزلیہ انداز میں برتا گیا یہ موضوع آپؓ کی بیشتر شاعری میں اپنی چمک دکھلاتا ہے۔

وہ خواب میں ہی گر نظر آتے تو خوب تھا
مرتے ہوئے کو آکے جِلاتے تو خوب تھا
وہاں ہم جا نہیں سکتے یہاں وہ آ نہیں سکتے
ہمارے درد کا کوئی بھی درماں ہو نہیں سکتا

اے مسیحاؑ ہم سے گر تُو چھٹ گیا
دل سے پر اُلفت تری چھڑوائے کون

1911ء میں حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی آمین پر کہی گئی معروف نظم ''خدانے ہم کو دی ہے کامرانی'' بھی اسی عہد کی نظم ہے۔

دوسرا دور: (آغاز خلافتِ ثانیہ تا تقسیمِ ہند)

اس حصّے میں کم و بیش 78/ نظمیں شامل ہیں۔نظم نمبر 45، اگست 1913ء کی ہے۔جس کے بعد نظم نمبر 46، جنوری 1918ء میں شائع ہوئی۔نظموں کی اشاعت میں یہ وقفہ دیگر تمام وقفوں کی نسبت طویل ترین ہے۔ نامساعد حالات میں عنانِ خلافت سنبھالنے کے بعد بے پناہ امور کی نگرانی اور عملی اقدامات ہی اغلباً اس فترت کا سبب ہیں۔

اس عہد کے عمومی موضوعات میں اسلام کی فتح کا یقین اور اُس کے لیے دعا و مناجات شامل ہیں۔احمدیت کو خدا کا جلوہ قرار دے کر پوری تحدّی کے ساتھ اس کے کامیاب و کامران ٹھہرنے کا اعلان نظر آتا ہے۔

فضل سے تیرے جماعت تو ہوئی ہے تیار
حزبِ شیطان کہیں رخنہ نہ ڈالے پیارے
جلوۂ یار ہے کچھ کھیل نہیں ہے لوگو!
احمدیت کا بھلا نقش مِٹا دیکھو تو

عمومی طور پر جماعت کو نصائح پر مبنی اشعار بھی اس عہد میں ملتے ہیں۔

حلال کھا کہ ہے رزقِ حلال میں برکت
زکوٰۃ دے کہ بڑھے تیرے مال میں برکت

نیکی اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کی تلقین کے ساتھ خود کو نیک گمان کرنے سے بچنے کی نصیحت کو کئی مواقع پر مختلف انداز اور مثالوں سے پیش فرمایا گیا ہے۔نفس کی غلامی سے بچنے اور اسے اپنے ارادوں کے تابع کرنے کا بیان بھی بعض اشعار میں ملتا ہے۔ اسی مزاج کی ایک لاجواب نظم ''مَیں اپنے پیاروں کی نسبت'' اسی عہد کی دل کش ترین نظموں میں سے ایک ہے۔اس نظم کو اخلاقی ترقی کا منشور اور لائحہ عمل کہنا بے جا نہ ہوگا۔

عمومی موضوعات میں حرکت وعمل کی نصیحت اس دور میں بھی بار بار نظر آتی ہے۔فرق یہ ہے کہ اس طرح کے اشعار میں اپنائیت اور سوز و درد زیادہ محسوس ہوتا ہے۔احبابِ جماعت کو نہایت فکر کے ساتھ اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

احمدی اٹھ کہ وقتِ خدمت ہے
یاد کرتا ہے تجھ کو ربِّ عباد
شکر کر شکر یاد کرتا ہے
گُد گُداتی تھی دل کو جس کی یاد
خدمتِ دیں ہوئی ہے تیرے سُپرد
دُور کرنا ہے تُونے شرّو فساد

خدا تعالیٰ کی جانب سے تفویض کردہ اس الٰہی مشن کی کامیابی کے لیے انصار کی دست یابی کی دعا بھی اس عہد کے اشعار میں دکھائی دیتی ہے۔عمل میں کامیابی کی نوید سنانے کے ساتھ ایسے ایمان کو بے وقعت قرار دیا گیا ہے جس کے ساتھ قوتِ عمل نہ ہو۔ اسی طرح صبر، اولوالعزمی، قرآنی تعلیمات کے اعجاز کا بیان اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی یاد جیسے عناوین بھی اس عہد کے عمومی موضوعات ہیں۔

اس دور کی نظموں میں حضورؓ کا بیان فرمودہ فلسفۂ عشق ایک ایسا موضوع ہے جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عشق کا ایسا منفرد رنگ ہے جس میں تصوّف کی سی وارفتگی بھی ہے اور سعیٔ پیہم کی تعلیم بھی۔ اہلِ فلسفہ رہر وِطریقت کے اثمار کی شناخت سے محروم ہیں، یہ عشق ایسا اکسیر ہے جو خادم و مخدوم کو یک جان کر دیتا ہے۔شاہ راہِ عشقِ حقیقی کا مسافر اپنے حال سے بے نیاز ہوتا ہے۔ یہ عشق تن و من کو جلا ڈالتا ہے۔لیکن اس سوز میں ہی عاشق کو قرار ملتا ہے۔

علاجِ عاشقِ مضطر نہیں ہے کوئی دنیا میں
اُسے ہوگی اگر راحت میّسر تو فنا ہوکر

عشق کا یہ مضمون ایک اور ذیلی موضوع یعنی 'وصل' کا سبب بنتا ہے۔ اردو شاعری کے لیے 'وصل' کوئی نیا موضوع نہیں۔لیکن کلامِ محمود کی نظموں میں 'وصل' کا بیان ایک اچھوتے انداز سے ملتا ہے۔اس کی وجہ بہت سادہ سی ہے اور وہ یہ کہ ان اشعار میں جس محبوب کی راہوں کی طرف اہلِ دل کو اشارے کیے جارہے ہیں وہ سب وفاداروں سے بڑھ کر باوفا ہے۔'ساغرِ حسن تو پُر ہے کوئی مئے خوار بھی ہو'۔وصل کی لذت اس میں ہے کہ محبوب کی قربت میں بھی ہوش سلامت رہیں۔ یہ ایسا لطیف فلسفۂ عشق ہے جس میں ایک جانب فنا کی تعلیم ہے تو دوسری جانب الفتِ ظاہر کی خواہش بھی پنپ رہی ہے۔ اخفا و اظہار کو بیک وقت برتنا ہی راہِ عشق میں کامیابی کا واحد راستہ ہے۔جس طرح اضداد کا باہم کرنا کارِسہل نہیں اسی طرح اُس یار کی محبت پانے کے لیے ہر ایک راہ اختیار کرنا اور ہر رُوپ دھارنا اور ہر دروازے پر دستک دینا ضروری ہے کہ نامعلوم کس دروازے سے وہ یار اپنے عاشق کو بلالے۔

عشق کی راہ میں دیکھے گا وہی رُوئے فلاح
جو کہ دیوانہ بھی ہو عاقل و ہشیار بھی ہو

اس عہد کی نظموں کا ایک اور غور طلب موضوع آپؐ کے حمدیہ اشعار ہیں۔ ان اشعار میں حمد کے پہلو کے ساتھ جا بجا وفا کے موضوع کو جوڑا گیا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے یادِ الٰہی میں گم رہنا اور اس کی راہ میں خود کو فنا کرلینا ہی بقا کا راستہ ہے۔ اس بقا کا متلاشی اپنے ربّ کا کیسا وفا شعار عبد ہوگا جس کے نزدیک اپنی حیثیت خاکسار اور نابکار کی ہو لیکن اس کو یہ یقینِ کامل حاصل ہے کہ وہ بہرحال اپنے محبوب کے دربار میں باوفاؤں میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس در کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔حضورؓ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دلانے کے لیے کس تیقّن کے ساتھ عاجزی سے فرماتے ہیں:

یقیں دلاتے رہے ہیں دُنیا کو تیری الفت کا مدتوں سے
جو آج تُونے نہ کی رفاقت کسی کو کیا منہ دکھائیں گے ہم

عقل اور عشق یوں تو ہر زمانے میں ہی متصادم اور برسر پیکار رہے ہیں لیکن جدیدیت کی فضا نے عقل کو ایک گنجلک فلسفے کا رُوپ دے کر اس بحث کو پیچیدہ تر بنا ڈالا تھا۔مغرب نے صنعتی انقلاب، اور کچھ مارکس کے فلسفے کے زیرِ اثر دین اور مذہب کی ضرورت اور اِس کے آغاز کو بھی موضوع بنایا۔حضرت مصلح موعودؓ کی شاعری میں عقل کی تنگ دامنی اور تحدید کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ الہامی نور سے منوّر ٹھہرے بنا عقل نابینا محض ہے۔حضورؓ اپنے اشعار میں عقلیت پسندوں بلکہ عقلیت پرستوں کو اُس یارِ حقیقی کے الطاف و کرم کے مشاہدے کی دعوت دیتے ہیں۔عقل کے ساتھ نفس کی غلامی کو بھی ایک بلا قرار دیا گیا ہے اور اس قید سے رستگاری کی کوشش کی بھی ان اشعار میں تحریک ملتی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعے تجدیدِ دین کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ آپؑ نے انسان کو اِن جھوٹے فلسفوں سے آزادی دلائی ہے۔

پھر مٹے جاتے ہیں ہر قسم کے دنیا سے فساد
عقل پھر تابع ِ الہام ہوئی جاتی ہے

دنیا کے ان بے نور فلسفوں سے بیزاری کا مضمون 'کلامِ محمود' کے اشعار میں اشارتاً کئی جگہ ملتا ہے۔مفکرین بالخصوص مغربی فلسفیوں نے انبیا سے اخذ کردہ باتوں کو گورکھ دھندہ بنا کر انسان کو ذاتی تجربے اور خود شناسی کے عمل سے دور کر دیا۔شان دار جملوں اور بلند آہنگ گفتگو کے رعب نے بیشتر دنیا سے غور و فکر کو چھین لیا۔ دریافت اور تلاش کو نئی دنیا نے محض چند دماغوں کی میراث گمان کر رکھا ہے۔حضورؓ کے اشعار میں دعوتِ فکر ملتی ہے۔ علم کی نئی اور پرانی راہوں پر سفر کی تحریک ملتی ہے۔

عرفان کی راہوں سے جاہل تسلیم کی راہوں سے غافل
جو آپ بھٹکتے پھرتے ہیں آئے ہیں مرے سمجھانے کو

اس موضوع پر تیسرے دور کا ایک شعر جو 1954ء کا ہے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

فرائڈ کا ہے ذکر ہر اِک زباں پر
ہیں بھولے ہوئے بخاری و نسائی

حیات اور مقصدِ زندگی کو بھی اِس دور کی بعد کی شاعری میں موضوع بنایا گیا ہے۔ 1934ء کے خطرناک حالات کے بعد احراریوں کی ناکامی پر کہی گئی غزلیہ شاعری میں یہ موضوع بھی نظر آتا ہے۔

ہے حیاتِ شمع کا سب ماحصل سوز و گداز
اک دلِ پُر خون ہے یہ اکتسابِ زندگی

انسان کا اس دنیا میں رہنا اور بامقصد زندگی گزارنا، اصلاحِ خلق کے لیے کوشاں رہنا یہ ایسی قابلِ رشک زندگی ہے جس کی خواہش کی جانی چاہیے۔ اس مثالی زندگی میں محبوبِ حقیقی کے عشق میں مخمور ہوکر بنی نوع کے لیے مثلِ مئے خانہ بننے کی تمنّا دکھائی دیتی ہے۔

جو ختم نہ ہو ایسا دکھا جلوۂ تاباں
جو مَر نہ سکے مُجھ کو وہ پروانہ بنا دے
گلشنِ عالَم کی رونق ہے فقط انسان سے
گُل بنانے ہوں اگر تُونے تو کر گِل کی تلاش

اس دور کی شاعری میں دو عربی نظمیں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح سفر یورپ 1924ء کے دوران قادیان کی یاد میں کہی گئی نظم ''ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیاں'' اپنے مزاج کے لحاظ سے ایک خوب صورت نظم ہے۔ اسی طرح آمین، رخصتانے اور وفات پر کہی گئی چند نظمیں بھی اس عہد کی یادگار ہیں۔

تیسرا دور: (تقسیمِ ہند تا وفات حضرت مصلح موعودؓ)

اس حصّے میں تقریباً 88/ نظمیں موجود ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد جماعت اور حضورؓ قادیان سے ہجرت کر کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں پہلے لاہور اور پھر نو آباد مرکزِ احمدیت، ربوہ آئے۔ ہنگاموں سے بھرپور اس دور نے حضرت مصلح موعودؓ کی شاعری کے موضوعات پر بھی اپنا اثر ڈالا۔

چند مضامین جو دورِ اوّلین سے مستقلاً حضورؓ کی شاعری کا حصّہ چلے آرہے تھے اس آخری دور میں بھی موجود رہے۔ اِن موضوعات میں حرکت وعمل کی ترغیب و تحریص اور ناصحانہ اندازِ تخاطب سرِفہرست ہے۔ آگے سے آگے قدم بڑھاتے جانے، مشکلوں سے نہ گھبرانے اور عاجزی انکساری کے ساتھ چلنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

خود کام کو چوپٹ کر کے تم اللہ کے سر منڈھ دیتے ہو
تم اپنے کاموں کو دیکھو اور اس کی قضا کو رہنے دو
کامیابی کی تمنّا ہے تو کر کوہ کنی
یہ پری شیشے میں اُتری ہے کہیں باتوں سے
کھڑکی جمالِ یار کی ہیں ''عجز و انکسار''
سب سے برا حجاب سر پُر غرور ہے

اسلام کی فتح کا یقین اور اس کے لیے دعا کے مضامین پہلے دونوں ادوار کی نسبت اس دور میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ مخالفین جو اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے ہیں اُن کے مقابلے میں دعا کی گئی ہے کہ اللہ ہمیں بھی تعداد میں بڑھادے۔ اس عظیم مقصد یعنی غلبۂ اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہنے کا عزم اس عہد میں بھی جوان نظر آتا ہے۔

مِٹ جائے میرا نام تو اس میں حرج نہیں
قائم جہاں میں عزت و شوکت رہے تری
آدمِ اوّل سے لے کر وہ ہے زندہ آج تک
ایسی طاقت دے کچل ڈالوں مَیں اب شیطاں کا سر

اس مضمون کے ہم راہ اس دور کی شاعری میں خدا تعالیٰ کے ساتھ پیار و محبت کی باتیں بھی کثرت سے دکھائی دیتی ہیں۔ اپنے حی و قیّوم خدا کی قدرتوں کا بار بار رشک کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کے سامنے معبودانِ باطلہ کی بے وقعتی کو موضوع بنایا گیا ہے۔

راتوں کو آکے دیتا ہے مجھ کو تسلیاں
مردہ خدا کو کیا کروں میرا خدا یہ ہے
کیا دامِ عشق سے کبھی نکلا ہے صید بھی
کیا بات تھی کہ آپ نے عہدِ وفا لیا

جفاکشی، بہادری اور مشکلوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی تلقین اس عہد کی شاعری میں کئی دفعہ موضوع کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو اُن کی افسوس ناک حالت پر شرمندہ کیا گیا ہے اور اپنی حالت میں سُدھار لانے پر ابھارا گیا ہے۔

ملک و بِلاد سونپ دیے دشمنوں کو سب
بیٹھے ہو گھر میں خصلتِ مردانہ چھوڑ کر
چھوڑ کر چل دیے میدان کو وہ ماتوں سے
مرد بھی چھوڑتے ہیں دل کبھی اِن باتوں سے

دشمنانِ اسلام و احمدیت کی ناکامی کی امید اور حق کی آخری فتح کے یقین پر مبنی موضوعات بھی اس عہد کی شاعری کا اہم حصّہ ہیں۔خصوصاً طبقۂ مُولویاں کو نام لے کر بے نقاب کیا گیا ہے کہ جو اپنے سفلی مقاصد کے حصول کے لیے مذہب جیسی مقدس چیز کو بھی بدنام کر ڈالتے ہیں۔ لاہور کے قیام کے عرصے میں کہی گئی نظموں میں عدو کی دشنام دہی کا ایک سے زائد مقامات پر تذکرہ ملتا ہے۔ اسلام کے نام پر کشت و خون کو روا رکھنے کے نظریے نے امن و سلامتی کے اس مذہب کے پُرنور چہرے کو داغ دار کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔حضورؓ کی شاعری میں اسلام کے حقیقی چہرے کو دکھلانے اور اس باطل نظریے کے غیر منطقی ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اجرائے نبوت

......باقی صفحہ 62 پر......

ازواج (میاں اور بیوی) کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے اقوال و عائلی زندگی سے نمونہ اور نصائح

''آپ اپنی بیویوں کے بارے میں کامل عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ افراد کی نسبت سے خرچ دیتے ہیں، کبھی کسی کو شکوہ شکایت کا موقع نہیں ملتا، نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں، سب بیویاں دل کی گہرائیوں سے حضور کی مدّاح ہیں، سفروں میں باری باری ساتھ لے جاتے ہیں، گھر میں باریاں مقرر ہیں اور ہر ایک کے حقوق کا پورا خیال رکھتے ہیں''

(امتہ الباری ناصر۔ امریکہ)

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ أَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:75)

انسانی تمدن میں مرد اور عورت کے مقام میں عدم توازن نے ہمیشہ مسائل پیدا کیے ہیں۔ یہ اونچ نیچ اسلام کی تعلیم نہیں، حکمرانی کے شوقین افراد کا جبر ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ معاشرے میں عورت کو اُس کا صحیح مقام دلوانے کے زبردست داعی تھے۔ بحیثیت میاں بیوی مرد عورت کے فرائض اور حقوق میں بھی مشرقی و مغربی تہذیب و تمدن کے غلط اثرات کو دور کر کے قرآن و سنت نبوی ﷺ کے مطابق صحیح اسلامی تعلیم سے روشناس کرایا اس کے لیے آپؓ دیگر مذاہب میں میاں بیوی کے تعلق سے نظریات پیش کر کے اسلام کی خوبیاں بیان فرماتے ہیں۔

اگر ہم دیگر مذاہب کا میاں بیوی اور شادی بیاہ کے امور کے متعلق جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تورات میں عورت مرد کے تعلق میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ عورت چونکہ مرد کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس وجہ سے وہ اس سے مل کر ایک بدن ہو جائے گا اور مرد کو طبعاً عورت کی طرف رغبت رہے گی۔ یہ کہ ان کا مِل کر رہنا اچھا ہو گا یا نہیں اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا صرف فطری تعلق کو لیا گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ مرد عورت کا تعلق ادنیٰ درجے کے لوگوں کا کام ہے اگر کوئی اعلیٰ درجے کا انسان بننا چاہے اور آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ خوجہ بن جائے مطلب یہ کہ اصل نیکی شادی نہ کرنے میں ہے ہاں جو برداشت نہ کر سکے وہ شادی کر لے۔

ہندو مذہب نے شادی کی ضرورت پر کچھ نہیں لکھا صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ شادی ان کے دیوتا بھی کرتے تھے پھر بندے کیوں نہ کریں گے مگر ساتھ ہی بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ نجات کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ انسان سب دنیا سے الگ ہو کر عبادت کرے۔

منو جی نے جن کی تعلیم ہندو مانتے ہیں یہ بھی بتایا ہے کہ پچیس سال تک کنوارا رہنا چاہیے پھر پچیس سال تک شادی شدہ رہے۔ لیکن وید اس بارے میں بالکل خاموش ہیں جو ہندوؤں کی اصل مقدس کتاب ہے۔ شادی کی ضرورت، اس کی حقیقت اور اس کے نظام وغیرہ کے متعلق منو وغیرہ بھی خاموش ہیں۔

بدھ مذہب نے شادی نہ کرنے کو افضل قرار دیا ہے کیونکہ پاکیزہ اور اعلیٰ خادمان مذہب کے لیے شادی کو منع کیا ہے خواہ عورت ہو خواہ مرد۔ اور یہی جَین مذہب کی تعلیم ہے۔

(ماخوذ از فضائل القرآن نمبر 3 صفحہ 160تا161)

اسلام میں عورت سے حسن سلوک کی تعلیم

''صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا۔ اور رسول کریم ﷺ ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کے بلحاظ انسانیت برابر کے حقوق قائم کیے۔ اور وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِي عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوفِ کی تفسیر لوگوں کے اچھی طرح ذہن نشین کی۔ آپ کے کلام میں عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اُن کے حقوق اور اُن کی قابلیتوں کے متعلق جس قدر ارشادات پائے جاتے ہیں اُن کا دسواں حصہ بھی کسی اور مذہبی پیشوا کی تعلیم میں نہیں ملتا۔ آج ساری دنیا میں یہ شور مچ رہا ہے کہ عورتوں کو اُن کے حقوق دینے چاہئیں اور بعض مغرب زدہ نوجوان تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق عیسائیوں نے دیے ہیں۔ حالانکہ عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے جو وسیع تعلیم دی ہے عیسائیت کی تعلیم اُس کے پاسنگ بھی نہیں ہے۔

عربوں میں رواج تھا کہ ورثہ میں اپنی ماؤں کو بھی تقسیم کر لیتے تھے مگر اسلام نے خود عورت کو وارث قرار دیا۔ بیوی کو خاوند کا، بیٹی کو باپ کا اور بعض صورتوں میں بہن کو بھائی کا بھی۔

غرض فرمایا وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِي عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوفِ یعنی انسانی حقوق کا جہاں تک سوال ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں کو۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں احکام دیے ہیں اسی طرح انعامات میں بھی اُنہیں یکساں شریک قرار دیا ہے۔ اور جن نعماء کے مرد مستحق ہوں گے اسلامی تعلیم کے تحت قیامت کے دن وہی انعامات عورتوں کو بھی ملیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے نہ اس دُنیا میں اُن کی کوئی حق تلفی کی ہے اور نہ اگلے جہان میں اُنہیں کسی انعام سے محروم رکھا ہے۔ ہاں آپ نے اس بات کا بھی اعلان فرمایا ہے کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک فوقیت حاصل ہے۔ اُس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک مجسٹریٹ انسان ہونے کے لحاظ سے تو عام انسانوں والے حقوق رکھتا ہے۔ اور جس طرح ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی ظلم اور تعدی کی اجازت نہیں اُسی طرح مجسٹریٹ کو بھی نہیں۔ مگر پھر بھی وہ بحیثیت مجسٹریٹ اپنے ماتحتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اُسے قانون کے مطابق دوسروں کو سزا دینے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمدنی اور مذہبی معاملات میں مردں کو اللہ تعالیٰ نے قوّام ہونے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ لیکن دوسری طرف اُس نے عورتوں کو استمالتِ قلب کی ایسی طاقت دے دی ہے جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات مردوں پر غالب آ جاتی ہیں۔ بنگالہ کی جادوگر عورتیں تو جیسا کہ عام مشہور ہے مردوں پر جادو سا کر دیتی ہیں۔ پس جہاں مرد کو عورت پر ایک رنگ میں فوقیت دی گئی ہے وہاں عورت کو استمالت قلب کی طاقت عطا فرما کر مرد پر غلبہ دے دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے بسا اوقات عورتیں مردوں پر اس طرح حکومت کرتی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب کاروبار ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل ہر شخص کی الگ الگ حکومت ہوتی ہے۔ جہاں تک احکام شرعی اور نظام کے قیام کا سوال ہے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دے دی ہے۔

مثلاً شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی لڑکی اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتی۔ یہ حکم ایسا ہے جو اپنے اندر بہت بڑے فوائد رکھتا ہے۔ یورپ میں ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ بعض لوگ دھوکے باز اور فریبی تھے مگر اس وجہ سے کہ وہ خوش وضع نوجوان تھے انہوں نے بڑے بڑے گھرانوں کی لڑکیوں سے شادیاں کر لیں اور بعد میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ رشتہ کی تجویز کے وقت باپ غور کرتا ہے، والدہ غور کرتی ہے۔ بھائی سوچتے ہیں۔ رشتہ دار تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح جو بات طے ہوتی ہے وہ بالعموم ان نقائص سے پاک ہوتی ہے جو یورپ میں نظر آتے ہیں۔ یورپ میں تو یہ نقص اس قدر زیادہ ہیں کہ جرمنی کے سابق شہنشاہ کی بہن نے اسی ناواقفی کی وجہ سے ایک باورچی سے شادی کر لی۔ اُس کی وضع قطع اچھی تھی۔ اور اُس نے مشہور یہ کر دیا تھا کہ وہ روس کا شہزادہ ہے۔ جب شادی ہو گئی تو بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو کہیں باورچی کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ واقعات ہیں جو یورپ میں کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مردوں کو قوام ہونے کے متعلق جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ شریعت کا اس سے یہ منشاء نہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو یا اُن کی کوئی حق تلفی ہو بلکہ شریعت کا اس اعتبار سے یہ منشا ہے کہ جن باتوں میں عورتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اُن میں عورتوں کو نقصان سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے جن باتوں میں عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اُن میں اُن کا حق خدا تعالیٰ نے خود ہی اُنہیں دے دیا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے اندر بہت بڑی حکمتیں اور مصالح رکھتا ہے۔ اگر دنیا ان کے خلاف عمل کر رہی ہے تو وہ کئی قسم کے نقصانات بھی برداشت کر رہی ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام کے خلاف عمل پیرا ہونا کبھی نیک نتائج کا حامل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ فرما کر اس طرف توجہ دلائی۔ کہ یاد رکھو عورتوں پر فوقیت ہم نے نہیں دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔ اور ان کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دو۔ دیکھو تم پر بھی ایک حاکم ہے جو عزیز ہے۔ یعنی اصل حکومت خدا تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ مرد اس حکومت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ اور حکیم کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ ضبط و نظم کے معاملات میں جو اختیار ہم نے مردوں کو دیا ہے یہ سراسر حکمت پر مبنی ہے ورنہ گھروں کا امن برباد ہو جاتا۔ چونکہ میاں بیوی نے مل کر رہنا ہوتا ہے اور نظام اُس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ایک کو فوقیت نہ دی جائے اس لیے فوقیت مرد کو دی گئی اور اس کی ایک اور وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ مرد اپنا روپیہ عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اس لیے انتظامی امور میں انہیں عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 512 تا514)

شادی برائے تکمیل انسانیت

''...انسانیت ایک جوہر ہے یہ کہنا کہ انسانیت مرد ہے یا یہ کہنا کہ انسانیت عورت ہے غلط ہے۔ انسانیت ایک علیحدہ چیز ہے۔ وہ نفسِ واحدہ ہے۔ اس کے دو ٹکڑے کیے گئے آدھے کا نام مرد ہے اور آدھے کا نام عورت جب یہ دونوں نہ ملیں گے اُس وقت تک وہ چیز مکمل نہیں ہو گی وہ تب ہی کامل ہو گی جب اُس کے دونوں ٹکڑے جوڑ دیے جائیں گے۔

یہ اسلام نے عورت مرد کے تعلق کا اصل الاصول بتایا ہے کہ مرد اور عورت علیحدہ علیحدہ انسانیت کے جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اگر انسانیت کو مکمل کرنا چاہتے ہو تو ان دونوں ٹکڑوں کو ملانا پڑے گا ورنہ انسانیت مکمل نہ ہو گی اور جب انسانیت مکمل نہ ہو گی تو انسان کمال حاصل نہ کر سکے گا۔

...اب دیکھو! یہ کتنی بڑی اخلاقی تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے۔ اس لحاظ سے جو مرد شادی نہیں کرتا وہ مکمل مرد نہیں ہو سکتا اسی طرح جو عورت شادی نہیں کرتی وہ مکمل عورت نہیں ہو سکتی پھر جو مرد اپنی عورت سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ بھی اس تعلیم کے ماتحت اپنا حصہ آپ کاٹتا ہے اسی طرح جو عورت مرد کے ساتھ عمدگی سے گزارا نہیں کرتی وہ بھی اپنے آپ کو نامکمل بناتی ہے اور اس طرح انسانیت کا جزو نامکمل رہ جاتا ہے۔''

(ماخوذ از فضائل القرآن نمبر 3 صفحہ 161تا163)

حضرت مصلح موعودؓ ایک انقلابی ذہن کے مالک تھے آپؓ چاہتے تھے کہ عورت کو اس کا مقام سمجھا کر تعلیم و تربیت کر کے مثبت کاموں میں لگا کر ان کی صلاحیتوں سے قوم کی تعمیر میں فائدہ اُٹھایا جائے اپنے پُر جوش اور پُر ولولہ خطابات سے طبقۂ نسواں کو اُبھارتے۔ انہیں بشدت احساس دلاتے کہ وہ عضوِ معطل نہیں معاشرہ کا کارآمد حصہ ہیں۔ اسلام کے دورِ اولین کی بہادر خواتین کی فہم و فراست اور باشعور عورتوں کے واقعات سُنا کر مثالوں سے سمجھاتے کہ عورت خود ہمت کرے تو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے صحت مند معاشرہ جنم دے سکتی ہے۔

عورت کے حقوق ادا کرو

عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے معاشرہ میں اور بات بات پر طلاق کی دھمکی دے کر جائز ناجائز منوانے والوں اور ماننے والیوں کو احساس دلایا کہ یہ بندھن کوئی کچا دھاگا نہیں ہے۔ فرمایا:

''شادی کے وقت کوئی شخص تمہیں مجبور نہیں کرتا کہ تم ضرور فلاں عورت سے شادی کرو۔ شریعت نے تمہیں یہ حق دیا ہے کہ شادی سے قبل تم لڑکی کو دیکھ لو اور اس کے متعلق تحقیق کر لو۔ اور عورت کو بھی شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ خاوند کو دیکھ لے اور اس کے متعلق تحقیقات کر لے۔ لیکن جب تعلق قائم ہو جاتا ہے تو تمہیں ایک دوسرے کی ایسی باتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد بڑی آزادی کے ساتھ اس تعلق کو توڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی

انصاف ہے؟ یہ تو عورت کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے قرآن کریم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ لیٹتے ہو اور پھر ان کے حقوق ادا نہیں کرتے یہ کتنی قابلِ شرم بات ہے۔ قرآنِ کریم کہتا ہے کہ اگر تم مجبور ہو کر کسی عورت کو اپنے ازدواجی تعلق سے علیحدہ بھی کرنا چاہو تو اسے احسان کے ساتھ علیحدہ کرو۔‘‘

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 574 تا 575)

عائلی زندگی میں جنتِ ارضی کی تعمیر

آپؓ نے اپنے گھر میں بیویوں کے حقوق ادا کر کے جنتِ ارضی کی تعمیر کی ایک روشن مثال قائم فرمائی۔ متعدد شادیاں کرنا اور سب سے محبت و مؤدت میں خوشگوار توازن رکھنا بجائے خود ایک عبادت ہے۔ ہر بیگم کی قدر دانی کے انداز ان کی طبائع کے مطابق ہیں۔

حضرت سیدہ محمودہ بیگمؓ (امِ ناصر۔ امی جان)

1902ء میں صاحبزادہ مرزا محمود احمدؓ کی شریک حیات بنیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بیاہ کر لائے۔

(اولاد: حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد۔ صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد۔ صاحبزادہ مرزا اظہر احمد۔ صاحبزادہ مرزا رفیق احمد۔ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ [والدہ ماجدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز]۔ صاحبزادی امۃ العزیز)

حضرت اُم ناصرؓ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ سب خاندان والوں سے حسب مراتب پیار و محبت کا سلوک کرتیں۔ شوہر کی مزاج شناس تھیں۔ وفا شعار اور خدمت کرنے والی بیوی تھیں۔ ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھتیں جب آپ کو علم ہوا کہ آپ دوسری شادی کا ارادہ رکھتے ہیں تو صرف ایک فرمائش کی کہ آپ کے ذاتی کام صرف میں ہی کیا کروں گی۔ اپنے ہاں باری کے روز حضور کے لیے خود صفائی ستھرائی کا خیال رکھتیں حضورؓ کی پسند کا کھانا اہتمام سے بناتیں۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں:

’’اپنے ہاتھ سے گوشت کی ایک ایک بوٹی دھوتیں سبزی بھی خود ہی بناتیں اور خود ہی دھوتیں۔ اپنے سامنے انگیٹھی رکھوا کر خود تیار بھی کرتیں۔ جب آپ کی صحت ٹھیک تھی اس وقت باورچی خانے میں ہی جا کر تیار کرتیں حضرت اباجان کو بھی امی جان کا کھانا بہت پسند تھا۔‘‘ (سیرت و سوانح حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ بھارت صفحہ 26)

آپ کی موجودگی میں حضرت مصلح موعودؓ نے متعدد شادیاں کیں آنے والی بیویوں کو بہنوں کی طرح رکھا۔ گھر کے ماحول کو پرسکون رکھنے میں ان کی فراست کا بڑا ہاتھ تھا۔ حضرت سارہ بیگم کا انتقال ہوا تو ان کے بچوں کو اپنے بچے سمجھا انہیں محبت سے پالا انہیں خوبیوں کی وجہ سے ان کا ایک مقام تھا۔ آپ خواتین میں علم پھیلانے کی اپنے شوہر کی لگن کو خوب سمجھتی تھیں اپنا گھر، اپنی صلاحیت، اپنا وقت سب وقف کر دیا اور مال تو بہت زیادہ قربان کیا۔ ان قربانیوں سے شوہر کے دل میں گھر کیا۔ قدر دان شوہر نے کیسے خراج تحسین پیش کیا۔ ایک اقتباس پیش ہے:

’’خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں پیسہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینکنا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔ اپنے دو زیور مجھے دے دیے کہ ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔

وہ بیوی جن کو میں نے اس وقت تک ایک سونے کی انگوٹھی بھی شاید بنوا کر نہ دی ہے اس کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے اور اگر ان کی اور قربانیاں اور ہمدردیاں اور اپنی سختیاں اور تیزیاں نظر انداز بھی کر دوں تو ان کا سلوک مجھے شرمندہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میری زندگی کے لیے ایک نئے باب کا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لیے بھی ایک بڑا سبب پیدا کر دیا۔

کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو بھی خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا ہو‘‘ (الفضل 4/ جولائی 1924ء صفحہ 4)

حضرت اماں جانؓ آپ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ساس بہو کے مثالی پیار سے بھی گھر میں سکون کی فضا رہتی۔ پہلے بچے کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پیدا ہوئے تو حضرت اماں جانؓ کی گود میں ڈال دیے۔ یہ آپس کی محبت کی ایک عمدہ مثال تھی۔

حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ

آپ 31/ مئی 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عقد میں آئیں۔

(اولاد: صاحبزادہ مرزا خلیل احمد۔ صاحبزادی امۃ القیوم۔ صاحبزادی امۃ الرشید)

قرآن پاک کی تعلیم کے شوق نے حضرت صاحب کو متاثر کیا ذہین خاتون تھیں خدمتِ دین کے لیے انتھک کام کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں۔

خواتین کی تعلیم و تربیت میں ممد و معاون تھیں لجنہ اماء اللہ آپ کی تحریک پر قائم ہوئی۔ قادیان میں ایک تعلیمی انقلاب آ گیا بہت محنتی تھیں۔ جان مار کے کام کرنے کا جذبہ تھا۔

لجنہ کے کاموں میں انہماک کی انتہا کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ ایک دن ملازمہ نے گوشت پکانے کے لیے رکھا جو بلی کھا گئی اس نے آپ کو بتایا تو آپ نے کام کرتے کرتے کہا اچھا تو پھر مونگ کی دال پکوا لو اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ حضورؓ سامنے کھڑے ہیں گوشت کی جگہ مونگ کی دال کا سن کر آپ نے بھی ڈانٹا نہیں بلکہ فرمایا کہ دال پکوا لو امۃ الحئی کے گھر کی مونگ کی دال بھی مجھے قورمہ پلاؤ سے اچھی لگتی ہے (استفادہ از ہراول دستہ)

حضرت صاحب کی مزاج شناس تھیں آپس کی ہم آہنگی کی نہایت خوب صورت قابل رشک الفاظ میں تعریف فرماتے ہیں:

’’رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں۔ یعنی بعض کا بعض سے تعلق ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری روح کو امۃ الحئی کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی… میں نہیں جانتا تھا یہ میری نیک نیتی اور اپنے اُستاد اور آقا کی خواہش کو پورا کرنے کی آرزو ایسے اعلیٰ درجہ کے پھل لائے گی اور میرے لیے اس سے ایسے راحت کے سامان پیدا ہوں گے۔ مجھے بہت سی شادیوں کے تجربے ہیں۔ میں نے خود بھی کئی شادیاں کی ہیں اور بحیثیت ایک جماعت کا امام ہونے کے ہزاروں شادیوں سے تعلق ہے اور ہزاروں واقعات مجھ تک پہنچتے رہتے ہیں مگر میں نے عمر بھر کوئی کامیاب شادی اور خوش کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔‘‘ (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 204 تا 205)

خوش قسمتی کا سلسلہ وفات کے بعد دعاؤں کی صورت میں جاری رہا۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

’’آج تک میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں امۃ الحئی مرحومہ کے لیے دعا نہیں کی۔‘‘ (خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 203)

حضرت سیدہ مریم النساء صاحبہ (امِ طاہر)

آپ 1921ء میں عقد زوجیت میں آئیں۔

(اولاد: حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔ صاحبزادی امۃ الحکیم۔ صاحبزادی امۃ الباسط۔ صاحبزادی امۃ الجمیل)

انیس سال کی دلہن کو شوہر کی طرف سے مرحومہ بیوی کے تین بچے سنبھالنے کی ذمہ داری ملی جو آپ نے اتنی عمدگی سے ادا کی کہ دل جیت لیے۔ دل جیتنے کے فن کا ذکر حضرت صاحب کی تحریروں میں کئی جگہ ملتا ہے۔ محبت بھرے الفاظ دیکھیے

’’میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ مریم! تم ان بے ماں کے بچوں کو پالو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم سے بہت محبت کروں گا اور میں نے خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی محبت میرے دل میں پیدا کر دے اور اس نے میری دعا سن لی … علمی باتیں نہ کر سکتی تھیں مگر علمی باتوں کا مزا خوب لیتی تھیں جمعہ کے دن اگر کسی خاص مضمون پر خطبہ ہوتا تھا تو واپسی پر میں اس یقین کے ساتھ گھر میں گھستا تھا کہ مریم کا چہرہ چمک رہا ہو گا اور وہ جاتے ہی تعریفوں کے پُل باندھ دیں گی اور کہیں گی کہ آج بہت مزا آیا اور یہ میرا قیاس شاذ ہی غلط نکلتا۔ میں دروازے میں انہیں منتظر پاتا۔ ان کے جسم کے اندر ایک تھرتھراہٹ سی پیدا ہو رہی ہوتی تھی۔

مریم ایک بہادر عورت تھیں جب کوئی نازک موقع آتا میں یقین کے ساتھ ان پر اعتبار کر سکتا تھا۔ ان کی نسوانی کمزوری اس وقت دب جاتی تھی چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے تھے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ یہ مر جائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی ضرورت کے وقت راتوں اس میری محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے۔ اور تھکان کی شکایت نہیں کی۔ انہیں صرف اتنا کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے یا سلسلہ کے لیے کوئی خطرہ یا بدنامی ہے اور وہ شیرنی کی طرح لپک کر کھڑی ہو جاتیں اور بھول جاتیں اپنے آپ کو بھول جاتیں کھانے پینے کو۔ بھول جاتیں اپنے بچوں کو۔ بلکہ بھول جاتیں مجھ کو بھی اور صرف وہ کام ہی یاد رہ جاتا اور اس کے بعد وہ ہوتیں اور گرم پانی کی بوتلیں۔‘‘ (تابعین اصحاب احمد صفحہ 364)

پانچ مارچ 1944ء کو خدا کے حضور حاضر ہو گئیں۔ حضورؓ نے بے حد دل گداز خراج عقیدت پیش کیا

ابکی علیك کل یوم و لیلۃ
ارثیك یا زوجی بقلب دامی
میری بیوی میں تجھ پر ہر دن رات روتا ہوں
میں خون آلودہ دل سے تیرا مرثیہ کہتا ہوں
یا رب صاحبھا بلطفك دائما
واجعل لھا ماوٰی بقبر سامی
اے میرے رب اس پر ہمیشہ لطف کرتے رہنا
اور اس کا ٹھکانا ایک بلند شان قبر میں بنانا
یا رب انعمھا بقرب محمد
ذی المجد و الاحسان والاکرام
اے میرے رب اس کو قرب محمد کی نعمت عطا فرما
جو بزرگی اور بڑا احسان کرنے
والے ہیں جن کو تو نے عزت بخشی

حضرت مصلح موعودؓ نے ’میری مریم‘ کے نام سے ایک مضمون لکھا جو الفضل 12/ جولائی 1944ء کو شائع ہوا۔ یہ مضمون آپ کے لیے ایک بے نظیر خراجِ تحسین ہے۔

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ

12/ اپریل 1925ء کو نکاح ہوا 31/ مئی کو قادیان تشریف لائیں۔

(اولاد: صاحبزادہ مرزا رفیع احمد۔ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد۔ صاحبزادی امۃ النصیر)

بر آستانِ آنکہ زِ خود رفت بہرِ یار
چوں خاک باش و مرضیٔ یارے دَراں بجو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر سیدہ سارہ بیگم نے اپنے خط میں لکھا تھا گویا اپنی زندگی کا خلاصہ بیان کر دیا تھا حضرت مصلح موعودؓ ترجمہ کرتے ہیں

’’اگر تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کی تلاش کر جو خدا تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کو کھو چکا ہو اور پھر اس کے دروازہ پر مٹی کی طرح بے خواہش ہو کر گر جا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر‘‘ (انوار العلوم جلد 13 صفحہ 77)

اس شادی میں بھی پیش نظر جماعتی مفاد اور خواتین کی تعلیم تھی آپؓ فرماتے ہیں

’’یہ شادی محض جماعت کے بعض کاموں کو ترقی دینے کے لیے کی جا رہی ہے تو خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس شادی کو میرے لیے بھی مبارک کرے … پھر وہ اس کمزور اور متروک صنف کے لیے بھی جو عورتوں کا صنف ہے مبارک کرے جس کے حقوق سینکڑوں سال سے تلف کیے جا رہے ہیں۔‘‘

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 208)

شادی کے بعد اپنے شوہر کے عزائم کی خاطر خود کو حصول علم میں جھونک دیا۔ اپنے دیگر فرائض بھی بحسن و خوبی ادا کیے مگر عرصۂ حیات مختصر لائیں تھیں۔ آپ کی وفات کا حضورؓ کو بہت صدمہ ہوا جس کا اظہار آپ نے اپنے خطابات میں برملا کیا اور جانے والی کے لیے جاں گداز دعائیں کیں۔ فرماتے ہیں

’’سارہ بیگم کی زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو وہ ان تین لفظوں میں آ جاتا ہے پیدائش پڑھائی اور موت‘‘

’’میری سارہ‘‘ کے نام سے الفضل 27/ جون 1933ء میں چھپنے والا حضورؓ کا مضمون قابل رشک خراجِ تحسین ہے۔

حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ

یکم فروری 1926ء کو نکاح ہوا۔

(اولاد صاحبزادہ مرزا وسیم احمد۔ صاحبزادہ مرزا نعیم احمد)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی دوسری زبان عربی ہونی چاہیے۔ ان کی مادری زبان عربی تھی عربی زبان رائج کرنے کی خاطر ایک طریق یہ بھی تھا کہ بچوں میں عربی کا چرچا ہو۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ
(اُم متین۔ چھوٹی آپا)

30 ستمبر 1935ء کو عقد میں آئیں

(اولاد: صاحبزادی امۃ المتین)

شادی کی غرض آپ یوں تحریر فرماتی ہیں:

''عموماً شادیاں ہوتی ہیں دلہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے کچھ نہیں ہوتا لیکن مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں آپ کی باتوں کا لُب لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں دعاؤں اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالوں دین کی خدمت کروں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ذمہ داریوں میں ان کا ہاتھ بٹاؤں بار بار آپ نے اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے طے کی ہے''

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش تھی کہ وہ اپنی بیگمات کو تعلیم دے کر احمدی خواتین کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی خدمت پر لگادیں۔ حضرت سیدہ امۃ الحئی حضرت سیدہ سارہ بیگم اور حضرت سیدہ ام طاہر کے عرصہ حیات مختصر ہونے کی وجہ سے یہ شوق آپ کے بلند عزائم کے مطابق پورا نہ ہوسکا۔ یہ سعادت حضرت چھوٹی آپا کے حصے میں آئی اور خوب ہی آئی۔ ایم اے تک تعلیم حاصل کی اور دینی تعلیم و تربیت اس پر مستزاد۔ قرآن کریم اور عربی صرف و نحو سبقاً سبقاً حضورؓ آپ کو پڑھاتے اور امتحان بھی لیتے۔

آپ نے تیزی سے لکھنے پر بہت دفعہ حضورؓ کی خوشنودی حاصل کی۔ تفسیر کے نوٹس لکھنا آپ کی ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ حضورؓ نے 1947ء کے بعد بالعموم اپنے خطوط، مضامین اور تقاریر کے نوٹس آپ ہی سے لکھوائے۔

قرآن کریم اس جوڑے کا ہر آن ساتھی تھا۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں حضرت چھوٹی آپا نے حضورؓ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی موٹر چلانی سیکھی؟ فرمایا ہاں ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں۔ ہاتھ سٹیئرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی آیت کی تفسیر میں اُلجھا ہوا تھا موٹر کیسے چلاتا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے زیر سایہ رہ کر آپ کی معاملہ فہمی بھی بہت اعلیٰ تھی۔ چنانچہ اس کی ایک مرتبہ داد دیتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

''ان کی طبیعت ایسی ہے کہ میری رضاجوئی کے لیے جب بچے آپس میں لڑ پڑیں تو چاہے ان کی لڑکی کا قصور ہو اور چاہے کسی دوسرے بچے کا وہ اپنی لڑکی کو ہی سزا دیتی ہیں تا دوسرے بچوں کے دل میں یا میرے دل میں احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اپنی لڑکی کی طرفداری کرتی ہیں اور بوجہ بنت العم ہونے کے مجھ سے دوہرا تعلق رکھتی ہیں اس لیے دوہری محبت ہے۔''

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 584)

ضرورت پر تنبیہ فرماتے

حضورؓ بیگمات کی تربیت کی خاطر موقع کی مناسبت سے تنبیہ بھی فرماتے۔ چنانچہ ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت چھوٹی آپا نے حالات کی تنگی کی وجہ سے چندہ کچھ کم لکھوایا۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا:

''بے شک اجازت میں نے دی تھی لیکن تم سے میں یہ امید نہیں رکھتا تھا کہ کم کردو گی۔ جتنا میں تمہیں جیب خرچ دیتا ہوں اتنے میں بعض لوگ اپنے بیوی بچوں کا خرچ چلاتے ہیں (اس زمانے میں حضور ہمیں پندرہ روپے ماہوار بطور جیب خرچ دیتے تھے)۔'' (مصباح جنوری 1967ء)

دل داری اور مزاح

بعض چھوٹی چھوٹی گھریلو باتیں ہیں جو آپس کے پیار اور محبت بھرے تعلقات کو ظاہر کرتی ہیں۔

مثلاً حضرت چھوٹی آپا نے لکھا کہ آپ مجھے شادی کے بعد ہمیشہ 'صدیقہ' کہہ کر بلاتے۔

ایک واقعہ کا ذکر حضرت چھوٹی آپا اس طرح کرتی ہیں:

''ایک دفعہ میرا اور حضور کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا کھانا تیار ہونے پر میں نے حضور کو کہا کہ میری سوس زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ تم نے بالکل ٹھیک کہا واقعی تمہاری ساس (حضرت اماں جانؓ) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں''

(گلہائے محبت صفحہ 95)

ایک اور موقع پر آپ نے بیان کیا:

''اسی طرح ایک مرتبہ میرا اور حضورؓ کا دال پکانے کا مقابلہ ہوگیا۔ میں نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضورؓ نے مرغی کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزے دار تھی جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو پھر بنا لیتی!'' (گلہائے محبت صفحہ 95)

کھانا سادہ پسند کرتے تھے مگر اچھا پکا ہوا۔ کھانا اکیلے بالکل نہیں کھا سکتے تھے۔ کام کی وجہ سے خواہ کتنی بھی دیر ہوجائے جس بیوی کے گھر حضورؓ کی باری ہوتی تھی وہ اور بچے آپ جب تک فارغ ہوکر نہ آجائیں حضور ان کا انتظار کرتے رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے تربیت کی غرض سے خود فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو خود ساتھ بٹھایا کرو۔ یہی تو وقت ہوتا ہے جس میں بچوں کی عادات اور اخلاق کا میں مطالعہ کرتا ہوں۔

(مصباح فروری 1995ء)

حضرت سیدہ چھوٹی آپا کو تیس سال کا زمانہ رفاقت نصیب ہوا۔ آپ کے اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرنے کا انداز ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی یاد دلا دیتا ہے جب پہلی وحی پر آپ نے چند الفاظ میں آنحضور ﷺ کی ساری سیرت بیان کردی تھی۔ اپنی خوش قسمتی پر نازاں بھی ہیں اور شکر گزار بھی ہے۔ تحریر فرماتی ہیں:

''چن لیا تو نے مجھے 'ابنِ مسیحا' کے لیے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

ہزاروں درود و سلام آنحضرت ﷺ پر جن کے طفیل ہمیں اسلام جیسی نعمت حاصل ہوئی اور پھر ہزاروں سلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اسلام کو دوبارہ لائے اور ہم نے زندہ خدا کا وجود ان کے ذریعہ دیکھا۔ آنحضرت ﷺ پر ان کی وجہ سے ایمان لانا نصیب ہوا اور میرے رب کا کتنا بھاری احسان مجھ ناچیز پر ہے کہ اس نے مصلح موعود کے زمانے میں مجھے پیدا کیا نہ صرف اُن کا زمانہ عطا فرمایا کہ مجھے اُس پاک و نورانی وجود اس قدرت و رحمت اور قربت کے نشان اور مثیلِ مسیح کے لیے چُن لیا۔ آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے، آپ کی تربیت میں زندگی گزارنے اور پھر اس پاک وجود کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا تعالیٰ کی کیا شان ہے دینے پر آئے تو جھولیاں بھر بھر کر دیتا ہے۔ میں کیا اور میری ہستی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اس کے احسان اور انعام کا تصور کرکے بھی عقل حیران رہ جاتی ہے سر آستانہ اُلوہیت پر جھک جاتا ہے اور منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے

مَیں تو نالائق بھی ہوکر پا گیا درگہ میں بار

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا)

24 جولائی 1944ء کو حضورؓ کے عقد میں آئیں۔

آپ خوش مزاج خاتون تھیں ادب سے لگاؤ تھا۔ گھریلو زندگی کے کئی واقعات تحریر کیے جو 26 مارچ 1966ء کے الفضل میں شائع ہوئے۔

آپ نے اپنی تمام جائداد جماعت کے نام کردی تھی۔ اس کی آمد سے ہر سال مساجد فنڈ میں رقم ادا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جائداد میں برکت ڈالے۔

آپ حضورؓ کی بیگمات سے دلجوئی کے بارے میں تحریر فرماتی ہیں:

''ایک دفعہ ایسی صورت پیش آئی کہ گھر کے ملازم بوجہ بیماری رخصت پر تھے گھر کے کاموں کی مسلسل مصروفیت کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے کا کام بھی پہلی دفعہ مجھے کرنا پڑا۔ حضورؓ نے کھانے کی خوب تعریف فرمائی بلکہ مزید حوصلہ افزائی اور قدردانی کے طور پر حضرت اماں جان کو بھی کھانا بھجوایا اور یہ صراحت فرمائی کہ ''یہ بشریٰ نے تیار کیا ہے''...

ہم لوگ اس محنت اور کوفت کو بھول جاتے تھے جس میں ہم دن رات لگے رہتے یہی دل چاہتا کہ آپ ہم سے کام لیتے جائیں اور ہم بے تھکان کام کیے جائیں کام لینا بھی آپ پر ختم تھا۔ کام کے دوران... لطیفے اور قہقہے بھی ہوتے آپ کی مجلس و قربت باوجود شدید مصروفیت کے زعفران زار ہوتی۔''

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 374)

حضرت مصلح موعودؓ نے نہ صرف علمی اور اعتقادی لحاظ سے طبقہ اناث پر احسانات کیے بلکہ اپنے عملی نمونہ سے بھی اپنے گھر کو جنت نظیر بنا کر ایک مشعل راہ قائم فرمائی۔

آپ کے گھر کے ماحول کا ایک بہت ہی خوبصورت اور دلکش نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا اپنی والدہ کی وفات تک ایک مرتبہ بھی ایسا واقعہ نہ دیکھا نہ سنا کہ ہماری بڑی والدہ حضرت اُم ناصرؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں شکایت پیش کی ہو کہ مریم نے فلاں دینی معاملہ میں میرے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کے برعکس کبھی میری والدہ نے کوئی شکوہ اس نوعیت کا حضور کی خدمت میں پیش کیا ہو کہ لجنہ اماء اللہ کے معاملات میں حضرت سیدہ اُم ناصرؓ نے میرے ساتھ یہ غیر منصفانہ سلوک کیا ہے۔

سالہا سال تک لجنہ اماء اللہ کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس ہمارے گھر منعقد ہوتے رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی میں نے کوئی تکرار نہیں سنی کوئی خلافِ ادب بات نہیں دیکھی گویا رشتوں کی طبعی رقابت کو اس مقدس دائرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی جیسے کسی مقدس عامل نے اپنی جادو کی چھڑی سے ان اجلاسات کے ماحول میں ایک دائرہ سا کھینچ دیا ہو کہ یہ رقابت اس دائرہ کے اندر قدم رکھنے کی قدرت نہ پائے۔

یہ مزاج شناس بیویاں اپنے خاوند کے مزاج پر نظر رکھتی تھیں اور ان کے دل اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر دھڑکتے تھے۔'' (سوانح فضلِ عمر جلد 2 صفحہ 362)

حضورؓ کی ایک صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ رقم کرتی ہیں:

''حضور کی چار بیویاں ہیں اور ازدواجی زندگی میں تعدّد ازواج ایک بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے مگر حضور کے گھر کی جو کیفیت ہے اسے خدا تعالیٰ کا فضل اور حضور کی قوت قدسی کا اعجاز ہی کہنا چاہیے کیونکہ اتنے بڑے گھرانے میں جو محبت پیار کا نمونہ نظر آتا ہے دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ آپ اپنی بیویوں کے بارے میں کامل عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ افراد کی نسبت سے خرچ دیتے ہیں، کبھی کسی کو شکوہ شکایت کا موقع نہیں ملتا، نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں، سب بیویاں دل کی گہرائیوں سے حضور کی مدّاح ہیں، سفروں میں باری باری ساتھ لے جاتے ہیں، گھر میں باریاں مقرر ہیں اور ہر ایک کے حقوق کا پورا خیال رکھتے ہیں۔'' (الفضل خلافت جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء صفحہ 9)

میاں بیوی اور متعلقین کو نصائح

جس طرح حضورؓ نے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنایا، جس طرح آپ نے اپنی ازواج کا خیال رکھا اور ان کے حقوق کا پوری طرح خیال رکھا۔ اسی طرح آپ چاہتے تھے کہ مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت بھی انہی راہوں پر گامزن ہو۔ اس حوالے سے آپ نے ایک مرتبہ مردوں کو نصیحت فرمائی:

''مرد شادی کے بعد عورت کو ایک حقیر جانور خیال کرتا ہے جو اُس کے پاس آنے کے بعد اپنے تمام تعلقات کو بھول جائے اور وہ یہ اُمید کرتا ہے کہ وہ بالکل میرے ہی اندر جذب ہو جائے اور میرے رشتہ داروں میں مل جائے۔ اگر وہ اپنے رشتہ داروں کی خدمت یا ملاقات کرنا چاہے تو یہ بات مرد پر گراں گزرتی ہے اور بعض اوقات تو وہ دیدہ دلیری سے ایسی بات یا حرکت کا مرتکب ہوتا ہے جو اُس عورت کے خاندان کے لیے ذلت کا باعث ہوتی ہے۔ وہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر بھی ویسا ہی دل رکھا ہے جیسا کہ اُس کے اپنے اندر۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت کی صحت خراب ہوجاتی ہے اور وہ بے چاری اپنے جذبات کو دبا دبا کر رکھتی ہے اور اِس کے نتیجے میں سِل اور دِق کا شکار ہوجاتی ہے اور میرے خیال میں آج کل ہسٹیریا وغیرہ کی بیماریاں ہیں اُن کا یہی سبب ہے۔ پس مرد سمجھتا ہے کہ عورت میں حِس ہی نہیں حالانکہ اُس کے پہلو میں بھی ویسا ہی دِل ہے جیسا کہ اُس کے اپنے پہلو میں اگر وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی بیوی کے اندر ایک محبت کرنے والا دل ہے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ ماں جس نے اپنی بیٹی کو ایسی حالت میں پالا تھا جبکہ اگر وہ مرد اُس کو دیکھتا تو ہرگز دیکھنا بھی پسند نہ کرتا، اسے وہ چھوڑ دے؟ یہی حال آج کل کی ساسوں کا ہے وہ بھول جاتی ہیں اپنے زمانہ کو، وہ بھول جاتی ہیں اُس سلوک کو جو ان کے خاوندوں نے یا اُن کی ساسوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا۔ اسی طرح عورتیں اپنی بہوؤں کے جذبات اور طبعی تقاضوں کا خیال نہیں کرتیں اور بات بات پر لڑائی شروع کر دیتی ہیں حالانکہ یہ طریق غلط ہے۔ دنیا میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد عورت کے جذبات کے متعلق اتنی بدخیالی کرتا ہے گویا عورت میں دل ہی نہیں یا عورت کے جذبات ہی نہیں۔ لیکن عورتوں میں یہ بات بہت ہی کم دیکھی گئی ہے۔ بعض عورتیں ہوتی ہیں جو زبردست ہوتی ہیں جو چاہتی ہیں کہ مرد سب کچھ بھول جائیں اور صرف اُنہی میں محو ہو جائیں مگر بہت کم''

(تربیت اولاد کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 216)

ساری جماعت کے لیے ایک جامع دعا

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت اُم طاہر کی وفات پر جو مضمون الفضل میں شائع کیا اس کا اختتام آپ نے ایک نہایت دل سوز اور مؤثر انداز میں ایک دعا کے ساتھ کیا جس میں اپنی وفات شدہ بیگمات کے ساتھ ساتھ تمام احباب جماعت کے لیے بھی اپنے مولا کے حضور فریاد کی۔ آپؓ کے ہی بابرکت الفاظ پر اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔

حضور مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اے میرے رب! تو کتنا پیارا ہے۔ نہ معلوم میری موت کب آنے والی ہے اس لیے میں آج ہی اپنی ساری اولاد اور اپنے سارے عزیز و اقارب اور ساری احمدیہ جماعت تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اے میرے رب! تُو ان کا ہو جا اور یہ تیرے ہو جائیں۔ میری آنکھیں اور میری روح ان کی تکلیف نہ دیکھیں، یہ بڑھیں اور پھلیں اور پھولیں اور تیری بادشاہت کو دنیا میں قائم کر دیں اور نیک نسلیں چھوڑ کر جو ان سے کم دین کی خادم نہ ہوں تیرے پاس واپس آئیں۔ خدایا! صدیوں تک تُو مجھے ان کا دکھ نہ دکھائیو اور میری روح کو ان کے لیے غمگین نہ کیجیو اور اے میرے رب! میری امۃ الحئی اور میری سارہ اور میری مریم پر بھی اپنے فضل کر اور ان کا حافظ و ناصر ہو جا اور ان کی ارواح کو اگلے جہان کی ہر وحشت سے محفوظ رکھ۔ اللّٰھُمَّ آمین

اے مریم کی روح! اگر خدا تعالیٰ تم تک میری آواز پہنچا دے تو لو یہ میرا آخری درد بھرا پیغام بھی سُن لو اور جاؤ خدا تعالیٰ کی رحمتوں میں جہاں غم کا کوئی نام نہیں جانتا، جہاں درد کا لفظ کسی زبان پر نہیں آتا جہاں ہم سا کنانِ ارض کی یاد کسی کو نہیں ستاتی۔ وَالسَّلامُ۔

وَآخِرُ دَعوَانَا وَدَعْوَاکُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . . .

اس دنیا کی سب محبتیں عارضی ہیں اور صدمے بھی۔ اصل محبت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اُس میں ہو کر ہم اپنے مادی عزیزوں سے مل سکتے ہیں۔ اور اُس سے جدا ہو کر ہم سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ ہماری ناقص عقلیں جن امور کو اپنے لیے تکلیف کا موجب سمجھتی ہیں بسا اوقات اُن میں اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان پوشیدہ ہوتا ہے۔ پس مَیں تو یہی کہتا ہوں میرا دل جھوٹا ہے اور میرا خدا سچا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ کُلِّ حَالٍ۔ خدا تعالیٰ کے فضل کا طالب۔

مرزا محمود احمد

الفضل 12/ جولائی 1944ء‘‘

☆...☆...☆

بقیہ: کلام محمود کے مضامین کا تعارف......از صفحہ نمبر 58

کے منکر مولوی حضرات کس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو سکتے ہیں؟ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کی نگرانی حضرت مسیحؑ کیسے کر سکتے ہیں؟ غرض اس نوعیت کے علمی مضامین بھی ہمیں خال خال نظر آتے ہیں۔

طعنِ پاکاں شغلِ صبح و شام ہے
مولوی صاحب کی لسّانی تو دیکھ

اپنوں سے جدائی کا غم اور فلسفۂ ہجرت اس عہد کا ایک اہم موضوع ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ نبی کے لیے ہجرت ایک امر ضروری ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو مکّے میں پیدا ہوئے، مکّے سے دور ہونے پر مجبور کیے گئے۔ مہاجرت کا مرحلہ انسان کی ہستی کو ہلا کر رکھ دیتا ہے خصوصاً ایک مذہبی جماعت کو کسی نئی جگہ آباد کرنا ایک تناور درخت کو نئی جگہ لگانے کے مترادف ہے۔ لیکن الٰہی جماعتوں کے لیے یہ بھی ایک صداقت کی دلیل بن جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی ہی تھی کہ جس نے نیا مرکز بسانے جیسے بظاہر ناممکن کام کو جماعت میں جوش و جذبہ بھر کر سہل کر ڈالا۔

جس شان سے آپ آئے تھے مکّہ میں مری جاں
اک بار اسی شان سے ربوہ میں بھی آئیں

ہجرت کے ساتھ اپنی زمین اور اپنے لوگوں سے جدائی کا مضمون بھی اس دور کی شاعری کا اہم حصّہ ہے۔ تمام تر پریشانیوں اور مسائل کا سامنا کرنے کے باوجود بھی حضورؓ یہی فرماتے ہیں کہ

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
مَیں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں

ہجرت کے بعد کے حالات میں جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے دونوں نومولود ممالک کی قیادت کی اپنی تقاریر اور مضامین کے ذریعے راہ نمائی فرمائی وہیں سرحد کے دونوں اطراف آباد لوگوں کو نئے حالات کا سامنا کرنے کے طریقے بھی سمجھائے۔ اس مقصد کے لیے آپؓ نے شاعری کا میڈیم بھی استعمال فرمایا۔ غداری اور بزدلی سے بچتے ہوئے دین کی تعلیمات پر کمر بستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ اپنوں سے جدائی کے ذیل میں ڈلہوزی اور شملے کا ذکر اور خواہشِ کشمیر بھی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

ڈلہوزی و شملہ کی تو یاد ہوئی محو
ہے خواہشِ کشمیر جو مٹتے نہیں مٹتی
تُو ہندوستان میں روتا ہے مَیں پاکستان میں کُڑھتا ہوں
ہے میرا دل بھی زار فقط تیرا ہی حالِ زار نہیں

اس عہد کی شاعری میں فلسفیانہ طرزِ ادا اور غور و فکر کی دعوت دیتے اشعار جابجا ملتے ہیں۔ مختلف موضوعات کو منفرد انداز میں پیش کر کے تدبر پر اکسایا گیا ہے۔ پیدائشِ عالَم کی غرض و غایت ہو یا تخلیقِ آدم کی کنہ، امید و ناامیدی کے معرکے کا سر کرنا ہو یا عالَمِ کون کے اسرار کا بیان، خِلقتِ آدم میں موجود اخلاق کے اظہار کا ذکر ہو یا انسانی فطرت میں برسرِ پیکار اضداد کا تذکرہ، سائنسی مضامین ہوں یا سماج میں موجود عدم توازن غرض ہر ایک موضوع پر باریکی اور گہرائی میں جا کر انسانی سوچ کے دریچوں کو لاشعوری طور پر دستک دیتے یہ اشعار عجیب حسن لیے ہوئے ہیں۔

پیدائشِ جہاں کی غرض بس یہی تو ہے
بگڑا کرے کوئی تو بنایا کرے کوئی
وہی خاک جس سے بنا میرا پُتلا
مَیں اُس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں
مٹی پانی کا ایک پُتلا تھا
بھر گئی کیسے پھر بشر میں آگ

☆...☆...☆

مقامِ محمودؓ

تیری توقیر بڑی ہے تری عظمت کی قسم
مَیں نے دیکھا ہے تجھے جسمِ بصیرت کی قسم
تجھ سے باقی ہے بہاروں کا ظہور پُرنور
مسکراتے ہوئے پھولوں کی لطافت کی قسم
تو وہی جلوۂ موعود ہے دنیا کے لیے
مجھ کو احساسِ درخشاں کی بشارت کی قسم
ہم نے تسلیم کیا تجھ کو بشیرالدولہ
تیرے پھیلے ہوئے گنجینۂ رحمت کی قسم
تجھ پہ صادق ہے بہت فضل عمر کی نسبت
تیرے بشرے کی قسم، تیری شباہت کی قسم
وہ زمین جس پہ گرے تیرے لہو کے قطرے
ذرّے کھاتے ہیں وہاں کے تری رفعت کی قسم
سایہ افگن ترے سر پر ہیں خدا کے انوار
مجھ کو اس راہ میں پھیلی ہوئی رحمت کی قسم
مَیں نے اس دور میں دیکھی ہے حیات جاوید
مجھ کو اس دور میں بیداری ملّت کی قسم
چھین لیں گے ترے افکار کو زندہ کر کے
تیری اُلفت کی قسم اپنی عقیدت کی قسم
نام محمود پہ ہم حرف نہ آنے دیں گے
جرأت دل کی قسم روح شجاعت کی قسم
ہم تری روح کو پھونکیں گے ہر ایک پیکر میں
چرخ تقدیس کے ہر اخترؔ عظمت کی قسم

(اختر گوبندپوری)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی

"ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا، یخلق اللہ مایشاء۔"

(غلام مصباح بلوچ۔ استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا)

قادر و مقتدر ذات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اپنی قدرت، رحمت، قربت، فضل اور احسان کے نشان کے طور پر آپ ہی کی ذرّیت میں ایک فرزند صالح اور مصلح موعود کی بشارت عطا فرمائی اور ساتھ ہی اُس کی کئی خوبیاں اور اوصاف بھی بیان کیے۔ اُس مصلح موعود فرزند کے متعلق بیان کردہ اوصاف میں سے ایک "اولوالعزم" بھی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے اُسی مصلح موعود بیٹے کے متعلق الٰہی بشارات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"…..اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا، یخلق اللہ مایشاء۔"

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 463 حاشیہ)

"خدائے عزوجل نے…..اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 191 حاشیہ۔ اشتہار 12 جنوری 1889ء)

پھر حضرت اقدس علیہ السلام اپنی کتاب ازالہ اوہام میں "جن پیشگوئیوں کی سچائی پر میری سچائی کا حصر ہے وہ یہ ہیں…." کے تحت فرماتے ہیں:

"جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے۔ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا، وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا، وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلاء کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 442 تا 443)

اولوالعزم کا مطلب ہے صاحبِ ہمت، بلند ارادے رکھنے والا، فراخ حوصلہ شخص۔ اسی طرح بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کو اولوالعزمی اور بڑی ہمت کے کاموں کو عزم الامور کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں بھی عزم یا اولوالعزمی کا ذکر ہوا ہے وہاں صبر، تقویٰ، معاف کرنے اور توکّل علی اللہ کا بھی ساتھ ہی ذکر ہوا ہے مثلاً:

☆…وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ (آل عمران:187)

☆…وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ۔ (لقمان:18)

☆…وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ (الشوریٰ:44)

☆…فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّہُمۡ۔ (الاحقاف:36)

☆…فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ (آل عمران:160)

قرآن حکیم کی ان آیات سے ظاہر ہے کہ اولوالعزمی کا تعلق سخت، مشکل، کٹھن، تکلیف دہ، مہیب اور خطرناک اَدوار سے ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات میں صبر کرنے کو عزم الامور میں سے قرار دیا ہے اور اس صفت کو رسولوں کی صفات میں سے بتلایا ہے۔

علامہ فخر الدین الرازیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو عزم کی صفت سے متصف اُن کے صبر اور ثابت قدمی کی وجہ سے قرار دیا ہے۔

(تفسیر کبیر لعلامہ فخر الدین الرازی سورۃ الاحقاف زیر آیت فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل)

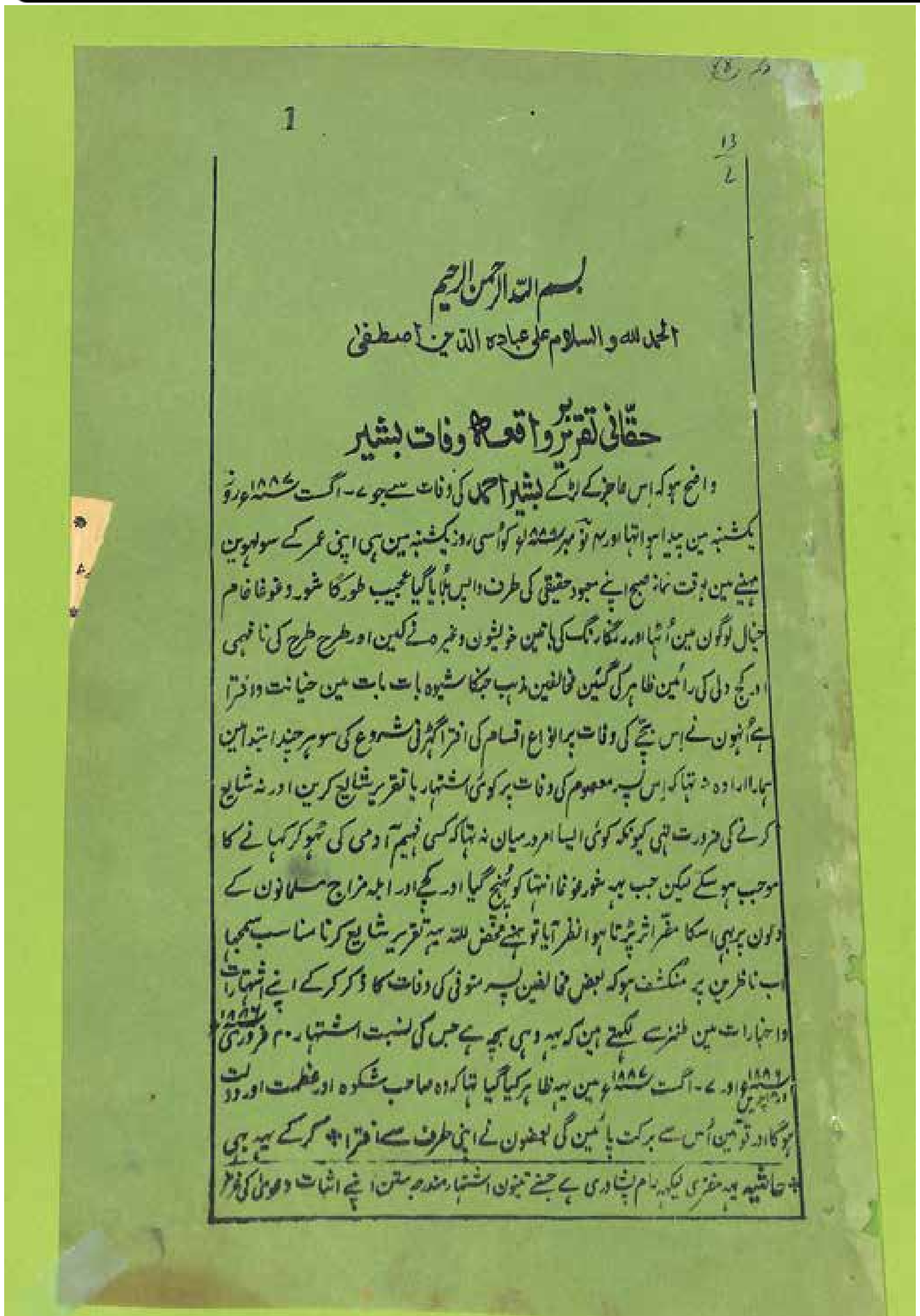
اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصلح موعود بیٹے کو "اولوالعزم" کا نام دینا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اُس کے وقت میں بھی نہایت سخت اور خوفناک حالات پیدا کیے جائیں گے لیکن وہ ان ابتلاؤں اور آزمائشوں کے کٹھن دَور میں بھی بلند ہمتی اور اولوالعزمی کے ساتھ گذر جائے گا اور وہ کٹھن راستے اور مشکل مراحل اُس کی جواں ہمتی اور فراخ حوصلگی کے سامنے دم توڑ جائیں گے۔ پس یہ "اولوالعزم" نام خود اُس بیٹے کی امامت وخلافت پر دلالت کرتا ہے اسی لیے حضرت اقدسؑ نے اس موعود بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے انزالِ رحمت کے دوسرے طریق "ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفا" کا مصداق قرار دیا ہے۔

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ابتدائی عمر کے مطالعہ سے ہی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمتِ دین کی لگن، شوق اور ولولہ عطا فرمایا تھا اور آپؓ پختہ عزم اور ارادے کے ساتھ مسیح الزماں کے مشن کے سپاہی بن گئے تھے۔ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اُس وقت آپ کی عمر صرف اُنیس سال تھی، اپنے پیارے امام کی جدائی کا صدمہ تو قدرتی امر تھا لیکن آپ نے اس بڑے صدمے کے موقع پر بھی اپنے آپ کو سنبھالا دیا اور جذباتِ غم سے مغلوب ہو کر نڈھال بیٹھنے کی بجائے ممکنہ طور پر اٹھنے والی مخالفت اور اس کے مقابلے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیا، آپؓ خود فرماتے ہیں:

"…..میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلاؤں گا۔

…..میرے جسم کا ہر ذرّہ اس عہد میں شریک تھا اور اُس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 134۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 18 فروری 1944ء)



1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء روز یکشنبہ مین پیدا ہوا تھا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یکشنبہ مین ہی اپنی عمر کے سولہوین مہینے مین بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خام خیال لوگون مین اٹھا اور رنگا رنگ کی باتین خویشون وغیرہ نے کین اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائین ظاہر کی گئین مخالفین مذہب جنکا شیوہ بات بات مین خیانت و افترا ہے انہون نے اس بچے کی وفات پر انواع اقسام کی افترا گھڑنی شروع کی سو ہر چند ابتدا مین ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کرین اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانون کے دلون پر بھی اسکا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہمنے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین اس پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات اور اخبارات مین طنزاً لکھتے ہین کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مین یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومین اس سے برکت پائین گی بعضون نے اپنی طرف سے افترا* کر کے یہ بھی

* حاشیہ یہ مفتری [illegible] ہے جنہون نے اشتہار مندرجہ متن اپنے اشاعت دعویٰ کی غرض

عکس سبز اشتہار (اشاعت یکم دسمبر 1888ء)

لوگ جذبات کی رَو میں یہ کروقتی طور پر ایسے عہد وپیمان کر جاتے ہیں لیکن آگے ان کو نبھا نہیں پاتے اور زمانے کی گردشوں میں اُسے بھول جاتے ہیں لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر ایک دن اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے مرتے دم تک نہایت اولوالعزمی کے ساتھ اپنے اس عہد کو نبھایا۔ آپ کی عالی ہمتی اور پختہ عزم کو احباب نے شروع میں ہی محسوس کر کے آپؓ کو اولوالعزم کہنا شروع کر دیا تھا چنانچہ خلافت اولیٰ کے جماعتی لٹریچر میں ہی آپؓ کا ذکر اولوالعزم لقب کے ساتھ موجود ہے، مثلاً:

"اولوالعزم سیدنا محمود کی پہلی تقریر"

(الحکم 21/28 جنوری 1913ء صفحہ 2)

"اولوالعزم کا خطاب تو حضرت باری عز اسمہٗ سے صاحبزادہ حاجی میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کو مل چکا ہے، صاحب موصوف کے ہاتھوں سے جو خدماتِ اسلام ہونے والی ہیں اُن کا نمونہ ابھی سے دکھائی دے رہا ہے۔"

(بدر 18/ستمبر 1913ء صفحہ 3 کالم 1)

"ہمارے اولوالعزم نوجوان خدا کے برگزیدہ مسیح کے فرزند ارجمند" (الحکم 7/14 جنوری 1913ء صفحہ 4)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے خلاف تنگ نظری اور بغض رکھنے والوں نے جب مخفی طور آپؓ کے متعلق منفی رائے پیدا کرنی چاہی تو خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس کا بڑی شدت کے ساتھ ردّ کیا اور فرمایا:

"مَیں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود…..کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا….."

(خطابات نور صفحہ 472۔ خطاب 16/جون 1912ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور)

ایڈیٹر صاحب الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ نے بعض حلقوں میں گردش کرنے والے اس سوال کہ "صاحبزادہ صاحب نے کیا کیا ہے؟" کے جواب میں ایک

جامع مضمون شائع فرمایا اور لکھا:

"وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شاندار عمارت کے ایک ستون ہیں اور سلسلہ کی اس وقت کوئی بڑی تحریک نہیں جو ان کے ذریعہ زندہ نہ ہوئی ہو۔" (الحکم 28/ستمبر 1913ء صفحہ 5 کالم 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان وجود جماعت میں انتشار پھیلانے والوں کے لیے ایک ننگی تلوار تھا جن کے سامنے کسی فتنہ چاہنے والے کو باوجود بعض ہم خیالوں کی موجودگی کے سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی ہاں چوری چھپے وہ اپنی چالیں چلتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مسند پر متمکن فرمایا۔ در پردہ سازشیں کرنے والے اب کھل کر سامنے آ گئے، وہ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے "میرا پیارا محمود" کہنے پر چڑ جایا کرتے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ کے اُسی محمود کو "پیارا" بنانے پر اپنی چڑ اور حسد میں مزید بڑھ گئے اور فرمان رسولؐ "يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ" (بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض انی وجع أو وارَاسَاهْ) کے مصداق بن کر خلافت کے انکاری ہو بیٹھے اور قادیان چھوڑ کر مستقل طور پر لاہور چلے گئے۔ اپنے ظاہری علم اور وسائل پر نازاں قادیان چھوڑ کر لاہور چلے جانے والے یہ لوگ اس زعم میں تھے کہ قادیان جیسے چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھا یہ خلیفہ خود ہی ہمت ہار کر ہمارے ساتھ شامل ہونے پر مجبور ہو جائے گا وگرنہ جماعت کا نظام (نعوذ باللہ) درہم برہم ہو جائے گا۔

خلافت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس انعام کی غرض خود اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی ہے کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ (سورۃ النور:56) یعنی وہ خدا اُن (مومنوں) کے لیے ضرور اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا ہے، تمکنت عطا کرے گا۔ اس خوشخبری کے اجرا کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی فرمایا تھا جس کی خبر حضرت اقدسؑ نے اپنے رسالہ الوصیت میں "قدرتِ ثانیہ" کے لفظوں میں دی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

".....خدا کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے....."

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 185)

کوئی دنیادار اور خود ساختہ لیڈر ہوتا تو مصلحت وقت کا کہہ کر ضرور منکرین سے منت سماجت اور سمجھوتہ کر کے اپنا اقتدار بچاتے ہوئے حق کو قربان کر دیتا مگر آپؓ کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا اور اُس وجود کا خلیفہ بنایا تھا جس کا اعلان تھا کہ

"میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں، مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں....."

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23 تا 24)

پس آپؓ نے بھی اسی شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح کے ساتھ یہ واشگاف اعلان فرمایا:

"مَیں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ میرا ساتھ دیں گے یا نہیں؟ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں جو میرا نقصان کر سکے یا مجھے کوئی نفع دے سکے۔ پس اگر میں لوگوں کے جذبات کے ماتحت چل کر اتحاد جماعت کے خیال کو چھوڑ دوں تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ میں حکومت کا خواہاں ہوں نہ کہ خادم سلسلہ ہوں۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ اسی کی توفیق سے مَیں ہر ایک ایسی تدبیر کروں گا جس سے جماعت کو پھر ایک فرد واحد کے ہاتھ پر جمع کرنا ممکن ہو اور مَیں اللہ تعالیٰ پر امید رکھتا ہوں کہ وہ میرا دل بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح مضبوط کر دے اور مَیں بھی کہہ سکوں کہ خواہ تم سب مجھے چھوڑ دو اور جنگل کے درندے بھی میرے مخالفوں کے ساتھ مل کر مجھ پر حملہ کریں تو مَیں اکیلا اُن کا مقابلہ کروں گا جب تک کہ وہ میرے ہاتھ پر اُسی طرح اکٹھے نہ ہو جائیں جس طرح کہ خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے تھے، و اللّٰہُ المستعان۔"

(الفضل 6/اپریل 1914ء صفحہ 16)

منکرینِ خلافت کے رویّہ اور اُن کے ہتھکنڈوں کو دیکھ کر آپؓ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے پانچ چھ سال ہوئے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو تجھے بے ایمان کہے گا مَیں اُسے ہلاک کر دوں گا۔ فرمایا شاورھم فی الامر، شاورھُم فی الامر بار بار کہتے ہیں حالانکہ میں مشورہ تو کرتا ہوں مگر اس مشورہ کا لازمی طور سے پابند ہونا کہیں نہیں لکھا ہے، اسی آیت کے ساتھ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ لکھا ہے جس کے معنے یہ ہیں مشورہ لے کر پھر جو مناسب ہو اُس پر کاربند ہونے کا عزم کر لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ اس پر غور کرنے سے نماز میں مجھے توجہ دلائی گئی کہ میرا نام اولوالعزم خدا نے رکھا ہے گویا معترضین کو پہلے ہی جواب دے دیا ہے۔"

(الفضل 8/اپریل 1914ء صفحہ 1 کالم 1،2)

ایک اور جگہ آپؓ فرماتے ہیں:

"اشتہار سبز میں میرے متعلق خدا کے حکم سے حضرت مسیح موعودؑ نے بشارت دی، خدا کی وحی سے میرا نام اولوالعزم رکھا اور اس آیت میں فرمایا فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس آیت پر عمل کرنا پڑے گا پھر میں اس کو کیسے ردّ کر سکتا ہوں۔"

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 60)

آپؓ نے بہت کوشش کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے تفرقہ سے بچے رہیں لیکن جب آپؓ نے دیکھ لیا کہ یہ "نازک پیر والے" اب حضرت اقدسؑ کے قدم پر چلنا نہیں چاہتے تو آپؓ نے ان "جدا ہونے والوں" کو "وداع کا سلام" کہا۔ افسوس کہ منکرین خلافت کی اس طرح جماعت سے علیحدگی پر وہ زور جو غیروں کے مقابلہ پر خرچ کرنا تھا اپنوں پر خرچ کرنا پڑا، بہرحال اس فتنے کا قلع قمع بھی ضروری تھا، حضرت مصلح موعودؓ نے ان منکرین خلافت کے پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دیا، اسی سلسلے میں حیدرآباد دکن جانے والے مبلغین کے ایک وفد کے نام ہدایات میں آپؓ نے فرمایا:

".....اگر کوئی صاحب اس خیال کے پھیلانے کی کوشش کریں کہ سب کو مل کر کام کرنا چاہیے، آپ اس خیال کو ردّ کریں اور بتائیں کہ اگر خدا کے قرنا کی آواز نہ آ چکی ہوتی تو مل کر کام کرنا واجب تھا لیکن جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بگل بجادیا ہے تو اس کی آواز کے مقابلے میں ہر ایک شخص کا اپنی حالت پر کھڑے رہنا ایک خطرناک جرم ہے، ایک گناہ عظیم ہے جس کی سزا میں اسلام کی ترقی رکے گی نہ کہ ہو گی.....اگر حیدرآباد میں حق بات کہنے میں روک ہو تو اس شہر کی خاک اپنے پیروں سے جھاڑ کر واپس آ جائیں کہ پھر اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور حق کو چھپانے سے بہتر ہے کہ حیدرآباد کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا جائے.....

افسوس اُس مرید پر جس نے اس تکلیف کو برداشت نہ کیا جسے اس کے پیر نے برداشت کیا۔ کام بہت ہے اور زندگی کم معلوم ہوتی ہے۔ ہم نے کیا دیکھنا ہے اور ہمارے بعد کے لوگ کیا دیکھیں گے لیکن جن پھولوں پر وہ خوش ہوں گے یہ کانٹے اُن سے بہتر ہیں اور جن موتیوں پر وہ نازاں ہوں گے یہ آنسو اُن سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہیں۔"

(الحکم 7/مارچ 1915ء صفحہ 2)

آپؓ کی اولوالعزمی نے منکرین خلافت کے اس مقابلے کی وجہ سے خلافت کے دیگر کاموں کی تعمیل میں تاخیر نہ ہونے دی، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان مشن کے مقاصد آپؓ کے مدنظر تھے، آپؓ نے انتخاب خلافت کے تقریباً ایک ماہ بعد ہی ملک بھر کے احمدی نمائندوں کی مجلس شوریٰ بلائی اور "منصب خلافت" کے موضوع پر معرکہ آراء خطاب فرمایا جس میں انبیاء کی بعثت کی غرض اور خلفاء کے کام پر نہایت لطیف پیرائے میں روشنی ڈالی اور بڑے پُر جوش انداز میں تبلیغ اسلام کے متعلق اپنے بڑے بڑے ارادوں اور تجاویز کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان شاء اللہ یہ کام اپنے وقت پر ظاہر ہو جائیں گے۔ انتخاب خلافت کے صرف تین دن بعد ہی حضورؓ نے درس القرآن کا آغاز فرمایا، باہر کی جماعتوں کو منکرین کے پروپیگنڈے سے بچانے اور نظام خلافت سے وابستہ کرنے کے لیے معدودے چند واعظین سلسلہ کو ملک کے چاروں اطراف میں پے در پے دوروں پر روانہ فرمایا، ڈاک کا دیکھنا، شام کے وقت مجلس عرفان وغیرہ کا سلسلہ بھی ساتھ ہی جاری تھا۔ دن کے وقت تھکا دینے والی مصروفیات کے بعد راتوں کو جاگ کر احباب جماعت کے لیے رو رو کر دعائیں کرنا بھی آپ کا معمول تھا، آپؓ خود فرماتے ہیں:

"تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔" (برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

تبلیغ کے کام کو وسعت دینے کا جذبہ بھی شروع خلافت سے ہی حضورؓ کے مدنظر رہا، اپریل 1914ء میں ہی حضورؓ نے مبلغین کی کلاسوں کا اجراء فرمادیا۔ (الفضل 27/اپریل 1914ء صفحہ 1) جون 1914ء میں حضورؓ نے سب سے بڑی مسلمان ریاست حیدرآباد دکن کے والیٔ ریاست کے نام ایک تبلیغی کتاب "تحفۃ الملوک" تصنیف فرمائی اور اس کی سینکڑوں کاپیاں وہاں کے مختلف طبقوں میں بھی تقسیم کی گئیں۔ والیہ بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کے نام تبلیغی خط لکھا۔ نومبر 1914ء میں حضورؓ نے حضرت اقدسؑ کی خواہش کی تکمیل کے لیے منارۃ المسیح کی نامکمل عمارت کا کام شروع کروا کر سال بھر میں اسے مکمل کروایا۔ یہ چند مثالیں ہیں حضورؓ کی خلافت کے ابتدائی سال کے کاموں کی، تفصیلات کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح حضورؓ راتیں مہ و نجوم کے ساتھ کام کرتے گزارتے ہیں اور دن کو سورج سے ہم خرام چلتے ہیں۔

منکرین خلافت کی کوششیں اپنی جگہ جاری تھیں، مخالفانہ لٹریچر کی اشاعت، احمدیوں کو انفرادی خطوط، ان کے مبلغین کے دورے غرضیکہ ہر ممکن کوشش جس سے احمدیوں کو خلافت سے برگشتہ کیا جاسکے، عملی طور پر بجالائی گئی۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر ان کے مخالفانہ لٹریچر کا جواب تیار کر کے، اس کی فوری طباعت کروا کر جلد از جلد جماعتوں تک پہنچانے کا انتظام کروایا جس سے نہ صرف مخالفانہ لٹریچر کا ردّ کر کے احمدی احباب کو سنبھالا دیا بلکہ خلافت سے علیحدہ ہوئے لوگوں کو بھی حقائق سے آشنا کرا کے حلقہ بیعت میں لانے کے سامان کیے۔ اس ضمن میں حضورؓ کی کتابیں "القول الفصل" اور "حقیقۃ النبوۃ" بہت ہی کم وقت میں تصنیف ہوئیں۔ حضورؓ کے کتابچہ "چند غلط فہمیوں کا ازالہ" کے بارے میں اخبار الفضل لکھتا ہے:

"10/مارچ 1915ء کو بعد از عشاء فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ایک مختصر ٹریکٹ میں بعض ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر دوں جو ہمارے اعتقادات کی نسبت پھیلائی جاتی ہیں.....اس کے بعد آپ بارہ بجے رات کے سولہ صفحے کا مضمون لکھ کر لائے جو اسی وقت کاتبوں کے سپرد کیا گیا اور ساڑھے چار بجے صبح تک کاپیاں تیار ہو گئیں اور صبح "چند غلط فہمیوں کا ازالہ" چھپ گیا۔"

(الفضل 14/مارچ 1915ء صفحہ 1 کالم 1)

آپ کی حالت اردو محاورہ "مشین کی طرح کام کرنا" کی عملی مثال تھی، اس کی ایک اور مثال مشاہدین نے یوں بیان فرمائی ہے:

"حضور کی توجہ دو تین روز سے جلسۂ دہلی کے اہتمام کی طرف ہے، ایک مضمون کی تحریک 2/مارچ صبح کو ہوئی اور آپ نے ظہر تک ایک حصہ لکھ کر امیر قافلہ مولوی محمد الدین صاحب بی اے کے سپرد کیا، باقی حصہ 2 بجے رات کے .... بھجوایا پھر جمعہ کی نماز کے بعد شیخ عبدالخالق دہلی جا رہے تھے اُن کو چند اوراق دیے اور باقی دو گھنٹے کے بعد سائیکل پر ماسٹر عبدالعزیز نے سٹیشن بٹالہ پر شیخ صاحب کو جا دیا، بقیہ مضمون تین بجے رات شیخ عبدالرحمٰن قادیانی لے کر گئے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک عالم کو متمتع کرے۔" (الفضل 7/مارچ 1916ء صفحہ 1 کالم 1،2)

یہ حضورؓ کی اولوالعزمی ہی تھی جس نے آپؓ کو اپنا آرام و سکون قربان کرنے پر آمادہ کیا ہوا تھا، ان کاموں کو انجام دینے میں آپ جسمانی تکلیف سے تو دوچار ہوتے لیکن قلبی اطمینان محسوس کرتے۔ دینی کاموں کا سرانجام دینا یہی آپؓ کا آرام و سکون تھا، آپؓ کی حالت آپؓ کے اس شعر کی مصداق تھی ؎

دنیا کے عیش اس پہ سراسر ہیں پھر حرام
پہلو میں جس کے ایک دلِ بے قرار ہو

اللہ تعالیٰ نے جو وعدے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کیے تھے اُن کے پورا ہونے میں تو کبھی بھی آپؓ کو شک نہیں گزرا، خلافت کا مقام عطا ہونے پر آپؓ اس ذمہ داری کو احسن سے احسن طور پر نبھانے میں کوشاں رہے کہ اُن الٰہی وعدوں کی روشنی میں حضرت اقدس علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رؤیا آپ کو خلافت سے پہلے ہی اس سفر میں آنے والی مشکلات اور اُن میں "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کامیابی کی خبر دے دی تھی چنانچہ اگست یا ستمبر 1913ء کی اپنی اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

".....میں نے رؤیا دیکھا کہ مَیں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں، ایک فرشتہ آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے یہ رستہ بڑا خطرناک ہے اس میں بڑے مصائب

اور ڈراؤنے نظارے ہیں ایسا نہ ہو تم ان سے متأثر ہو جاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ مَیں تمہیں ایسا طریق بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو! مَیں نے کہا ہاں بتاؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ بہت سے بھیانک نظارے ہوں گے مگر تم اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا بلکہ تم ’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ‘‘ کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا، ان کی غرض یہ ہوگی کہ تم ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اگر تم ان کی طرف متوجہ ہو گئے تو اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہ جاؤ گے اس لیے اپنے کاموں میں لگ جاؤ۔ چنانچہ میں جب چلا تو میں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل تھا اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے اور جنگل بالکل سنسان تھا۔ جب میں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً خیال آیا کہ فرشتہ نے مجھے کہا تھا کہ ’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ‘‘ کہتے ہوئے چلے جانا، اس پر میں نے ذرا بلند آواز سے یہ فقرہ کہنا شروع کیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد پھر پہلے سے بھی زیادہ خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے، ہوا میں معلق میرے سامنے آتے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چِڑاتے اور چھیڑتے۔ مجھے غصہ آتا لیکن معاً فرشتہ کی نصیحت یاد آ جاتی اور میں پہلے سے بھی بلند آواز سے ’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ‘‘ کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دور ہو گئیں اور مَیں منزل مقصود پر خیریت سے پہنچ گیا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 253 تا 254)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤیا میں William the Conqueror کا خطاب دے کر بھی مشکلات میں آپ کی اولوالعزمی اور نتیجۃً فتح کی بشارت عطا فرمائی تھی، آپؓ اپنی اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں نے دیکھا کہ مَیں انگلستان کے ساحل سمندر پر کھڑا ہوں جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے اور میرا لباس جنگی ہے، مَیں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں اور میرے پاس ایک اور شخص کھڑا ہے۔ اُس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے اور اس میں مجھے فتح ہوئی ہے اور مَیں اس کے بعد میدان کو ایک مدبّر جرنیل کی طرح اِس نظر سے دیکھ رہا ہوں کہ اب مجھے اس فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہیے، ایک لکڑی کا موٹا شہتیر زمین پر کٹا ہوا پڑا ہے، ایک پاؤں میں نے اس پر رکھا ہوا ہے اور ایک پاؤں زمین پر ہے جس طرح کوئی شخص کسی دور کی چیز کو دیکھنا چاہے۔ تو ایک پاؤں کسی اونچی چیز پر رکھ کر اونچا ہو کر دیکھتا ہے، اسی طرح میری حالت ہے اور جسم میں عجیب چستی ہے اور سبکی پاتا ہوں جس طرح کہ غیر معمولی کامیابی کے وقت ہوا کرتا ہے اور چاروں طرف نگاہ ڈالتا ہوں کہ کیا کوئی جگہ ایسی ہے جس طرف مجھے توجہ کرنی چاہیے کہ اتنے میں ایک آواز آئی جو ایک ایسے شخص کے منہ سے نکل رہی ہے جو مجھے نظر نہیں آتا مگر مَیں اُسے پاس ہی کھڑا ہوا سمجھتا ہوں اور یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ میری ہی روح ہے گویا میں اور وہ ایک ہی وجود ہیں اور وہ آواز کہتی ہے ولیم دی کنکرر یعنی ولیم فاتح۔ ولیم ایک پُرانا بادشاہ ہے جس نے انگلستان کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ جب مَیں نے دوستوں کو یہ خواب سنائی تو مفتی صاحب نے ولیم کے معنے لغت انگریزی سے دیکھے اور معلوم ہوا کہ اس کے معنے ہیں پختہ رائے والا، پکے ارادے والا یا دوسرے لفظوں میں اولوالعزم۔ پس گویا ترجمہ ہوا اولوالعزم فاتح۔‘‘ (الفضل 24 جون 1924ء صفحہ 5 کالم 2، 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و کشوف مثلاً ’’مَیں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا‘‘، ’’یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ‘‘ اور لندن شہر میں سفید رنگ کے پرندے پکڑنا، وغیرہ خود منزل کا راستہ متعین کیے ہوئے تھے بس ان پر سفر شروع کرنے کی دیر تھی چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آغاز خلافت میں ان منزلوں کی طرف سفر شروع کر دیا، آپؓ نے جلد ہی جماعت کے محدود وسائل کے باوجود انگلستان، ماریشس، امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا، شام، فلسطین اور بخارا وغیرہ میں مبلغین بھجوائے، بعد ازاں 1934ء میں تحریک جدید کے تحت اس بیرونی تبلیغ میں اور بھی وسعت آ گئی اور نہ صرف احمدیت کا چرچا زمین کے کناروں تک ہونے لگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان دور دراز علاقوں میں احمدیت کی مضبوط شاخیں قائم فرما دیں۔ تبلیغ احمدیت کے یہ عظیم الشان کارنامے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اکناف عالم میں تبلیغ احمدیت کے لیے جوش اور عزم کی ہی مثال ہے کہ جب حضور رضی اللہ عنہ سفر یورپ 1924ء کے موقع پر دمشق میں نزیل ہوئے تو وہاں ایک صاحب شیخ عبد القادر مغربی نے آپؓ سے ملاقات میں اظہار کیا کہ آپ یہ امید نہ رکھیں کہ ان علاقوں میں کوئی شخص آپ کے خیالات سے متاثر ہو گا کیونکہ ہم لوگ عرب نسل کے ہیں اور عربی ہماری مادری زبان ہے اور کوئی ہندی خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو ہم سے زیادہ قرآن و حدیث کے معنی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ حضورؓ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ مبلغ تو ہم نے ساری دنیا میں ہی بھیجنے ہیں مگر اب ہندوستان واپس جانے پر میرا پہلا کام یہ ہو گا کہ آپ کے ملک میں مبلغ روانہ کروں اور دیکھوں کہ خدائی جھنڈے کے علمبرداروں کے سامنے آپ کا کیا دم خم ہے۔ چنانچہ حضورؓ نے واپسی پر حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کو شام میں تبلیغ کے لیے بھجوا دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 443 تا 444) اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی عرصے میں شام اور فلسطین کے علاقوں میں احمدیت کی مضبوط شاخیں قائم کر دیں۔

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
پروا نہیں جو ہاتھ سے اپنے ہی اپنا آپ
حرفِ غلط کی طرح مٹانا پڑے ہمیں
محمودؔ کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

دیگر مسلمانوں خصوصاً مسلمانانِ ہند میں قومی قیادت کا فقدان تھا اور مسلمان علماء کی تگ و دَو زیادہ تر اپنے اپنے حلقوں تک ہی محدود تھی، قومی سطح پر اٹھنے والے مسائل میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے درد میں اور دینی غیرت و حمیت کے ساتھ دشمنانِ اسلام کے مقابلے کا تہیہ کیا مثلاً دیگر فرقوں کے عدم تعاون اور مخالفت کے باوجود ہندوستان میں شدھی تحریک کے تدارک اور انسداد کے لیے اپنے معدودے چند مجاہدین میدان میں اتارے اور آپؓ کی اولوالعزمی اور مدبّرانہ قیادت نے نامساعد حالات کے باوجود کامیابی سے ہمکنار کیا، ایسی کامیابی جس کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔ تحریک شدھی کا شور ابھی بیٹھا ہی تھا کہ 1927ء میں ’’رنگیلا رسول‘‘ اور رسالہ ’’ورتمان‘‘ جیسے دلآزار لٹریچر نے مسلمانانِ ہند کو پھر انتہائی ذہنی اور قلبی صدمات اور شدید غم و غصہ سے دوچار کیا، اس تلاطم خیز دور میں بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سارے ہندوستان میں سیرت النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جلسے منعقد کرا کے دنیا کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پاکیزہ سیرت سے روشناس کرایا، آپ کے اس کارنامے کو بھی مسلمانوں نے بے حد پسند کیا۔ ملک بھر میں سیرت النبیؐ کے جلسوں کا آغاز اور پھر ہر سال ان کا انعقاد یہ بھی آپؓ کی اولوالعزمی کی روشن مثال ہے۔ ملّی مفاد کی خاطر ایسے کاموں کا بیڑہ اٹھانا اور پھر ان کو کامیابی سے ہم کنار کرنا، یہ آپؓ کی ہی ہمت اور صلاحیت تھی۔ اسی وجہ سے جب 1931ء میں مظلوم کشمیریوں کی دادرسی اور مدد کے لیے کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آ رہا تھا تو اقبال اور خواجہ حسن نظامی جیسی سرکردہ شخصیات کی نظریں بھی آپؓ کی ذات کے متعلق پُر اعتماد تھیں کہ یہ کام آپؓ ہی کی سربراہی میں ممکن ہے، واقعی آپ ہی کی اولوالعزم قیادت میں اس کمیٹی نے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے لیکن جیسے ہی آپؓ نے مخالفین کا شور شرابا دیکھ کر صدارت چھوڑی، دوسرے گفتار کے غازی کوئی کردار ادا نہ کر سکے۔

1934ء کا سال بھی جماعت احمدیہ کے لیے بہت ہی مصائب اور مشکلات لے کر آیا جب مجلس احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک نیا محاذ کھولا اور فتنہ و فساد، سب و شتم، ہزل و ابتذال کے لائحہ عمل کے ساتھ احمدیت کو مٹانے کا خواب لے کر قادیان میں آ داخل ہوئے، یہ دن احمدیوں کے لیے نہایت ہی سخت اور پُرخطر تھے۔ لا ریب یہ اُسی اولوالعزم کا کارنامہ تھا جو جماعت احمدیہ کو اِس پُرخطر طوفان سے نہایت حفاظت سے نکال کر لے آیا، آپؓ کے بلند حوصلے کے سامنے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور طوفان کی صورت اٹھنے والا یہ گروہِ احرار گرد کی مانند بالآخر بیٹھ گیا۔ اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اولوالعزم خلیفہ کو تحریک جدید کا انعام عطا کرتے ہوئے احمدیت کو ساری دنیا میں پھیلانے کے سامان کیے۔ احرار تو اُسی وقت ہی اپنی کتابِ زندگی پڑھ کر بیٹھ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عالی ہمت، بلند حوصلہ اور اولوالعزم کے طفیل احمدیت کو تحریک جدید کی ایسی کتاب عطا فرمائی جس میں آئے دن فتح و ظفر کے سنہری ابواب اضافہ ہوتے چلے جا رہے ہیں، یقیناً اس کا سہرا اُسی ’’فتح و ظفر کی کلید‘‘ کے سر ہے۔ 1953ء میں ایک مرتبہ پھر اِسی احراری ٹولے نے ’’تحریک ختم نبوت‘‘ کا لبادہ اوڑھ کر پاکستان میں احمدیوں کے خلاف انتہائی تلخ، پُرخطر اور تشویش انگیز فضا پیدا کر دی اور ملک بھر میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً احمدیہ مساجد پر حملوں، جلاؤ گھیراؤ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا، بعض احمدیوں کو شہید بھی کیا گیا لیکن الحمد للہ احمدی ان شدید حالات میں اپنے اولوالعزم امام کی اطاعت میں ہمت اور حوصلہ کی عملی تصویر بنے رہے اور کیوں نہ بنتے؟ اُن کا اولوالعزم امام باوجود اس کے کہ اپنی عمر کے چونسٹھویں سال میں داخل ہو چکا تھا لیکن بیماری اور کمزوری کے باوجود رات کے دو دو تین تین بجے تک روزانہ کام کرتا۔ حضورؓ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعاؤں کی کثرت کے بعد انتہائی جفاکشی کے ساتھ حکمت عملی بناتے ہوئے جماعت احمدیہ کو پے در پے روح پرور پیغامات سے نوازا اور اُن کے پژمردہ دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ الحمد للہ حضورؓ کی اولوالعزمی نے ابتلاء کے اس دور میں بھی سرخرو کیا اور جماعت احمدیہ عظیم الشان برکات الٰہیہ کا مورد ہوتے ہوئے اپنی ترقی کے سفر پر گامزن رہی۔ اس موقع پر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ خلافت ثانیہ کے بابرکت دور میں ان بیرونی فتنوں کے علاوہ مصری فتنہ اور مستری فتنہ وغیرہ جیسے فتنوں نے اندرونی طور پر بھی جماعت میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی لیکن اس اولوالعزم کے سامنے جلد ہی یہ فتنے اپنی موت آپ مر گئے۔

ہجرت پاکستان کے خونچکاں حالات میں قادیان کی حفاظت اور نئے مرکز کا قیام گو کہنے کو تو دو مختصر عنوان ہیں لیکن یہ عنوان بھی اپنے اندر سیدنا حضرت اولوالعزم رضی اللہ عنہ کی بے پناہ دعاؤں، انتھک محنت، بہترین حکمت عملی اور عالی شان قائدانہ صلاحیتوں کے متعدد ابواب کو لیے ہوئے ہیں۔ قادیان سے ہجرت کے بعد جماعتی نظام کا سارا ڈھانچہ از سر نو قائم کرنا اور جماعت کو شکست خوردگی اور اضمحلال کی بجائے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا سکھانا حضورؓ ہی کی اولوالعزمی کا نتیجہ تھا جس نے احمدیت کی سر بلندی اور عظمت کے خیال سے نہ احباب جماعت کو آزردہ خاطر ہونے دیا اور نہ ہی جماعتی ترقی میں کوئی روک آنے دی۔ یہاں ایک مثال ہی مکتفی ہو گی۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے بیان کرتے ہیں کہ تعلیم الاسلام کالج کے دوبارہ اجرا کے متعلق حضرت اولوالعزم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’آپ کو پیسوں کی کیوں فکر پڑی ہوئی ہے، کالج چلے گا اور کبھی بند نہیں ہو گا۔‘‘

پھر اس عاجز سے فرمایا کہ

’’آسمان کے نیچے پاکستان کی سرزمین میں جہاں کہیں بھی جگہ ملتی ہے لے لو اور کالج شروع کرو۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 86)

جماعت کے نئے مرکز ربوہ کے قیام کے متعلق حضورؓ خود فرماتے ہیں:

’’میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے، ہمیں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ فوراً ایک نیا مرکز بنایا جائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جولائی 1949ء مطبوعہ الفضل 31 جولائی 1949ء صفحہ 6)

بنجر اور سنگلاخ زمین میں زندگی کی رونقیں اور سرسبز و شادابی پیدا کرنا اور پھر اسی سرزمین سے ساری دنیا میں پھیلی احمدی جماعت کی سرپرستی کرنا بھی اسی اولوالعزمی کی ایک شاندار مثال ہے۔ اُدھر 313 درویشان کے ذریعہ قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت حضورؓ کی اولوالعزمی کو خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اولوالعزمی کی یہ روح احباب جماعت میں بھی پیدا کی اور ہر میدان میں، ہر مشکل میں پختہ عزم اور بلند حوصلے کے ساتھ کام کرنے کا درس دیا۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب ایم اے مبلغ کی امریکہ روانگی کے وقت جو نصائح حضور نے تحریر فرما کر دیں، ان میں لکھا:

’’....مایوس انسان کبھی کامیاب نہیں ہوتا، وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جو تلوار کے نیچے بھی اپنی آئندہ کوششوں پر غور کر رہا ہو۔ ایک بج چکا ہے اور صبح آپ نے جانا ......باقی صفحہ 67 پر......

خصوصی کوئز الفضل انٹرنیشنل (نمبر 7، 18/ فروری 2020ء)

سوال نمبر 1: حضرت اُمِ سُلَیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے اپنے مہر میں کیا مطالبہ فرمایا؟

ا۔سو سرخ اونٹ ب۔بیر حاء (باغ) ج۔قبولیتِ اسلام

سوال نمبر 2: حضرت مسیح موعودؑ 1886ء میں چلہ کشی کے لیے کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے؟

ا۔ سوجان پور ب۔ ہشیار پور ج۔ کپور تھلہ

سوال نمبر 3: اخبار الفضل کا نام پہلے کیا تجویز کیا گیا تھا؟

ا۔ پیغام صلح ب۔تشحیذ الاذھان ج۔فضل

سوال نمبر 4: حضرت مسیح موعودؑ کو 'مصلح موعود' کی دو صفات 'بشیر الدولہ' اور 'عالَم کباب' ہونے کی اطلاع کب دی گئی تھی؟

ا۔ 1886ء ب۔ 12/ جنوری 1889ء ج۔ 1906ء

سوال نمبر 5: حضرت مصلح موعودؓ ربوہ میں قیام کے دوران گرمیوں میں وادیٔ سون سکیسر کے کس مقام پر تشریف لے جاتے؟

ا۔نخلہ ب۔ ڈلہوزی ج۔ جابہ

سوال نمبر 6: حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں بچوں کو دین کب سکھانا چاہیے؟

ا۔بچپن میں ب۔لڑکپن میں ج۔ جوانی میں

سوال نمبر 7: حضرت مصلح موعودؓ نے 11/ اپریل 1920ء کو سیالکوٹ میں کس موضوع پر خطاب فرمایا؟

ا۔ہستی باری تعالیٰ ب۔ مذہب اور اس کی ضرورت ج۔ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا

سوال نمبر 8: حضرت مصلح موعودؓ کے منظوم کلام کا مجموعہ 'کلامِ محمود' پہلی بار کب شائع ہوا؟

ا۔ 1924ء ب۔ 1939ء ج۔ 1913ء

سوال نمبر 9: حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کو کتنے سال حضرت مصلح موعودؓ کی رفاقت نصیب رہی؟

ا۔قریباً 30 سال ب۔قریباً 22 سال ج۔قریباً 37 سال

سوال نمبر 10: ولیم (William) کے معنے لغتِ انگریزی میں کیا بیان کیے جاتے ہیں؟

ا۔ فاتح ب۔ اولوالعزم ج۔خوبصورت

ان سوالات کے جوابات

بذریعہ **ای میل** jawab@alfazl.com یا بذریعہ **فیکس** 0044-2085447611

پر اپنے نام اور پتے کے ساتھ **28/ فروری تک** ارسال کیجیے۔

درست جوابات بتانے والے چند افراد کے اسماء الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 03/ مارچ 2020ء میں شائع کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ)

نوٹ: یہ سوالات الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 4/ فروری اور 18/ فروری 2020ء سے اخذ کیے گئے ہیں۔ شکریہ

خوش خبری: اب آپ کوئز الفضل انٹرنیشنل آن لائن بھی حل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ویب سائٹ alfazl.com کے صفحہ اول پر موجود 'کوئز' کا بٹن دبا کر جوابات سے دفتر الفضل انٹرنیشنل کو مطلع فرمائیے

جوابات کوئز الفضل انٹرنیشنل نمبر 5، 4/ فروری 2020ء

1۔غزوۂ ہوازن 2۔سورۃ الحجرات 3۔ رعب 4۔ والدین 5۔ 50

درج ذیل افراد کی جانب سے بروقت درست جوابات موصول ہوئے:

مظہر الحق (پاکستان)، ھبتہ الکلیم (اوفا، رشیا)، سعادت احمد (ماربرگ، جرمنی)، سعدیہ احمد (جرمنی)، شاہدہ نسرین (ناروے)، نجم السحر (برمنگھم نارتھ برطانیہ)، عائشہ زاہد (برمنگھم نارتھ برطانیہ)، جی ایم سرا (جرمنی)، مبارکہ خالق (بیلجیم)، امتہ القیوم انجم (کیلگری کینیڈا)، امتہ الرشید شیخ (کنگسٹن برطانیہ)، نادیہ خالق (پاکستان)، امتہ القدیر، صبیحہ کنول (کیلگری کینیڈا)، محمد ارشد لقمان (کینیڈا)، شاہینہ شائق (لندن)، رؤوف احمد (جرمنی)، شمشاد اختر (جرمنی)

بقیہ: الفضل ڈائجسٹ ......از صفحہ 70

......از صفحہ 70

اور اگر ان سے بھی کسی بات کا علم حاصل نہیں ہوتا تو پھر ہم قیاس کرتے اور اس علم سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے مگر باوجود اس کے میرا اپنا طریق یہی ہے کہ اگر مجھے کسی بات کے متعلق یہ معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی تحریر اس کے خلاف ہے تو میں فوراً اپنی بات کو رڈ کر دیتا ہوں۔ اسی مسجد میں 1922ء یا 1928ء کے درس القرآن کے موقع پر مَیں نے عرش کے متعلق ایک نوٹ دوستوں کو لکھوایا جو اچھا خاصہ لمبا تھا مگر جب میں وہ تمام نوٹ لکھوا چکا تو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی یا حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک حوالہ نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ نے تو یوں لکھوایا ہے مگر حضرت مسیح موعود نے یوں فرمایا ہے میں نے اس حوالہ کو دیکھ کر اسی وقت دوستوں سے کہہ دیا کہ میں نے عرش کے متعلق آپ لوگوں کو جو کچھ لکھوایا ہے وہ غلط ہے اور اسے اپنی کاپیوں میں سے کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ جو لوگ اس وقت میرے درس میں شامل تھے وہ گواہی دے سکتے ہیں اور اگر ان کے پاس اس وقت کی کاپیاں موجود ہوں تو وہ دیکھ سکتے ہیں کہ مَیں نے عرش کے متعلق نوٹ لکھوا کر بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اسے کاپیوں سے کٹوا دیا اور کہا کہ ان اوراق کو پھاڑ ڈالو کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مقابلہ میں بھی ہم اپنی رائے پر اڑے رہیں اور کہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی صحیح ہے اور اپنے نفس کی عزت کا خیال رکھیں تو اس طرح تو دین اور ایمان کا کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

پس یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعودؑ حَکم عدل ہیں اور آپؑ کے فیصلوں کے خلاف ایک لفظ کہنا بھی کسی صورت میں جائز نہیں۔ ہم آپ کے بتائے ہوئے معارف کو قائم رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیات کے دوسرے معانی کر سکتے ہیں مگر اسی صورت میں کہ اُن میں اور ہمارے معانی میں تناقض نہ ہو۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ہمارے لیے نئے معانی کرنے ناجائز ہیں۔ بیشک تم قرآن کریم کے معارف بیان کرو اور ایک ایک آیت کے ہزاروں نہیں لاکھوں معارف بیان کرو۔ یہ سب تمہارے لیے جائز ہوگا اور ہمارے لیے خوشی کا موجب بلکہ اگر تم قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو سو سو جزو کی تفسیر بھی بنا ڈالو تو اگر وہ قابل قدر ہوگی ہمارے دل اس پر فخر محسوس کریں گے کیونکہ ہر باپ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بڑھ کر عالم ہو مگر یہ اسی صورت میں ہوگا کہ تمہارا کوئی استدلال اور تمہارا کوئی نکتہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تعلیم کے خلاف نہ ہو اور اگر تم کسی آیت کے کوئی ایسے معنے کرتے ہو جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے رڈ کیا ہے تو وہ معنے رڈ کیے جائیں گے لیکن آپؑ کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے اگر تم بعض زائد مطالب قرآنی آیات کے بیان کر دیتے ہو تو وہ مسیح موعود کا طفیل ہوگا اور آپؑ کی خوشہ چینی اور آپؑ کی متابعت کی برکت ہوگی جیسا کہ ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل اور آپؑ کی برکت سے ہے۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 599)

☆...☆...☆

نورِ خدا کا مظہر

ابن غلامِ احمد اِک نور سے منور
شانِ خدائے رحماں نورِ خدا کا مظہر

مہدی کے گلستاں کا وہ تھا گلِ مُعنبر
خوشنودئ خدا کی خوشبو سے بھی معطر

علم اور معرفت کا وہ تھا عظیم ساگر
ہیں مستفیض جس سے اپنے ہوں یا کہ دیگر

قرآن کے محاسن جوہر بتائے افزوں
پہنا گیا ہے ہم کو دیں کا حسین زیور

ہم کو لڑی میں مثلِ موتی پرو دیا ہے
اوڑھائی اس نے وحدت کی ہم پہ کیسی چادر

وعظ و بیاں میں اعلیٰ تصنیف میں بھی یکتا
ملتا نہیں جہاں میں اس سا کوئی سخن ور

پُرخار وادیوں سے ظلمت کی گھاٹیوں سے
فاتح کی طرح نکلا لے کر ھدیٰ کا لشکر

وہ تھا سبھی اسیروں کا رَستگار و رہبر
شفقت کا عالی پیکر الفت میں مثلِ مادر

اس کا وجود حافظؔ ہر وصف میں تھا کامل
ہر وصف میں عیاں تھا حسنِ ازل کا منظر

(حافظ مبرور احمد)

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی ......از صفحہ نمبر 65

......از صفحہ نمبر 65

ہے اور پسلیوں کا درد اس وقت مجھے بے تاب کر رہا ہے اس لیے وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ کے حکم کے ماتحت ختم کر رہا ہوں۔''

(الفضل 25؍ جنوری 1923ء صفحہ 6 کالم 3)

حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب لکھتے ہیں:

''.....اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آیا۔ مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا کہ اوّل آنے کی وجہ سے مجھے یونیورسٹی کی طرف سے انگریزی کی تکمیل کے لیے تیس روپے ماہوار وظیفہ مل سکتا ہے۔ اگر حضور کا ارشاد ہو تو میں وہاں داخل ہو جاؤں۔ حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا:

''جسے ہم مسیحا نفس بنانا چاہتے ہیں اُسے تیس روپے میں گرفتار کرانے کے لیے تیار نہیں۔''

(ماہنامہ ''الفرقان'' ربوہ، دسمبر 1960ء صفحہ 5 تا 6)

اِس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کے درس کی ہزاروں مثالیں ہیں بلکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات، خطابات، منظومات اور ملفوظات وغیرہ اسی درس سے پُر نظر آتے ہیں، حضورؓ فرماتے ہیں:

ہم نشین تجھ کو ہے اک پُر امن منزل کی تلاش
مجھ کو اک آتش فشاں پُر ولولہ دل کی تلاش
سعئ پیہم اور کُنجِ عافیت کا جوڑ کیا
مجھ کو ہے منزل سے نفرت تجھ کو منزل کی تلاش

ایک جگہ فرماتے ہیں:ع

یہ فولادی پنجوں کے ہیں دن اب دستِ حنا کو رہنے دو

ایک اور نظم میں فرماتے ہیں:

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

اولوالعزمی کے مثالی نمونے اور درس کا ہی اثر تھا کہ احمدیت کی خاطر شہادتیں، پردیس میں مبلغین کی دیوانہ وار تبلیغ، درویشان قادیان کا جان ہتھیلی پر رکھ کر حفاظت کرنا، تحریک جدید اور وقف جدید سمیت دیگر تحریکات میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی پیش کرنا، فرقان بٹالین میں سپاہیانہ خدمات وغیرہ جیسی ایمان افروز مثالیں ہمیں تاریخ احمدیت میں نظر آتی ہیں۔ قادیان کی سادہ اور عام سی بستی کی اولوالعزمی، مضبوطی ایمان اور بلند خیالی کا ہی اثر تھا کہ مشہور امریکی مسیحی سکالر Samuel M.Zwemer نے اپنے دورہ قادیان 1924ء کے بعد اپنے تاثرات دیتے ہوئے لکھا:

a credulous faith that
almost removes mountains

یعنی ایسا زبردست ایمان ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔

(Across the World of Islam by S. M. Zwemer page 316,317 Fleming H. & Revell Company New York 1929)

اولوالعزمی اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی الٰہی برکات کا ہی یہ اثر تھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز پر برگشتہ ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد رفتہ رفتہ تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ (الہام 9؍ اپریل 1906ء) کہتے ہوئے آپ کے حلقۂ بیعت میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ خلافت کے ذریعہ اولوالعزمی اور بلند خیالی کی یہی روح آج بھی جماعت احمدیہ کو میسر ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت پر نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کس طرح مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی مخالفت کے طوفان اُمڈے چلے آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر اس پسر موعود کی مدد و نصرت فرمائی اور اپنے اس اولوالعزم کے ساتھ کھڑا ہو کر دشمنوں کو ناکام و نامراد کیا۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی اندرونی اور بیرونی فتنوں اور مخالفتوں کے طوفان اٹھے لیکن آپؓ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ہر فتنے، سازش اور مخالفت کا نہایت مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے گئے اور اکناف عالم میں اسلام احمدیت کا پرچم بلند کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ''سبز اشتہار'' میں بیان فرماتے ہیں:

''پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیتِ باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔''

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 460)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں جماعتِ احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرِ انتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

آسمانی برقی قوت سے فیض یافتہ خطابت

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 18/ فروری 2013ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ کی یہ تحریر شائع ہوئی ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ قادیان کے سٹیج سے پہلی تقریر 1906ء میں 17سال کی عمر میں فرمائی۔ حضور نے خلافت سلور جوبلی 1939ء کے موقع پر اس پُرمعارف اور نکات سے لبریز تقریر کا خصوصی تذکرہ کیا جس کا موضوع اسلام کا نقطہ مرکزیہ ہے یعنی ’’چشمہ توحید‘‘۔ حضور نے اپنے روح پرور خطاب میں فرمایا کہ جب سے مجھے تقریر کرنے یا بولنے کا موقع ملا ہے مَیں نے شروع دن سے یہ بات محسوس کی ہے کہ ذاتی بناوٹ کے لحاظ سے تقریر کرنا میرے لیے بڑا ہی مشکل ہوتا ہے اور میری کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جسے اردو میں گھبرا جانا اور انگریزی میں نروس ہو جانا کہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب میں نے پہلی تقریر کی اور اس کے لیے کھڑا ہوا تو آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا اور کچھ دیر تک تو حاضرین مجھے نظر نہ آتے تھے۔ اور یہ کیفیت تو پھر کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک خاص وقت میں میرے دل میں ایک اضطراب سا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ حالت اس وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ بجلی کا وہ کنکشن قائم نہیں ہوتا جو شروع دن سے کسی بالا طاقت کے ساتھ میرے دماغ کا ہو جایا کرتا ہے۔ اور جب یہ دَور آ جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مقرر اور لسّان جو اپنی اپنی زبانوں کے ماہر ہیں میرے سامنے بالکل ہیچ ہیں اور میرے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح ہیں۔ جب میں پہلے پہل تقریر کے لیے کھڑا ہوا اور قرآن کریم سے آیات پڑھنے لگا تو مجھے الفاظ نظر نہ آتے تھے۔ اور چونکہ وہ آیات مجھے یاد تھیں میں نے پڑھ دیں۔ اور جب میں نے آہستہ آہستہ تقریر شروع کی تو لوگ میری نظروں کے سامنے سے بالکل غائب تھے۔ اس کے بعد یکدم یوں معلوم ہوا کہ کسی بالا طاقت کے ساتھ میرے دماغ کا اتصال ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب میں نے تقریر ختم کی تو حضرت خلیفۃالمسیح الاولؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ تقریر سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے قرآن کریم کے جو معارف بیان کیے ہیں باوجود اس کے کہ میں نے بڑی بڑی تفاسیر پڑھی ہیں اور میری لائبریری میں بعض نایاب تفاسیر موجود ہیں۔ مگر یہ معارف نہ مجھے پہلے معلوم تھے اور نہ میں نے کہیں پڑھے ہیں۔

سو جب دورانِ تقریر میں وہ کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ کَل دبائی گئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ میرے دماغ میں ایسے معارف نازل کرے گا کہ جو میرے علم میں نہیں ہیں۔ اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ قرآن شریف پڑھاتے ہوئے بھی وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (روداد جلسہ خلافت جوبلی صفحہ 61-65)

★ ★ ★

حضرت مصلح موعودؓ کی یادیں

محترم مولوی سیّد فضل عمر صاحب مرحوم بہت دعاگو، تہجد گزار اور خلافت سے محبت رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ کو بطور درویش بھی خدمت کی سعادت عطا ہوئی۔ آپ کی شادی محترمہ سیّدہ رضیہ بیگم صاحبہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ ہفت روزہ ’’بدر‘‘ قادیان 9/ فروری 2012ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی یادوں کے حوالے سے مولوی صاحب مرحوم کا محرّرہ ایک مضمون شاملِ اشاعت ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ

1944ء میں خاکسار نے اپنے والد محترم سیّد عبدالمنعم صاحب مرحوم (سابق امیر جماعت سونگڑہ) کی خواہش پر زندگی وقف کر دی۔ 1945ء میں محترم عبدالرحمٰن انور صاحب نے خط لکھا کہ انٹرویو کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے پاس حاضر ہو جاؤں۔ مَیں حاضر ہوا۔ دست مبارک کو بوسہ دیا۔ حضورؓ نے سر سے پیر تک دیکھا اور خدمت دین کے لیے قبول فرمالیا۔ یہ تھا انٹرویو۔ تربیت کا آغاز ہوا۔ چند مہینوں بعد مجھے پھوڑے پھنسیاں ہو گئے اور کئی روز تک بخار رہا۔ اس پر ہمارے نائب انچارج نے مجھے گھر چلے جانے کو کہا تو مجھے بہت دُکھ ہوا۔ اور مَیں حضورؓ سے ملاقات کی غرض سے قصرِ خلافت گیا اور اپنی بیماری حضورؓ سے بیان کی۔ حضورؓ نے فرمایا کہ آب و ہوا اور خوراک کی تبدیلی کی وجہ سے یہ مرض ہو گیا ہے، انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ مَیں نے واپس آ کر اپنے نائب انچارج کو حضورؓ کا ارشاد بتا دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے حضورؓ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور مجھے شفا دی۔

صوبہ اڑیسہ میں زندگی وقف کرنے والا مَیں پہلا احمدی تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے 36سال خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ خاکسار کے والد صاحب صالح پور ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے ہیں۔ 1941ء میں انہوں نے ایک کتاب ”Popular History of India“ کے نام سے لکھی تھی جو مَیں نے ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کی۔ حضورؓ نے مطالعہ کر کے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور پوچھا کہ آپ کے والد صاحب نے یہ کتاب قبولِ احمدیت سے قبل لکھی ہے یا بعد میں؟ خاکسار نے عرض کیا کہ وہ پیدائشی احمدی ہیں۔ اسی طرح خاکسار نے اپنے والد صاحب کی کتاب ”Ahmad of Qadian“ بھی پیش کی۔

ایک ملاقات میں دورانِ گفتگو جب حضرت مصلح موعودؓ نے اڑیسہ کی جماعتوں کی تعداد کے بارے میں دریافت فرمایا تو مَیں نے تفصیلی جواب عرض کرتے ہوئے کہا کہ اگر اڑیسہ میں اس طریق سے تبلیغ کی جائے تو بہت فائدہ ہو گا۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے آپ اپنے افسر سے بات کر لیں۔

یہ تھا حضورؓ کا نظامِ جماعت کی پابندی کا خیال۔

★ ★ ★

صحائف گزشتہ میں زمانہ مُہدی کی ایک علامت۔

بچے کی بیعت اور عالمی جنگیں

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 18/ فروری 2013ء میں شامل اشاعت مکرم محمد اسداللہ صاحب قریشی الکاشمیری نے اپنے مضمون میں گزشتہ صحائف کی رُو سے زمانہ مُہدی کی علامات میں سے چند بیان کی ہیں۔

بچے کی بیعت اور جنگوں کا آغاز

علاماتِ ظہورِ مہدی کے سلسلے میں بزرگان سلف کی کتب میں آنے والی بعض روایات میں وارد ہے کہ ایک بچے کی بیعت ہو گی تو طاقتور ممالک کی جنگیں شروع ہو جائیں گی۔ یہ روایت شیعوں کی معتبر کتاب ’’بحار الانوار‘‘ (جلد 13 صفحہ 165) میں درج ہے۔ یہ کتاب 26 جلدوں میں ہے اور ایران میں طبع ہوئی ہے۔ کتاب میں باب علاماتِ ظہورِ مہدی میں ابی الجارود کی روایت ہے کہ مَیں نے ابا جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب بچے کی بیعت ظہور میں آئے گی تو ہر طاقتور اپنی طاقتوں کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ (یعنی بڑی طاقتوں کی جنگیں شروع ہوں گی اور ہر طاقتور اپنی قوت و طاقت ظاہر کرے گا۔)

روایت میں ’’الصبی‘‘ کی بیعت کیے جانے کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے کسی نابالغ بچے کی بیعت تو مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ نابالغ بچے کی بیعت جائز ہی نہیں۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ بچے کی بیعت ظاہر ہونے سے کسی ایسے خاص نوجوان شخص کی بیعت مراد ہے جس کا تعلق امام مہدی کے زمانے سے ہے۔ چنانچہ مہدی کے بارے میں مشہور حدیث یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ (یعنی مہدی موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہو گی) سے مذکورہ معنوں کی مزید تائید ہوتی ہے۔ اور دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ایک خاص بیٹا ہو گا جس کی بیعت ہو گی اور اس وقت بڑی طاقتوں کی جنگوں کا آغاز ہو گا۔

اسی طرح ’’بحار الانوار‘‘ میں امام مہدی کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قائم (مہدی) کے بعد ان کے ایک خاص بیٹے کی خلافت کے قیام کی روایت آئی ہے۔

مہدی کے بیٹے کو ’’الصبی‘‘ کہنے میں خاص مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اس کی نوعمری یا نوجوانی کی حالت میں بیعت ہو گی تو بعض لوگ کہیں گے کہ یہ تو ’’بچہ‘‘ ہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد کہا جائے گا کہ دیکھو جسے لوگ ’’بچہ‘‘ کہتے تھے اس سے کیسے کمالات ظاہر ہوئے۔

کشف میں بچے کی بیعت دیکھنا

حضرت ابو جعفرؓ کی مندرجہ بالا روایت پیشگوئی ہے اور پیشگوئیاں عموماً کشف یا رؤیا سے تعلق رکھتی ہیں جو تعبیر طلب ہوتی ہے۔ پس کشف میں بچے کی بیعت ہوتی ہوئی دیکھنا واضح کرتا ہے کہ یہاں ایک خاص بیٹے کی بیعت کی طرف اشارہ ہے جس سے بڑے بڑے کمالات ظاہر ہوں گے اور وہ خاص حیثیت کا مالک ہو گا۔ چنانچہ اسی نوع کی پیشگوئی حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی کہ:

دَور اُو چوں شود بکام تمام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اس (مہدی) کا دَور کامیابی سے پورا ہو گا تو اس کا بیٹا اس کے بعد اس کا یادگار ہو گا۔

چنانچہ اوّل یہ کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت 1914ء میں ہوئی تو آپ 26,25 سال کی عمر کے نوجوان تھے۔ 1914ء میں پہلی عالمگیر جنگ کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں 1939ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی۔

دوسرے آپ امام مہدیؑ کے وہ خاص بیٹے ہیں جس کی پیدائش سے بھی پہلے اُس بارے میں حضرت امام مہدیؑ نے اپنی پیشگوئی شائع کر دی تھی۔

تیسرے جب جماعت کی اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو جماعت میں سے بعض لوگوں نے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے یہ کہہ کر بیعت نہ کی کہ ’’یہ تو کل کا بچہ ہے ہم کیسے اس کی بیعت کریں!‘‘۔

★ ★ ★

ڈیوٹی کی ادائیگی

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 18/ فروری 2013ء میں حضرت مصلح موعودؓ کا اپنی ڈیوٹیوں کو احساسِ ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کی طرف توجہ دلانے والا ایک ارشاد شاملِ اشاعت ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں: ہماری جماعت میں تنظیم بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پیدا ہوئی ہے جس کے ہمیشہ خوشکن نتائج ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک زمانے میں جب قادیان

ہفت روزہ ’’بدر‘‘ قادیان 3 و 10/ فروری 2011ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کے حوالہ سے مکرمہ صاحبزادی امۃالقدوس صاحبہ کی ایک طویل نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

اٹھارہ کے اُوپر چھیاسی تھے سال
کہ گویا ہوا یوں شہِ ذوالجلال
سن اے میرے پیارے سخن دلپذیر
کہ بیٹا مَیں دوں گا تجھے بے نظیر
نشاں ہے جو فضل اور احسان کا
بہت مرتبہ ہے اس انسان کا
مبارک ہو فتح و ظفر کی کلید
ہے تیرے لیے یہ خوشی کی نوید
وہ ہوگا بہت ہی ذہین و فہیم
وہ رحمت کا مظہر وہ دل کا حلیم
وہ ہے حسن و احساں میں تیرا نظیر
کشادہ جبیں اور روشن ضمیر
ہے فضلِ خدا اس پہ سایہ فگن
وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن
شکوہ اور عظمت کا حامل ہے وہ
ہماری محبت کے قابل ہے وہ

میں مخالفوں کا جلسہ ہوا تو انہوں نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ہم بہشتی مقبرہ پر حملہ کریں گے اور احمدیوں کی قبریں کھود دیں گے۔ میں نے حفاظت کے لیے باہر سے آدمی منگوائے ہوئے تھے۔ وہ زمیندار اور اَن پڑھ تھے۔ رات کو مَیں یہ دیکھنے کے لیے باہر گیا کہ یہ لوگ کیسا پہرہ دے رہے ہیں۔ میرے ساتھ مولوی ذوالفقار علی خانصاحب گوہر مرحوم تھے۔ اچانک ایک زمیندار دوڑتا ہوا آیا اور اس نے مجھے کمر سے پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ میں آگے نہیں جانے دوں گا۔ کچھ دوست کہنے لگے یہ خلیفۃ المسیح ہیں۔ وہ کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ خلیفۃ المسیح ہیں۔ میری ڈیوٹی یہ ہے کہ میں نے اس جگہ سے آگے کسی کو جانے نہیں دینا جب تک اس کو پاس ورڈ معلوم نہ ہو یا اُس نے ڈیوٹی کا بِلّا نہ لگایا ہوا ہو۔ مَیں نے اُن دوستوں کو جنہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ خلیفۃ المسیح ہیں، ڈانٹا اور کہا کہ اس شخص نے جو کچھ کیا ہے درست کیا ہے اس کی ڈیوٹی ہی یہی تھی کہ کسی کو آگے نہ گزرنے دے۔ پھر اس پہریدار نے کہا کہ پاس ورڈ مقرر ہے، وہ مجھے بتائیں۔ خیر اس کا افسر آیا اور اس نے پاس ورڈ بتایا تب پہریدار نے کہا کہ اب آپ اندر جاسکتے ہیں۔ میں نے اس شخص کی تعریف کی اور کہا یہ اس قابل ہے کہ اسے انعام دیا جائے۔ (الفضل 24 جنوری 1959ء صفحہ 3)

★—★—★

وقت کی قدر کا طریق

ماہنامہ ''مصباح'' ربوہ جولائی 2011ء میں وقت کی قدر پہچاننے کے بارے میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خوبصورت اقتباس شامل اشاعت ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ چند دن اپنے روزمرّہ کے کام کی ڈائری لکھیں۔ دن کو تین حصّوں میں تقسیم کرلیں اور ہر حصے کے ختم ہونے پر پانچ دس منٹ تک نوٹ کریں کہ آپ اس عرصے میں کیا کرتے رہے ہیں۔ اِس طرح آٹھ دس دن مسلسل ڈائری لکھنے کے بعد دوبارہ اپنی ڈائری پر نظر ڈالیں اور نوٹ کریں کہ ان میں سے کون کون سے کام غیر ضروری تھے۔ اندازہ لگائیں کہ روزانہ کتنا وقت آپ نے ضروری کاموں میں اور کتنا غیر ضروری کاموں میں صَرف کیا۔ اس طرح بہت جلد آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کی بہت سی زندگی رائیگاں چلی جارہی ہے۔

> ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 9/فروری 2012ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے مقام کے حوالہ سے مکرم خلیل احمد مونگھیری صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیہ قارئین ہے:
>
> چشمِ بینا سے کوئی دیکھے مقامِ محمود
> ہفت افلاک سے بھی ارفع ہے بامِ محمود
> 'وہ' یہ کہتے تھے کہ شیرازہ بکھر جائے گا
> آئیں آنکھوں سے ذرا دیکھیں نظامِ محمود
> اُنہیں مایوسی ہے پر اپنا تو ایمان ہے یہ
> غلبۂ دین مقدّر ہے بنامِ محمود
> آؤ پی لو ، نہ مرو پیاس سے اے تشنہ لبو
> زندگی بخش ہے ہر قطرۂ جامِ محمود
> کیف بھی ، وجد ، مستی بھی، خِرد آور بھی
> کچھ عجیب رنگ جماتی ہے مدامِ محمود
> ہم ایازوں کی الٰہی یہ دعا ہے ہر دَم
> پیارے محمود کو حاصل ہو مرامِ محمود

★—★—★

حضرت مصلح موعود کی پاکیزہ سیرت اور جماعت کو نصائح

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 18/فروری 2013ء میں مکرم فرخ سلمانی صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت مصلح موعودؓ کی مبارک تحریر کی روشنی میں حضورؓ کی پاکیزہ سیرت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ذیل میں حضورؓ کے الفاظ میں ہی اختصار کے ساتھ ایسی نصائح پیش کی جارہی ہیں جو ہماری عملی اصلاح کے لیے ضروری ہیں اور ہمہ وقت ہم سب کو اپنے پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

کسی سے عداوت نہیں

حضورؓ فرماتے ہیں: ہمیں تو اس غلط عقیدے سے دشمنی ہے جس کے مطابق انہوں نے ہمارے آدمیوں کو شہید کیا اور جسے اسلام کی تعلیم کے خلاف انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اور اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرلے تو چاہے وہ کتنا بڑا دشمن ہو ہم اسے اپنا بھائی سمجھیں گے۔ آخر جو احمدی بنتے ہیں وہ کہاں سے آتے ہیں؟ یہ انہی لوگوں میں سے آتے ہیں جو احمدیت کے شدید مخالف ہوتے ہیں بلکہ ایسے ایسے شدید دشمن ہدایت پر آجاتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب کی ذات سے بھی کبھی دشمنی نہیں ہوئی۔ بلکہ بچپن میں جب مجھے کامل عرفان حاصل نہیں تھا میں بعض دفعہ حیران ہو کر کہا کرتا تھا کہ خدایا! کیا میرے اندر غیرت کم ہے کہ لوگ تو کہتے ہیں ہمیں مولوی ثناء اللہ پر بڑا غصہ آتا ہے مگر مجھے نہیں آتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ اپنی ذات میں مجھے کسی شخص سے عداوت نہیں، نہ اپنے دشمن سے اور نہ سلسلہ کے کسی دشمن سے۔ افعال بیشک مجھے برے لگتے ہیں اور انہیں مٹا دینے کو میرا جی چاہتا ہے مگر کسی انسان سے مجھے دشمنی نہیں ہوئی۔ اگر عداوت جائز ہوتی تو ان لوگوں سے ہوتی جو خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں کیونکہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو کم درجہ دے مگر خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں کو زیادہ برا جانے۔ مگر جب خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں کی ذات سے بھی مجھے کبھی عداوت نہیں ہوئی تو اپنے دشمنوں کی ذات سے مجھے کس طرح عداوت ہوسکتی ہے۔ یہ دل بے شک چاہتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کے دشمن اپنے منصوبوں میں ناکام رہیں اور اللہ تعالیٰ یا تو انہیں ہدایت دے یا ان کی طاقتوں کو توڑ دے مگر یہ کہ ان کو اپنی ذات میں نقصان پہنچے یہ خواہش نہ کبھی پہلے میرے دل میں پیدا ہوئی اور نہ اب ہے۔ جس چیز کو مٹانا ہمارا فرض ہے وہ خلاف اسلام عقائد اور طریقے ہیں جو دنیا میں جاری ہیں۔ اگر ہم ان عقائد اور ان طریقوں کو مٹانے کی بجائے آدمیوں کو مٹانے لگ جائیں اور وہ اصول اور طریق خود اختیار کرلیں تو اس کی ایسی ہی مثال ہوگی جیسے کوئی بادام کے چھلکے رکھتا جائے اور مغز پھینکتا جائے۔ آدمی تو مغز ہیں اور ان کے افعال وہ چھلکے ہیں جن کو دُور کرنا ہمارا کام ہے۔
(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 105)

میرے دل میں کسی کے لیے نفرت نہیں

سندھ ایک نیا صوبہ بننے والا ہے۔ نئے لوگوں کو نئی روایات قائم کرنی ہوتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ سندھ کے لوگوں میں باوجود شدید اختلاف مذہب کے تمدّنی، علمی اور اقتصادی تعلقات میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ ہم سارے خدا کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ خدا جس طرح ہندو کی بہتری چاہتا ہے، عیسائی کی بھی ویسے ہی چاہتا ہے اور مسلمان کا بھی وہی مالک ہے۔ کئی چھوٹے بھائی بڑے بھائیوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح تم علمی اور اقتصادی اور تمدنی تعلقات کو اس معیار تک بلند کرلو کہ چھوٹا صوبہ (سندھ) دوسروں کے لیے نمونہ ہو۔

مَیں مانتا ہوں کہ اختلافات کُلّی طور پر نہیں مٹ سکتے مگر میرے دل میں کبھی کسی ہندو، عیسائی یا سکھ کے لیے نفرت پیدا نہیں ہوئی۔ میں اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی ہندو، عیسائی یا سکھ کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

پس میں اہل سندھ سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ مذہبی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی عزت کریں مذہب کے متعلق بیشک غیرت رکھو لیکن عقائد کے لحاظ سے نہ کہ کسی انسان کے لحاظ سے۔ عیب دار سے نفرت کرنا ظلم ہے ہاں عیب سے نفرت کرنی چاہیے۔ جب جسمانی بیمار کی ہمدردی ضروری ہے تو روحانی بیمار کا تو اَور بھی زیادہ خیال ہونا چاہیے۔
(تاریخ احمدیت کراچی جلد اول صفحہ 68)

میں نے کبھی کسی سے مانگا نہیں

کل ایک عجیب اتفاق ہوا جس پر مجھے حیرت بھی آئی۔ ایک دوست ملنے آئے اور انہوں نے کپڑے کا ایک تھان تحفہ دیا کہ فلاں دوست نے بھیجا ہے۔ اس کے ساتھ ایک خط تھا جس میں اس دوست نے لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ آئے ہیں اور کہا ہے کہ قمیصوں کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے بازار سے لادو۔ اس خواب کو پورا کرنے کے لیے میں یہ کپڑا بھیجتا ہوں۔ مَیں نے وہ تھان لاکر گھر میں دیا کہ اس سے قمیصیں بنوائی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ الحمد للہ، چار سال کے عرصے میں آپ نے قمیصوں کے لیے کپڑا نہیں خریدا تھا اور آپ کی پہلی قمیصیں ہی سنبھال سنبھال کر اب تک کام چلایا جارہا تھا، اب یہ مشکل دُور ہوئی۔

میں ضمناً یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دوست کے خط کو پڑھ کر معاً میرے دل میں خیال آیا کہ پچاس سال کی عمر ہونے کو آئی ہے، جاگتے ہوئے تو میں نے کبھی کسی سے مانگا نہیں مگر خواب میں جا مانگا اور گو یہ میں نے نہیں مانگا تھا بلکہ فرشتوں نے مانگا تھا لیکن یہ امر واقع ہے کہ پھر بھی مجھے شرم محسوس ہوئی اور میں نے اس وقت دعا کی کہ اے خدا! جس طرح تو نے اپنے فضل سے جاگتے ہوئے مانگنے سے اب تک بچایا ہے خواب کے سوال سے بھی بچائے رکھ اور اگر خواب میں کسی کو تحریک کرنی ہو تو میرے منہ سے نہ کروا۔ اپنے ہی دَر کا سوالی بنا رہنے دے۔

ایک دفعہ ایک دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اتنے روپیہ کی ضرورت تھی اس میں سے اتنا پورا ہوگیا ہے اور اتنا ابھی باقی ہے جو تم قرض دے دو۔ سو میرے پاس اس قدر رقم ہے، اگر خواب ظاہری تعبیر کے مطابق درست ہے تو اطلاع ملنے پر روپیہ بھجوادوں گا۔ یہ خواب بالکل سچی تھی بعینہٖ حالات اسی طرح تھے۔ مجھے اس وقت کچھ ضرورت تھی، اس میں سے اسی قدر رقم کا جو خواب میں اس دوست کو بتائی گئی تھی انتظام ہوگیا تھا اور اس قدر رقم جو اُن سے طلب کی گئی تھی مہیا ہونی باقی تھی۔ میں نے انہیں اطلاع دی اور انہوں نے وہ رقم بھجوادی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔
(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 842)

حضور کی جرأت اور غیرت

میری عادت ہے کہ جب دشمن کی تلوار سر پر لٹک رہی ہو تو اس وقت میں اس کی بات نہیں مانا کرتا اور مجھے افسوس ہے کہ جب کبھی یہاں کے بزرگوں نے مجھ سے صلح کرنے کی کوشش کی ہے تو ہمیشہ ایسی صورت میں کہ پہلے کوئی ہم پر مقدمہ کرادیا یا فساد کھڑا کرادیا اور پھر چاہا کہ ہم سے سمجھوتہ کرلیں حالانکہ میں ایسے مواقع پر سمجھوتہ نہیں کیا کرتا، مَیں ہمیشہ ایسے موقع پر ہی سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہوا کرتا ہوں جب میرا ہاتھ دینے والا ہو اور اُن کا ہاتھ لینے والا ہو۔ لیکن جب کوئی ڈنڈا لے کر میرے سر پر آچڑھے اور کہے کہ مجھ سے صلح کرو تو پھر مَیں اس کی بات نہیں مانا کرتا۔

مجھے تعجب آتا ہے کہ میری عمر پچاس سال کے قریب ہونے کو آگئی اور میں تمام عمر اس قادیان میں رہا مگر اب تک یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں نے میری طبیعت کو نہیں سمجھا۔ اور یہی طبیعت حضرت مسیح موعودؑ کی بھی تھی۔ بلکہ دینی لحاظ سے گو حالت کچھ ہی ہو یہی طبیعت ہمارے دادا صاحب کی بھی تھی کہ وہ کسی کے ساتھ دَب کر صلح نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے خاندان نے دو حکومتوں کے تغیر کے وقت سخت نقصان اٹھایا ہے۔ جب سکھ آئے تب بھی اور جب انگریز آئے تب بھی کیونکہ یہ ہماری طبیعت کے خلاف ہے کہ ہم کسی کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوں۔ گو ہمارے خاندان نے سکھوں اور انگریزوں سے تعاون بھی کیا اور ان کی مدد بھی کی اور ان لوگوں سے زیادہ مدد کی جو جی حضور کرتے رہتے تھے مگر پھر بھی انگریزوں کے آگے گردن جھکا کر کھڑے نہیں ہوئے۔ یہ ایک خاندانی اثر ہے جو میرے اندر پایا جاتا ہے اور مذہب نے اسے اَور زیادہ رنگ دے دیا ہے۔
(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 804)

کبھی غلط حوالہ نہیں دیا

دشمن جانتا ہے کہ وہ سچ سے میرے مقابلے پر کامیاب نہیں

> ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 3و 10/فروری 2011ء میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے مکرم تنویر احمد ناصر صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:
>
> پیشگوئی مصلح موعود حق کو دیکھ کر
> سامنے آنکھوں کے آجاتا ہے وہ فرخ گُہر
> قدرتوں اور رحمتوں اور قربتوں کا اِک نشاں
> فضل و احسانِ خداوندی کا بحرِ بیکراں
> فضل ربانی ، مسیحا نفس ، عظیم و پُرشکوہ
> پا گیا اس سے شفا ، بیماریوں سے اِک گروہ
> پاک تھا وہ رِجس سے اور اِک مقدّس روح تھا
> وہ رضائے ایزدی کے عطر سے ممسوح تھا
> کر دیا ہر ذرّہ اپنا راہِ مولیٰ میں فدا
> بھیجتا ہے آپؓ پر رحمت ہر اِک چھوٹا بڑا

ہوسکتا۔ مَیں نے 1907ء میں مضمون لکھنے شروع کیے اور ایک دو مضمون حضرت مسیح موعودؑ نے بھی مجھ سے لکھوا کر اپنی طرف سے شائع کرائے۔ گویا آج اکتیس سال ہوئے کہ میں تصنیف کا کام کر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے سینکڑوں تقریریں کی ہیں اور درجنوں اشتہار اور رسالے بھی شائع کیے ہیں۔ میرے کسی حوالے کو بڑے سے بڑے دشمن کے سامنے بھی رکھ دو پھر دیکھو کیا وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی حوالہ ارادتاً غلط پیش کیا ہے؟ (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 162)

حضور کا غیر معمولی حافظہ

جن باتوں کا میرے کام سے تعلق نہ ہو وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ حوالے مَیں سمجھتا ہوں کہ دوسروں سے نکلوا لوں گا اس لیے یاد نہیں رکھ سکتا اور جو سورتیں میں روز پڑھتا ہوں ان کی آیت سن کر بھی فوراً نہیں کہہ سکتا کہ فلاں سورت کی ہے۔ سوائے پانچ سات چھوٹی سورتوں کے یا سورۃ فاتحہ کے۔ لیکن بات یاد رکھنے میں میرا حافظہ ایسا ہے کہ بعض خطوط جب پرائیویٹ سیکرٹری دو دو ماہ بعد پیش کرتا اور کہتا ہے کہ فلاں نے یہ لکھا ہے اور اگر ان کی غلطی ہو تو میں کہہ دیتا ہوں کہ اس نے یہ تو نہیں بلکہ یہ لکھا ہے۔ تو میرا حافظہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا زبردست ہے کہ بہت کم لوگوں کا ایسا ہوگا۔ مضمون کے لحاظ سے حوالہ ایسا یاد رہتا ہے کہ کوئی حافظ اس طرح نہیں رکھ سکتا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ لاہور میں مجھے اچانک تقریر کرنی پڑی حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے جو آیات کا حوالہ نکالنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے ان کو میں نے پیچھے بٹھالیا اور مضمون بیان کرنا شروع کر دیا جب ضرورت ہوتی اُن سے حوالہ دریافت کر لیتا۔ اگلے دن ایک ہندو اخبار نے لکھا کہ تقریر تو بہت اچھی تھی لیکن ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ موقع پا کر مَیں سٹیج کی پچھلی طرف چلا گیا تو معلوم ہوا کہ پیچھے ایک شخص بیٹھا ہوا بتاتا جاتا ہے اور یہ آگے بیان کرتے جاتے تھے۔ اُس نے سمجھا شاید مضمون بھی وہی بتا رہے ہیں۔ تو مضمون کے لحاظ سے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے القاء کے طور پر حوالے ملتے جاتے ہیں حالانکہ اس کا خیال اور واہمہ بھی نہیں ہوتا یونہی لفظ سامنے آجاتا ہے اور پھر میں حافظہ سے آیت پوچھ لیتا ہوں۔ (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 621)

ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 9/ فروری 2012ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی شان میں مکرم غلام نبی ناظر صاحب کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیہ قارئین ہے:

جانِ حق جانِ مصلح موعود
شانِ حق شانِ مصلح موعود

عاشقانِ نبیؐ کے تاروں میں
ماہ تابان مصلح موعود

حق شناس و حق آگہہ و حق بین
حق ہے عنوان مصلح موعود

پُر ز درہائے معنی قرآں
بحر دامانِ مصلح موعود

جوش عشق قلوب عالم ہے
سوز ایمان مصلح موعود

حضور کا علم قرآن اور تحریکات

میری تفسیر کے نوٹوں سے انسان سارے قرآن کریم کی تفسیر سمجھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہوشیار ہو اور قرآن کریم کو سمجھنے کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہو۔ بہرحال فضائل القرآن کا مضمون بھی نہایت اہم ہے اگر یہ مضمون مکمل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے براہین احمدیہ مکمل ہو جائے گی۔

جماعت کی دینی، دنیوی، علمی، تجارتی، صنعتی، اقتصادی اور تربیتی ترقی کے لیے میں نے مختلف تحریکات کی ہوئی ہیں۔ دوستوں کو ان سب تحریکوں میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لینا چاہیے۔ پھر سب سے بڑھ کر جو چیز اہمیت رکھنے والی ہے وہ محبت الٰہی ہے۔ پس جماعت کو علاوہ اَور تحریکات میں حصہ لینے کے کوشش کرنی چاہیے کہ اُن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو تا کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرے اور انہیں ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔

پھر زمینداروں کی بہبود کے متعلق بھی میرے ذہن میں ایک سکیم ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان کی اصلاح کے لیے بھی کوئی قدم اٹھایا جائے جس سے زمیندارہ کام میں ترقی ہو اور پیداوار پہلے سے زیادہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کے یہ تمام طبقات پوری طرح مضبوط ہو جائیں، زمیندار بھی ترقی کی طرف اپنا قدم اٹھانا شروع کر دیں، تاجر اور صناع بھی مختلف علاقوں میں تجارت اور صنعت شروع کر دیں، مزدوروں اور ادنیٰ اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے بھی مختلف کارخانوں میں کام کرنے کے مواقع پیدا ہو جائیں تو ہزاروں نہیں لاکھوں لاکھ ہندو اور عیسائی اسلام میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

(انوار العلوم جلد 18 صفحہ 295)

وقت ضائع نہ کرو

میں جانتا ہوں کہ اگر سستی نہ کی جائے تو تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو جاتا ہے اس لیے وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیشہ اپنے نفس سے پوچھتے رہو کہ ہم وقت ضائع تو نہیں کر رہے اور جب فرصت ملے تو اسے باتوں میں گنوانے کی بجائے تبلیغ میں صرف کرو اور پھر ہر شخص کم سے کم ایک ماہ تبلیغ کے لیے وقف کر دے۔ کارکن بھی باریاں مقرر کر لیں اور ایک ایک ماہ دیں۔ صدر انجمن کو چاہیے کہ ان کے لیے انتظام کرے خواہ ان کی جگہ دوسرے آدمی رکھ کر ہی ایسا کرنا پڑے۔ اور اگر قادیان کے لوگ اس طرف توجہ کریں تو مجھے تین چار سو مبلغ مل سکتا ہے گویا تین چار سو ماہ کام کرنے کے لیے مل گئے۔ پس قادیان کے محلوں کو چاہیے کہ جس طرح مالی حصہ سکیم کے متعلق انہوں نے فہرستیں تیار کی تھیں، اس عملی حصہ سکیم کے متعلق بھی کریں کیونکہ یہ اس سے بہت اہم ہے۔ اگر اس طرح کیا جائے تو قادیان کے لوگوں کے ذریعہ سے ہی سارے ضلع گورداسپور میں تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 93)

جھوٹ سے شدید نفرت

ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو پوری طرح دیانت اور امانت سے کام نہیں لیتے۔ جب تک ہماری جماعت جھوٹ سے اتنی شدید نفرت نہیں کرتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر جھوٹ بولنے کے لیے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت دیانت پر ایسی مضبوطی سے قائم نہیں ہو جاتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر خیانت کے لیے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور عصیان سے اتنی شدید نفرت نہ کرے کہ وہ موت کو آسانی سے قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے مگر الٰہی احکام کی نافرمانی نہ کرے اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری زندگیاں روحانی زندگیاں ہیں اور ہمارے لیے ابتلاؤں اور مشکلات کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس لیے جھوٹ نہیں بولتے کہ وہ سمجھتے ہیں جس ماحول میں وہ رہتے ہیں اس میں جھوٹ بول کر عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتے مگر کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہماری جماعت میں سے کسی نے اس لیے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر جھوٹ بولنا اس کے لیے ناممکن ہے۔ یا کسی نے اس لیے خیانت اور دھوکا بازی کو چھوڑ دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر خیانت کرنا موت کو خریدنا ہے۔ پھر کسی نے اس لیے عصیان و طغیان کو ترک کر دیا ہو کہ اس جماعت میں رہ کر خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی یا اس کے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی موت ہے۔ اگر نہیں تو پھر جب تک ہماری جماعت کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا اور جب تک جماعت کے افراد اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ جہاں کسی نے گناہ کیا اس نے گویا طاعون اور ہیضے کے کیڑے چھوڑ دیے، اس وقت تک کون کہہ سکتا ہے کہ تربیت اور جماعت کی ترقی کے لیے مشکلات و مصائب کا آنا اور جماعت کا قربانیوں کے لیے تیار رہنا بہت بوجھ ہے۔ کیا ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص ہیضہ یا طاعون کے کیڑے ایک شہر میں چھوڑ دے تو لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور اس سے محبت اور پیار کریں۔ پھر کیوں لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ہیضہ کے کیڑوں سے ایک شہر کو جتنا نقصان پہنچ سکتا ہے وہ اس نقصان کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو جھوٹ کے کیڑوں سے انسانوں کو پہنچتا ہے۔ (خطبات محمود جلد 16 صفحہ 609)

شیطان نیکی کے راستہ سے دھوکا دیتا ہے

کمزوروں کی اصلاح سو وہ ہمیشہ ہمارے مدّنظر رہتی ہے اور کمزوریاں تو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں اور ہر انسان اگر چاہے تو انہیں چھوڑ کر زیادہ بلند مقام حاصل کر سکتا ہے۔ عمرؓ ابوبکرؓ بن سکتا ہے اور ابوبکرؓ اور زیادہ ترقی کر کے خدا تعالیٰ کی محبت کے مزید مقامات حاصل کر سکتا ہے۔ پس اس قسم کا خیال رکھنے والے لوگوں کو میں سمجھاتا ہوں کہ وہ غور کریں اور سوچیں۔ میں زبردستی ان سے اپنی بات نہیں منوانا چاہتا بلکہ انہیں کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔ اگر وہ توجہ کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے اور نہ صرف باطل بلکہ انہیں نیکی کے راستہ سے دور پھینکنے والا ہے۔ بہت دفعہ شیطان نیکی کے راستہ سے دھوکا دے دیا کرتا ہے جیسے عبد الحکیم کی مثال میں نے ابھی بیان کی ہے۔ اس نے اعتراض کرتے وقت یہی لکھا تھا کہ جماعت کی اصلاح میرے مدنظر ہے مگر دیکھ لو کہ اس کا نتیجہ کیسا خطرناک نکلا۔ ملی نظام خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے اس کے دل پر زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں اصلاح کے لیے جماعت کے عیوب بیان کرنا بالکل اور چیز ہے اور نیتوں کا فرق بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ بظاہر ایک ڈاکٹر بھی ہاتھ کاٹتا ہے اور ڈاکو بھی۔ اسی طرح ڈاکو بھی لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور گورنمنٹ بھی پھانسیاں دیتی ہے مگر ان دونوں میں کتنا بڑا فرق ہوتا ہے۔ گورنمنٹ ہزاروں آدمیوں کی جانیں بچانے کے لیے مجرموں کو پھانسی دیتی ہے اور ڈاکو مال وغیرہ لوٹنے کے لیے دوسروں کو قتل کرتے ہیں پس کام تو ایک ہے مگر نیتوں میں فرق ہے۔ اسی طرح جماعت کی اصلاح کے لیے نقص بیان کرنا اور بات ہے اور جماعت کے عیوب پر لذت محسوس کرنا اور کہنا کہ اب یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے سزا مل رہی ہے بالکل اور بات ہے اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس طرح ہر وہ قوم جس میں اصلاح کرنے والے نہ رہیں اور جس کے افراد ایک دوسرے کے عیوب نہ دیکھ سکیں تباہ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ لوگ بھی ہلاک ہو جاتے ہیں جو عیب دیکھتے تو ہیں مگر ان کا اپنے دلوں میں ذخیرہ کرتے چلے جاتے ہیں اور بجائے اصلاح کے قوم کے متعلق بری رائے قائم کر لیتے ہیں۔ پس تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ پر امید نہ چھوڑو۔

(خطبات محمود جلد 16 ص 113)

حضرت مسیح موعودؑ حکم عدل ہیں

حضرت مسیح موعودؑ سے براہ راست ہم نے اس قدر مسائل سنے ہوئے ہیں کہ جب آپ کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں ہم نے پہلے سنی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ آپ دن کو جو کچھ لکھتے دن اور شام کی مجلس میں آکر بیان کر دیتے اس لیے آپ کی تمام کتابیں ہم کو حفظ ہیں اور ہم ان مطالب کو خوب سمجھتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہوں۔ بیشک بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو صرف اشارہ کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ تفصیلات کا ان میں ذکر نہیں اور ان باتوں کے متعلق ہمیں ان دوسرے لوگوں سے پوچھنا پڑتا ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت اٹھائی ہے ......باقی صفحہ 67 پر ......

روزنامہ ''الفضل'' 18/ فروری 2013ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

شکر صد شکر دلستاں آیا
لِلّٰہِ الْحَمْد مہرباں آیا

ہر طرف ہے فضا مسرّت کی
آج خوشیوں کا پھر سماں آیا

'مظہر الحق والعلا' بے شک
ابن مہدی بعزّ و شاں آیا

کی ہے فتح و ظفر نے پا بوسی
وہ مظفر و کامراں آیا

لے کے مژدہ بہار کا ہر سُو
باغِ احمدؑ کا باغباں آیا

وہ فہیم و ذکی و دل کا حلیم
وہ اولوالعزم خوش بیاں آیا

حُسن و احسان میں نظیر پدر
'فضل' و 'رحمت' کا 'اِک نشاں' آیا

اس کے سر پر خدا کا سایہ ہے
وہ جواں بخت شادماں آیا

معرفت کے بہا دیے دریا
علم کا بحرِ بے کراں آیا

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

February 18, 2020 – February 27, 2020

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Tuesday February 18, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:25 Mubarak Mosque Inaugural Reception
02:55 International Jama'at News
03:45 Rencontre Avec Les Francophones
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00 Liqa Maal Arab: Session no. 253.
09:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2020
10:10 Essence of Islam & Noor-e-Mustafwi
12:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
13:00 Friday Sermon
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2020 [R]
16:10 Essence of Islam [R]
16:40 Face2Face: Recorded on December 22, 2019.
17:40 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat: Surah Al-An'aam, verses 112-139.
18:35 Rah-e-Huda: Recorded on February 15, 2020.
20:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
21:15 Essence of Islam [R]
21:45 Dua-e-Mustaja'ab
22:30 Liqa Ma'al Arab [R]

Wednesday February 19, 2020

00:05 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:45 Signs Of The Promised Son
01:00 Yassarnal Qur'an
01:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
02:30 Essence of Islam & Face2Face
04:00 Liqa Ma'al Arab
05:15 Sahibzadi Amtul Naseer Begum
06:00 Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 12.
07:00 Question And Answer Session
09:10 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
10:15 Tazkaratul Mahdi & Deeni-o-Fiqahi Masail
12:00 Tilawat [R]
12:10 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:30 Al-Tarteel R]
13:00 Friday Sermon
14:10 Shotter Shondhane
15:20 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
16:25 Signs Of The Promised Son [R]
17:20 Tazkaratul Mahdi [R]
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat: Surah Al-An'aam, verses 140-157.
19:30 Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
20:00 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
21:05 In His Own Words [R]
22:30 Question And Answer Session [R]

Thursday February 20, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
00:50 Signs Of The Promised Son & Al-Tarteel
01:30 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
02:35 Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
04:10 Question And Answer Session
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
07:00 Tarjamatul Qur'an Class
08:00 The Prophecy Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
08:40 Signs Of The Promised Son
09:00 Inauguration Of Baitul Afiyat Mosque
10:00 A Prophecy Fulfill & Ashab-e-Ahmad
12:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & Kids World
13:00 LIVE Bangla Shomprochar
14:05 Aye Fazle Umar & Farzand-e-Ma'ood
16:00 Friday Sermon
17:05 Al-Musleh Al-Ma'ood
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:15 Tilawat: Surah As-Saaffaat, verses 1-145.
18:35 Signs Of The Prophecy Of Musleh Ma'ood
19:10 A Prophecy Fulfilled
20:10 Friday Sermon
21:10 Memories Of Hazrat Musleh Ma'ood
22:25 Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:25 Ashab-e-Ahmad [R]

Friday February 21, 2020

00:05 World News
00:25 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:35 Inauguration Of Baitul Afiyat Mosque
02:30 In His Own Words
04:10 Tarjamatul Qur'an Class
05:10 The Prophecy Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
05:50 Majlis Khuddamul Ahmadiyya UK
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
06:55 Asma'ul Husna & Unscripted
08:45 Islami Mahino Ka Ta'aruf
09:00 Huzoor's Address At UNESCO 2019
11:00 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:50 Asma'ul Husna [R]
12:00 Tilawat
12:15 Islami Mahino Ka Ta'aruf [R]
12:30 LIVE Proceedings
13:00 LIVE Friday Sermon
14:00 LIVE Proceedings
14:30 Shotter Shondhane & Khazain-ul-Mahdi
16:05 The True Concept Of Khilafat
16:30 Friday Sermon [R]
17:40 Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
18:00 World News
18:20 Tilawat
19:35 Huzoor's Address At UNESCO 2019 [R]
21:30 Friday Sermon [R]
23:15 Islami Mahino Ka Ta'aruf [R]

Saturday February 22, 2020

00:00 World News
00:15 Life Of The Holy Prophet Muhammad (saw)
00:35 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:30 Huzoor's Address At UNESCO
02:50 Asma'ul Husna
04:00 Friday Sermon
05:10 The True Concept Of Khilafat
05:35 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:05 Islam Ahmadiyya In America
07:35 Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
08:00 International Jama'at News
08:45 The Life Of Hazrat Khalifatul Masih IV (ra)
09:00 Friday Sermon [R]
12:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel [R]
13:00 LIVE Intikhab-e-Sukhan
16:00 LIVE Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat
18:35 Islam Ahmadiyya In America [R]
19:25 Essence Of Islam
20:00 Inauguration Of Mahdi Mosque
21:00 International Jama'at News [R]
22:30 Friday Sermon [R]

Sunday February 23, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:55 Al-Tarteel: Lesson no. 13.
01:30 Inauguration Of Mahdi Mosque
02:55 Islam Ahmadiyya In America
04:00 Friday Sermon
05:15 Aao Husne Yar Ki Baatain Karain
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
06:50 Asma'ul Husna
07:00 Rah-e-Huda: Recorded on February 22, 2020.
09:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna 2020
10:00 In His Own Words
10:35 Ahmadiyyat On The Front Page
11:00 Indonesian Service
12:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an [R]
13:00 Friday Sermon
14:10 Shotter Shondhane
15:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
16:20 Ahmadiyyat On The Front Page [R]
16:45 Hiqayat-e-Sidqo Wafa
17:40 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2020
19:25 Tilawat
20:00 Face2Face: Recorded on December 22, 2019.
21:35 Hiqayat-e-Sidqo Wafa [R]
21:55 Seerat Sahabiyat
22:30 Friday Sermon [R]

Monday February 24, 2020

00:05 World News
00:30 Tilawat
01:05 Asma'ul Husna
01:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2020
02:30 Seerat Sahabiyat
03:05 Hiqayat-e-Sidqo Wafa
03:30 In His Own Words
04:05 Friday Sermon
05:15 Ahmadiyyat On The Front Page
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:00 Rencontre Avec Les Francophones
08:10 Prophecy Of Musleh Ma'ood (ra)
09:05 Huzoor's Address In Berlin 2019
09:45 In His Own Words
11:00 Friday Sermon
11:55 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on March 7, 2014.
15:10 Huzoor's Address In Berlin 2019 [R]
15:50 In His Own Words
16:25 International Jama'at News
17:25 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat
19:15 Prophecy Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
20:10 Huzoor's Address In Berlin 2019 [R]
20:50 In His Own Words [R]
22:25 Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:25 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)

Tuesday February 25, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:25 Huzoor's Address In Berlin 2019
02:05 In His Own Words
02:55 International Jama'at News
03:45 Rencontre Avec Les Francophones
05:10 Prophecy Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
06:50 The Timeline Of History
07:05 Liqa Ma'al Arab: Session no. 254.
08:05 Noor-e-Mustafwi
09:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2020
10:10 Essence of Islam
10:35 The True Concept Of Khilafat
12:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat &Yassarnal Qur'an
13:00 Friday Sermon
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
16:05 Essence of Islam [R]
16:35 Face2Face: Recorded on December 29, 2019.
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat
18:35 Rah-e-Huda: Recorded on February 22, 2020.
20:05 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
22:30 Liqa Ma'al Arab [R]

Wednesday February 26, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
00:45 The Timeline Of History
01:05 Yassarnal Qur'an
01:30 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2020
02:30 Essence of Islam & Face2Face
04:05 Liqa Maal Arab: Session no. 254.
05:10 Meri Nasira Wo Naik Akhtar
06:00 Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 13.
07:05 Question And Answer Session 2020
08:00 Seerat Hazrat Nusrat Jehan Begum (ra)
09:00 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
10:20 Deeni-o-Fiqahi Masail
10:55 Indonesian Service
12:00 Tilawat [R]
12:10 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:25 Al-Tarteel R]
13:00 Friday Sermon
14:10 Bangla Shomporochar
15:15 Huzoor's Jalsa Salana Address France 2019
16:20 Tazkaratul Mahdi [R]
17:25 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Tilawat
19:25 Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
20:00 Huzoor's Jalsa Salana Address France 20
21:05 In His Own Words [R]
22:30 Question And Answer Session [R]

Thursday February 27, 2020

00:00 World News
00:20 Tilawat
00:35 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00 Al-Tarteel
01:35 Huzoor's Address At Jalsa Salana France
02:40 In His Own Words
03:10 Seerat Hazrat Nusrat Jehan Begum (ra)
04:10 Question And Answer Session
05:50 Tazkaratul Mahdi
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00 Tarjamatul Qur'an Class
09:00 Huzoor's Address At Medical Association
10:00 Seerat-un-Nabi
10:35 Hiqayat-e-Sidqo Wafa
11:25 Khilafat-e-Haqqa Islamiya
12:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
13:00 Friday Sermon
14:05 Face2Face: Recorded on November 10, 2019.
15:10 Khilafat – The Ultimate Foresight
16:00 Friday Sermon [R]
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:15 Tilawat
18:35 Hiqayat-e-Sidqo Wafa
19:00 Khilafat-e-Haqqa Islamiya [R]
19:30 Seerat-un-Nabi
20:05 Friday Sermon
21:10 In His Own Words
22:20 Tarjamatul Qur'an Class [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only).

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al-Fazl
twice-weekly
International, London
Tahir House - 22 Deer Park Road London SW19 3TL ISSN: 2632-6558 Tel: +44 20 8544 7603 Fax: +44 20 8544 7611 Email: info@alfazl.com
Vol 27 Tuesday 18 - 27 February 2020 Issue No. 14 -16

اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ

مکرم تاج دین صاحب ولد صدر دین صاحب کی وفات۔ مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ حاضر

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 14/ فروری 2020ء بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14/ فروری 2020ء کو مسجد بیت الفتوح، لندن، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم فیروز عالم صاحب کے حصہ میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ

گذشتہ خطبے میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں بیان ہوا تھا اور کچھ حصّہ رہ گیا تھا جو آج ان شاءاللہ بیان ہوگا۔ ایک حدیث کی غلط تشریح کے باعث اسلام میں تین مواقع پر جھوٹ کو جائز قرار دیے جانے کے متعلق حضورِ انور نے گذشتہ خطبے میں 'سیرت خاتم النبیین' سے وضاحت پیش فرمائی تھی۔ اسی معاملے پر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی تصنیف 'نور القرآن' میں فتح مسیح نامی ایک مسیحی شخص کے اعتراض کے ضمن میں روشنی ڈالی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

جس قدر راستی کے التزام کے لیے قرآن شریف میں تاکید ہے انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی تاکید نہیں۔ قرآن نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے۔ انصاف کی تاکید کرتے ہوئے قرآنی تعلیم یہ ہے کہ سچّی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں یا تمہارے ماں باپ و اقارب ہی ان گواہیوں سے نقصان اٹھاویں۔ کسی حدیث میں جھوٹ بولنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ حدیث میں تو یہ لفظ ہیں کہ سچ کو مت چھوڑ اگرچہ تُو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔ بالفرض اگر کوئی حدیث قرآن اور احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہو تو وہ قابلِ سماعت نہیں۔ ہم لوگ اُسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جو احادیثِ صحیحہ اور قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔ ہاں بعض احادیث میں توریہ یعنی مصلحتاً ذو معنی الفاظ کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ حقیقی کذب اسلام میں پلید، حرام اور شرک کے برابر ہے۔ مگر توریہ جو درحقیقت کذب نہیں، اضطرار کے وقت عوام کے لیے اس کا جواز حدیث سے پایا جاتا ہے۔ لیکن افضل وہی لوگ ہیں جو توریہ سے بھی پرہیز کریں۔ اسلامی اصطلاح میں توریہ اس کو کہتے ہیں کہ فتنے کے خوف یا کسی اور مصلحت کے تحت ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں اس کو بیان کیا جائے کہ عقل مند تو اس کو سمجھ لے لیکن نادان کی سمجھ میں وہ بات نہ آئے۔ گو بعض احادیث میں توریے کا جواز پایا جاتا ہے لیکن بہت سی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ اعلیٰ درجے کے تقویٰ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حتی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ جناب سیّد المرسلین ﷺ جنگِ احد میں اکیلے ہونے کی حالت میں برہنہ تلواروں کے سامنے کہہ رہے تھے مَیں محمد ہوں، مَیں نبی اللہ ہوں، مَیں ابنِ عبد المطلب ہوں۔

حضورِ انور نے اولاً کتاب کے حاشیے سے یہ وضاحت پیش فرمائی کہ یہ واقعہ غزوۂ حنین کا ہے اور پھر فرمایا کہ اب ریسرچ سیل نے 'سیرت الحلبیہ' کا حوالہ بھجوایا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ غزوۂ حنین اور غزوۂ احد دونوں مواقع پر فرمائے۔ حضورِ انور نے شعبہ اشاعت کو آئندہ یہ حاشیہ نکال دینے کی ہدایت فرمائی۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں۔ صرف یہ نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو۔

حضورِ انور نے اس وضاحت کے بعد حضرت محمد بن مسلمہؓ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب بنو نضیر نے چکّی کا پاٹ گرا کر آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی خبر دی چنانچہ آپؐ تیزی سے وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور محمد بن مسلمہؓ کو بلوایا۔ آپؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو بنو نضیر کے پاس مدینے سے فوری انخلا کے پیغام کے ساتھ بھجوایا۔ جب آپؓ یہود کے پاس پہنچے تو پہلے انہیں آنحضور ﷺ کی بعثت سے قبل آنے والے نبی کے متعلق یہود کے خیالات یاد کروائے اور پھر رسولِ خدا ﷺ کا پیغام دیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے یہود کی سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے اُنہیں آگاہ کیا کہ کس طرح یہود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس پر یہود نے چُپ سادھ لی اور ایک حرف تک نہ بول پائے۔ یہود کو مدینے سے انخلا کے لیے دس دن کی مہلت دی گئی جس دوران وہ تیاری کرتے رہے۔

یہودیوں کے رویّے کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ بنو قریظہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق سے واپسی پر آپؐ نے صحابہ کو شام تک بنو قریظہ کے قلعوں پر پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا گیا تاکہ وہ اُن سے اِس خطرناک غدّاری کی بابت دریافت کرسکیں۔ بجائے شرمندگی اور معافی کے خواستگار ہونے کے اِن یہودیوں نے حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جب حضرت علیؓ واپس ہوئے تو آپؐ یہود کے قلعوں کے پاس پہنچ رہے تھے۔ یہ ناپاک یہود حضورِ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کے متعلق نازیبا کلمات کہہ رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کو تکلیف دہ کلمات سننے سے بچانے کے لیے آپؐ کو روکنا چاہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہوا اگر یہ گالیاں دے رہے ہیں موسیٰؑ نبی تو اِن کا اپنا تھا اُس کو انہوں نے اِس سے بھی زیادہ تکالیف پہنچائی تھیں۔ یہود اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے لیکن چند دن کے بعد ہی ان کو احساس ہوگیا کہ وہ زیادہ عرصہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس پر انہوں نے ہتھیار ڈالنے کے بعد اپنا فیصلہ آنحضور ﷺ کے بجائے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کے حوالے کر دیا۔ اس موقعے پر یہود میں اختلاف بھی ہوا اُن میں سے بعض ذی فہم افراد کا کہنا تھا کہ اسلام یقیناً سچا مذہب ہے اس لیے یا تو اسلام قبول کرلیا جائے یا جزیہ دیا جائے۔ مگر یہود میں سے اکثریت نے ان دونوں صورتوں پر قتل ہونے کو ترجیح دی۔ ایک یہودی عمرو بن سُعدی نے اپنی قوم کو ملامت کی اور ان سے علیحدہ ہو کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے جانے دیا اور کچھ نہ کہا۔ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کے اس فعل کو پسند فرمایا اور سراہا۔ مسلمانوں نے ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی تربیت کے مطابق مخالفین سے انصاف کا سلوک کیا۔

اس کے بعد حضورِ انور نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے حوالے سے ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ پیش فرمایا۔

حیی بن اخطب کے کیفرِ کردار تک پہنچنے کے باوجود سلام بن ابی الحقیق جس کی کنیت ابو رافع تھی ابھی تک خیبر کے علاقے میں آزاد اور فتنہ انگیزی میں مصروف تھا۔ یہ شخص بہت بڑا تاجر اور امیر کبیر انسان تھا اور اس نے اپنا دستور بنالیا تھا کہ نجد کے وحشی اور جنگ جُو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتا رہتا تھا۔ ابو رافع عداوتِ نبوی میں کعب کا مثیل تھا۔ اس نے غطفانیوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف حملہ آور ہونے کے لیے اموالِ کثیر سے امداد بھی دی۔ اس نے جنگِ احزاب کی طرح نجد کے قبائل غطفان اور دوسرے قبیلوں کا پھر دورہ کیا اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک لشکرِ عظیم ترتیب دینا شروع کر دیا۔

اس ساری صورتِ حال میں قبیلہ خزرج کے بعض انصاری صحابہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس فتنے کا یہ علاج تجویز کیا کہ اس کے بانی مبانی ابو رافع کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ملک و قوم کو بڑے پیمانے پر کشت وخون سے بچانے کے لیے عبد اللہ بن عتیکؓ کی سربراہی میں چار خزرجی صحابہ کو ابو رافع کی طرف روانہ فرمایا۔ چلتے وقت آپؐ نے تاکید فرمائی کہ کسی عورت یا بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔

ماہِ رمضان چھ ہجری میں یہ پارٹی روانہ ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ از خود رات کے وقت چادر لپیٹ کر قلعے میں داخل ہوئے اور نہایت ہوشیاری سے ابو رافع کو قتل کر کے صبح تسلّی کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے آملے۔

ابو رافع کے قتل کے جواز کے حوالے سے کسی بحث کی ضرورت نہیں، اس فتنہ پرداز شخص کی خون آشام کارروائیاں تاریخ کا ایک کھلا ورق ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کو جہینہ قبیلے سے وصولیٔ زکوٰۃ کے لیے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو آپؓ پر اعتماد تھا چنانچہ سرکاری محاصل کی وصولی کے لیے بھی ان ہی کو بھیجا جاتا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد محمد بن مسلمہؓ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔

آپؓ کی تاریخِ وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ مختلف روایات کے مطابق پینتالیس، چھیالیس یا سینتالیس ہجری میں مدینے میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپؓ کی عمر 77 برس تھی۔

خطبے کے آخر میں امیر المومنین ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم تاج دین صاحب ولد صدر دین صاحب کی نمازِ جنازہ حاضر پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ مرحوم 10/ فروری کو 84 برس کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1967ء سے یوکے میں مقیم تھے۔ 1984ء میں جب اسلام آباد کی زمین خریدی گئی تو مرحوم نے اس کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ بائیس برس تک اسلام آباد میں حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو ہر سہولت پہنچانے میں سرگرمِ عمل رہے۔ ہر قسم کا ٹیکنیکل کام جانتے تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوش مزاج، دین دار اور انتہائی اطاعت گزار شخص تھے۔

حضورِ انور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور نسلوں کو بھی ان کی طرح اخلاص و وفا میں بڑھائے اور صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

نائب مدیر: فرخ راحیل مضامین وآرا کے لیے: info@alfazl.com www.alfazl.com مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد :خریداری واشتہارات کے لیے manager@alfazl.com